

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نگرار
اور معرکہ آرا کتاب ”مثنوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

21

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ معنی کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیمُ الامّت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و آداب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِذَا رَأَيْتَ الْيَقَازَ اشْرَفِيَا

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۲

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دفعہ پنجم جزو اول

کلیدِ منشوی

جلد ۲۱

از حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ



ناشر

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بومنگٹ ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

الحمد للہ ثم الحمد للہ "کلیدِ مشنوی" دفترِ پنجم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
اس سے قبل کلیدِ مشنوی ۲۰ جلدوں میں شائع کر چکے ہیں جس میں دفترِ پنجم
شامل نہیں تھا۔

تلاشِ بسیار کے بعد اس کا ملی متودہ دارالعلوم (کراچی) سے مل گیا
جس کو پڑھنا کارے وارد تھا۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی کا خصوصی تعاون
شامل رہا۔ اللہ پاک اُن کو جزائے خیر دیں۔ آمین !
بہر حال کئی مشکل مراحل سے گزر کر یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس میں بزرگوں کے مشورہ سے جناب محترم حضرت قاضی سجاد حسین صاحب نور اللہ مرقدہ
کے ترجمہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

اس طرح ترجمہ قاضی صاحب کا ہے اور شرح حضرت حکیم الامت مجددِ اہل سنت
حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ۔

اس کے جامع حضرت مولانا حبیب احمد صاحب ہیں۔ اللہ پاک ان سب حضرات
کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر دیں۔ آمین !

اللہ پاک محض اپنے فضل و کرم سے ہماری اس حقیر سعی کو شرفِ قبولِ نصیب
فرمائیں۔ آمین ثم آمین ————— طالبِ دعا :

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

دفتہ ترجمہ ریح اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لے مقصد یعنی ضیاء الحق
حسام الدین کا مطالعہ ہے کہ
شعری کا پانچواں دفتر شروع
کیا جائے۔ ترجمہ کتاب میں
شعری کا دفتر مگر ترجمہ دے۔
یہ شرط ہے دوسرا شعر جو
ہے۔ ترجمہ یعنی عوام میں
تہاری تعریف سننے کی
اہلیت نہیں ہے وہ دین
تہاری بہت تعریف کرتا
اور اس کے علاوہ کوئی ایک کتاب
اس میں سلطان یعنی حسام
الفتح کی تعریف ایک مقام
کے سامنے حسام الدین کی
تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا
کہ ان کی عداوت موملے کو
کہلائی جائے۔
اس آیت درج۔ اگر وہ
معتد بہ تو قسمی یہ میں
کہانی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے
یعنی عوام کے سامنے یہ حق
تعریف کرنی پڑ رہی ہے
اگر کوئی آپ دروغ ہے
تو یہ حق ہے جو نیک تعریف
میں مختلف کرنا پڑتا ہے۔
زندگیاں میں دیکھ کے قیام
غیر لڑا۔ عقوق میں حق
رکھا جائے۔

طالب آغا و سیف ترجمہ است
پانچویں کتاب کے شروع کرینگے، طالب میں
اوستادان صفارا اوستاد
آپ، اہل باطن کے استادوں کے استاد ہیں
وہ نبوے خلق ہا سنگ و صغیف
اگر گئے سنگ اور کمزور نہ ہوتے
غیر اس منطوق بے نکشادے
اس حکمت کے علاوہ بے کشائی نہ کرتا
چارہ انکوں کے روغن کر نیت
اب ہم سیرا پانی اور تیل کرنا ہے
گویم اندر مجمع روحانیات
روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا
ہیچور از عشق دارم در نہال
عشق کے ہوا کی طرح دل میں رکھا ہوں

شہ حسام الدین کہ نور انجم است
شاہ حسام الدین، جوتنادوں کا نور ہیں
اے ضیاء الحق حسام الدین ادا
اے سنی ضیاء الحق حسام الدین
گر نبوے خلق محبوب و کشف
اگر مخلوق محبوب اور کشف نہ ہوتی
وہ مدحیت داد معنی دادے
تو میں آپ کی تعریف کا حق اور کہتا
لیک لقمہ باز آن صعوہ نیست
لیکن باز کا لقمہ موملے کی لکت نہیں ہے
مدح توحیف است باز زندان
تہدیدوں سے تیری تعریف کرنا خطر ہے
شرح توغبین است اہل بہا
دینا داروں سے اپنی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے

لے مت جس طرح سورج
 دھرت اور نوبت سے بے نیاز
 ہے اسی طرح تمام اللہ ہی
 ہیں خیر و شر و کائنات کو
 دیکھو اگر کوئی شخص سورج
 کو تارک کے تو لوگ خود
 اُس کا نہ دیکھیں گے
 تو جیسا کہ میں نے حکم اللہ ہی
 آپ اُس کو صاف کریں جو
 آپ پر خدا کرتا ہے اس نے
 کائنات کے حد سے آپ کا
 نقصان نہیں ہے خوراک
 کا نقصان ہے آپ کا قارب
 اور آپ کے فیوض آسمان کے
 غرض میں طرح ہیں اگر کوئی
 چاہے کہ آفتاب کو اور اس کی
 فیض رسائی کو روک کر اس کی
 سے چھپا دے تو وہ غرض
 میں مبتلا ہے۔ و زطرات
 سورج کی شامیں پہلے کو
 تازگی نہ لاتی ہیں۔
 لے آ سورج کے ماسد
 نہ اس کا نور گشتا کہتے ہیں نہ
 اس کا رتبہ کہہ سکتے ہیں۔
 گیتہاں جہاں یعنی حسام
 اللہ ہی جو کہ عالم اکبر ہیں۔
 قدر آپ کا رتبہ نام مقول
 سے بالاتر ہے اب جو کہ اس
 کی تعریف کی جائے کہ ہے
 مگر جو حسام اللہ کی پوری
 تعریف اگرچہ نامکمل ہے
 لیکن پھر میں عاجزانہ اس کی
 کوشش کرتی چاہتا ہوں کہ جو
 چیز پوری حاصل نہ ہو سکے
 اُس کو پورے طور پر ترک
 نہ کرنا چاہیے بلکہ جو کچھ
 میں سے حاصل کر لینا چاہیے

ملح تعریف است تخریق حجاز
 تعریف کرنا پہنچانا اور جہان کے بڑے کو پاک کرنا ہے
 مالح خورشید مدار خود است
 سورج کی تعریف کرنا اپنی تعریف کو تیرا لا جو
 ذم خورشید جہان تم خود است
 دنیا کے سورج کی عزت کرنا اپنی عزت ہے
 تو بخشا بر کسے کا ندر جہاں
 آپ اُس کو صاف کر دیجئے جو دنیا میں
 تاندرش پوشیدہ نیچ از دیدہ
 اُس کو کوئی آنکھوں سے چُپ نہ کہتا ہے
 یاز نور بیدش تاندر کاست
 یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں
 ہر کسے کو حاسد گئیہاں بُود
 جو شخص عالم کا حاسد ہو
 قدر تو بگذشت از درک عقول
 آپ کا مرتبہ عقول کے اداک سے بالاتر
 گرچہ عاجز آمد این عقل زبیاں
 اگرچہ عقل ہیہاں سے عاجز ہے
 اِنْ شَيْئًا كَلَّمَ لَا يَدْرَا
 وہ چیز جو پوری ماسل نہیں کی جا سکتی
 گرچہ نتوان خور و طوفان سخا
 اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا
 آب دریا را اگر نتوان کشید
 دریا کا پورا پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

فارغ است ملح و تعریف آفتاب
 سورج اور یف اور پختہ کرنے سے بے نیاز ہے
 کہ دو چشم روشن و نامرک است
 کہ میری دو آنکھیں روشن اور نذرست ہیں
 کہ دو چشم کو روز تاریک بدست
 کہ میری دو آنکھیں اندھ اور بے نور اور بیری
 شد مشور آفتاب کا مران
 کا مہیاب سورج کا حاسد ہے
 و زطرات وادین بوسیدہ
 اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو
 باید دفع جاہ اذ تاندر خاست
 یا اُس کے توجہ کرنے کے لئے وہ کوئے ہر کسے
 آں حسد خود مرگ جاویداں بُود
 وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے
 عقل اندر شرح تو شد لوففوض
 آپ کی شرح کرنے میں عقل انجوا سی ہے
 عاجزانہ بخشنے باید دراں
 اُس میں عاجزانہ ہی حرکت کرنا چاہیے
 اَعْلَمُوا اَنْ كَلَّمَ لَا يَدْرَا
 جان لو وہ سب نہیں چھوڑی جاتی
 کے توان کردن بزرگ خیر و شر
 لیکن پانی پناہ چھوڑا جا سکتا ہے
 ہم بقدر تشنگی باید چشید
 پیاس کی بقدر ہی کچھ لیتا چاہیے

سے مگرچہ انسان پر مشن کا تمام پانی نہیں ہی سنت لیکن تھوڑا تو ضروری پینا ہے آپ کا پانی
 سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدر امکان سیرابی حاصل کر لی جائے۔

راڑ را گرمی نیاری دریاں
 اگر تو را کو دریاں میں نہیں لاسکتا ہے
 نطقہا نسبت تو قشر تیک
 ایک اخبار سے (دھاری) آجین کو چھلکا جاتا ہے
 آسمان نسبت بعرض آمد فرو
 آسمان، عرض کے اعتبار سے نیچا ہے
 من بگویم وصف تو تارہ برند
 میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہائی میں
 نور حقّی ذوق جذاب جاں
 آپ ان کا نور ہیں اور جاں کو نہا لکھتے ہیں
 شرط تعظیم است ان نور خوش
 تعظیم ضرور ہے، تاکہ وہ عہد و فد
 نور باید مستعد تیز کوشش
 سخت کوشش کر غیر الا مستعد نور میں کما ہر
 نور میکش اے حریف تیز کوش
 اے سخت کوشش کرنے والے دوست! نور مائل کو
 مست چٹا لے کر جلاں کنند
 کدور آنکھوں والے جرات کو کھینچتے ہیں
 منکبتہائے مشکل باریک شد
 مشکل باریک کئے ہیں مجھے
 تا بر آراید ہنسر را تار و دوود
 جب تک کہ وہ ہنر کا تار بانا نہ سوار نہ
 ہنچو خنلے بر نیار دشا خہا
 وہ مجھ کے درخت کی طرح شاخیں نہیں کاٹ سکتا

در کہا را تازہ کن از قشر آں
 اُس کے پھلکے سے یادوں کو تازہ کر لے
 پیش دیگر فہما مغزست نیک
 دوسروں کی سمجھ کے لئے "اچھا گورا" ہے
 ورنہ بس عالیت پیش خاک تو
 ورنہ خاک کے توفے کے اعتبار سے بہت بلند
 پیش ازاں کز فوت آن حسرت
 اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہوئے حسرت
 خلق در ظلمات ہم اندوگماں
 رنگ دہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں
 گرد دایں بیدر گمان اسریش
 ان اندھوں کے لئے شرارتوں نے والا بھی ہے
 گونا شد عاشق ظلمت چو موش
 جو چر ہے کی طرح اندھوے کا عاشق نہ ہو
 گر نہ چوں موش در ظلمت میکش
 اگر تو چر ہے کی طرح نہیں ہے اندھ کی کوشش
 کے طواف مشعل ایماں کنند
 وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟
 بند طبعے کو ز دیں تاریک شد
 طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے
 چشم در خورشید نتواند کشود
 سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا
 کردہ موشانہ ز میں سور اخہا
 جس نے چر ہے کی طرح زمین کو سورج نور افروز
 کر سکتا ہے

لے تازہ یعنی خام الدین
 کی پوری تعریف عوام کے
 سامنے نامکمل ہے نہ ہی
 اس کا کوئی معنی مان کر سنا
 چاہیے نطقہا۔ اگرچہ عام
 الدین کی تعریف ان کی
 تعریف کا مغز نہیں ہے
 بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام
 کے لئے اُس میں بھی نور
 ہیں۔ آسمان۔ ہندی اور
 پستی فائدہ اور نقصان
 سب اضافی باتیں ہیں ایک
 چیز ایک کے لئے مفید
 دوسرے کے لئے مفید ہے
 آپ کی تعریف عوام کے
 مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی
 نہیں ہے۔ من بگویم صرف
 تعریف بڑے گوراء ہوں تاکہ
 وہ حقیقی تعریف تک نہ پائی
 مائل کریں۔ نور حقّی تیزی
 ذات کے ذریعہ مخلوق دہم
 و گمان سے گذر کر تہ نہیں
 مائل کر سکتی ہے۔
 لے شرط مایل میں دت
 یعنی مائل کر سکتا ہے جبکہ
 اُس کے دل میں شیخ کی عظمت
 ہو تو زیادہ نہیں مائل کرنے
 کے لئے استعداد اور کوشش
 ضروری ہے۔ اگرچہ چو اندھ
 کو بند کرتا ہے نہشت چٹا
 چرا اور چٹا دیکھی روشنی کا
 طواف نہیں کرتے ہیں۔
 لے منکبتہائے جن کے لوگوں
 ہیں دین کی جانب تشریف
 ہے ان کے لئے علمی ترنگا
 حقیقت تک پہنچنے سے
 مانع بن گئی ہیں۔ تا بر آراید
 یہ لوگ جب تک حقیقت

یعنی کے ہنر سے آراستہ نہ ہونگے۔ شیخ عام الدین کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہجو۔ جو لوگ چر ہے کی
 طرح زمین و دود سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ مجھ کی طرح بار آور نہ ہوں گے۔

کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف اس کی تعریف نہیں بلکہ خود اپنی تعریف ہے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کی تعریف کرے تو یہ آفتاب کی تعریف نہ ہوگی بلکہ خود اپنی تعریف ہوگی کہ میری آنکھیں روشن اور مرض سے پاک ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی آفتاب کی ملامت کرے تو یہ اس کی مذمت نہ ہوگی بلکہ خود اپنی مذمت ہوگی۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں اندھا ہوں اور میری آنکھوں میں نور نہیں اور میری آنکھیں اچھی نہیں ہیں پس ایسا شخص جو کہ آفتاب کا دشمن ہو اور اس پر حسد کرے تم کو اس پر رحم کرنا چاہیے کیونکہ وہ اسے کسی طرح بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اچھا تمہیں بتلاؤں کیا وہ اسے لوگوں کی نظروں سے یا خراب اشیا کو تر و تازہ کرنے سے غائب کر سکتا ہے؟ یا اس کے نور بے حد کو کم کر سکتا ہے؟ یا اس کے عالی شان رتبہ کو دور کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا شخص جو آفتاب پر حسد کرنے کے ضمن میں تمام عالم پر حسد کرتا ہے کیونکہ اس کا فائدہ عالم کی طرف راجع ہے۔ اس کا حسد خود اس کے لیے موت دائمہ ہوتا ہے اور خود کا اس کے کچھ ضرر نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ ضرور قابلِ رحم ہے۔

خیر یہ مضمون تو اضطراری تھا۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا رتبہ عالی ادراک عقول سے بالاتر ہے اور آپ کی حالت کی تفصیل کرنے میں عقل بیہودہ ہے یہ صحیح ہے لیکن ایسی حالت میں تعریف کو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ عقل تفصیل و اوصاف سے عاجز ہے مگر تاہم عاجزانہ حرکت کی ضرورت ہے اسلئے کہ جو چیز گل نہیں ہو سکتی اس کو بالکل نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ دیکھو گواہر کا گل پانی نہیں پیاجا سکتا لیکن پانی پینا بالکل نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور اگر دریا کا گل پانی نہیں پیاجا سکتا تو پیاس کی مقدار ضرور پینا چاہیئے۔

بنا بریں اگر ہم آپ کے اسرار کو نہ بیان کر سکیں تو ہمیں چاہیئے کہ آپ کے معمولی
 اوصاف بیان کر کے عقول کو تازہ کریں۔ کیونکہ ہمارے بیانات گو آپ کے اعتبار
 سے معمولی ہیں لیکن دوسری افہام کے لیے وہی عمدہ مغز نہیں۔ چنانچہ آسمان عرش
 سے تو ضرور پست ہے مگر زمین کے لئے بہت اونچا ہے۔ اس بنا پر مجھے
 چاہیئے کہ قبل اس کے کہ لوگوں کو آپ کی دھصف کے فوت ہونے سے حسرت ہو
 میں آپ کے اوصاف بیان کر دوں تاکہ ان کو گو نہ آپ کی اوصاف پر اطلاع ہو جائے اچھا
 سنو! آپ سر تا پا نور خدا اور ارواح کو کھینچ کر خدا سے ملانے والے ہیں اور
 مخلوق ادہام و ظنون کی تاریکیوں میں مجبوس ہے۔

اب خطاب کا رخ بدل کر فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ ضرور ہے کہ وہ ارواح کو۔۔
 کھینچ کر خدا سے ملا دیتے ہیں مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آدمی کے دل میں انکی
 عظمت ہو۔ جب یہ شرط پائی جائے گی اس وقت وہ نور اندھوں کو آنکھوں
 میں سرمہ لگا کر انکو حق میں بنا دے گا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وصول الی اللہ کے
 لئے جدوجہد بھی کرے کیونکہ نور باطن عاقلہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس کے
 حاصل کرنے کے لیے مستعد ہو اور پوری کوشش کرے۔ اور جو ہے کی طرح ظلمت
 ناسوت پر عاشق نہ ہو۔ پس اے عاقل شخص! تو وصول نور کی شرائط جمع کر کے
 نور حاصل کر۔ اور اگر تو موش صفت نہیں ہے تو ظلمت ناسوت میں مت کوشش
 کر۔ بلکہ اس کا برنکل کر نور حاصل کر۔ ہم نے موش صفت نہ ہونے اور مستعد ہونے
 کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ جو لوگ اپنی چشم بصیرت کو ارتکاب معاصی سے کمزور
 کر چکے ہیں اور اس لئے وہ نور ایمان حقیقی سے متوحش ہو کر ظلمت معاصی میں۔۔
 سرگرداں ہیں۔ یہ لوگ مشعل ایمان حقیقی کے پاس سر بھینک سکتے ہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھو کہ علوم و دینیہ کے مشکل اور دقیق مسائل میں طبیعت

کے لیے جو دین سے اندھی ہے بٹری بن جاتے ہیں کیونکہ جب تک اسے کمال علم کا تانا بانا سنوارتے رہتی ہے اس وقت تک وہ آفتاب دین کے دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی اور وہ درخت کی طرح زمین سے شاخیں نہیں نکالتی۔ بلکہ چوہے کی طرح زمین کے اندر ہی سوراخ کرتی ہے یعنی ناسوت ہی میں منہمک رہتی ہے اور اس سے نیکھنے کی کوشش نہیں کرتی اس کے ہمیشہ محروم رہتی ہے۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے موانع وصول الی الحق کی طرف اشارہ فرمایا تھا لہذا آئندہ اسکی کافی طور پر تفصیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔



تفسیر فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک (الایم)
پس چار پرندے پھر ان کو اپنی طرف بلاؤ کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصفت ایں بشر اول نثار
یہ چار وصف انسان کے دل کو پکڑنے والے ہیں
تو خلیل وقتی اے خوشیدیش
اے بخشش کے سرورج: تو خلیل دوزلوں ہے
زانکہ ہر مرغے از پنہا ز اغوش
اس لئے کہ ان میں سے ہر زاغ صفت پرند
چار وصف تن چو مرغان خلیل
ہر کے چاروصف حضرت خلیل کے بندوں کے
لے خلیل اندر خلاص نیکو
لے خلیل: اچھے اور نیکو کو نجات دلانے کیلئے
گل توئی و غلہ گان جزائے تو
تو محمود ہے اور سب تیسرے اجسماء میں
از تو عالم روح زارے میثود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنی ہے

چار مرغ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چاروں عقل کی چار مرغ ہیں
ایں چہار اظہار زمین را بلش
ان چاروں کو پرندوں کو مار ڈالوں
ہست عقل عاقلانرا دیدہ کش
مفسندوں کی عقل کی آنکھ نکال بیٹے دلا ہے
بسمل ایشان دہ جائز ایں
ان کا قرائی کرنا جانی کو راستہ دکھاتا ہے
سر بر شاں تار ہر پایا ز سک
ان کا سرخ کر دے تاکہ پاؤں بندش سے بچا جائے
بر کشا کہست پاشاں پائے تو
کہہ دے کہ ان کا پاؤں تیسرا پاؤں ہے
لشت صد شکر سوائے میثود
ایک سواہر شکرلوں کی مدد میں جاگے

لے تفسیر حضرت ابراہیم
سے فرمایا جس کو اگر تجھے جہاں ہی
صفت زندہ کرنے اور جانے
میں شک ہے تو چار پرندوں
کو ذبح کر ڈالو۔ چار پرندوں
موت کو زامرخ تھے مرنے والے
فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں
سے انسان کی چاروں صفت
نما دیں جو انسان کے لئے
حقیقت ہیں۔ اے انسان ان صفات کو ازالہ
کر دے تو حقیقت میں جہان
بے بیخ سے مار دوس اور ک
مار دقت جاہ کو تے سے
مار دقت اور مرض سے آزاد
شہرت ہے۔ چار مرغ سزا
کا ایک طریقہ تھا۔ تو خلیل
اگر فسان ابراہیم میں اندھ
کی طرح حقیقت میں بننا
چاہتا ہے تو اس کو بھی ان
چار وصفوں کو یاد دہانا چاہیے
زانکہ یہ چاروں صفات جو
کی ناصت پر کھینچی ہیں تو اس
سے بچنے کے لئے ان کو نکالنا

ہے یہ بھی انسان کو اندر
کردیجی ہیں جس شخص
ان چاروں صفتوں کو ملا
اگل جان حقیقت کے ساتھ
بروئے گی۔
لہٰذا یہ سبیل جیسی اسے
خسام اللہ کی زندگی میں سے
صفت ذہیر کو دور کر دینے
تاکہ کھوسلک میں سیر حاصل
ہو جائے۔ جو ترقی دینے کے
کے انہی کی طرح ہوتے ہیں۔
ان ترقی سے دوسرے سے عام
فائدہ اڑا کر بنا ہوا ہے۔

لہٰذا جو آپ ہیں
پر حکومت کرنے میں
توفیق، اہلی کے مستحق
ہوئے۔ ستر ستر۔ ان روزوں
کے ازالے میں جانتے سمری
حاصل ہو جائیں۔ بعد اسی
چار ہندوں میں انسان جن
پاخصلیں ہیں۔
لہٰذا بعد اسی سے روحانی
حاصل ہے اور اس سے مراد
انسانی شہرت سے مراد
مراد انسان کی جاہ ملی ہے
اور اس سے مراد انسان
کی ترقی ہے۔ ترقی۔ ایک
انسانی زندگی یہ ترقی جو
کسی کو دینی زندگی میں
کے لئے حاصل ہو جائے۔
کہ اگر وہ دنیا پر جائے۔
تاکہ انسان کی مرضی
کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی
چوٹی کے ہر ایک کی ترقی میں
کاڑی پوری ہے۔ لہٰذا
اللہ کے حکم میں ہے اس
لئے صرف تم کو دیکھو
کے لئے یہ ترقی جو
جلد جلد ترقی میں ہوتا
ہے

زانکلیس تن شد مقام چارخو
کیونکہ یہ جسم چار مادوں کا مقام ہے
خلق را گر زندگی خواہی ابد
اگر آپ دیکھیں کہ ابدی زندگی چاہتے ہیں
باز شاں زندہ کن از نوع دگر
پھر ان کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے
چار مرغ معنوی را ہزن
یعنی چار ذراکو پرندوں نے

چوٹ امیر مجملہ دہلہ شامی
جب آپ تمام دلوں کے مالک بن جائیں گے
سمر بڑا پس چار مرغ زندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سمر تم کو دیجئے
بطوطا دوست زانگشت خروں
یعنی اور مور ہے، کو آہے اور ترنا ہے
بطرحص است خروں شہوت
حاصل ہونے اور شہوت مرقا ہے
منیتش آنکہ بود امید ساز
امس کی آرزو یہ امید بندھاتی ہے
بطرحص آمد کہ گوش در زمین
حاصل ہے کہ اس کی بوجی زمین میں ہے
یک زان بنو موعطل آل گلو
اس کا حق تھوڑی دیر پہلے ہی مسکن نہیں تھا
ہیچو بغیر چاہی کہ غامہ میسند
اس طیرے کی طرح جو ٹھکر کھڑا ہے
اندر انہاں می فشار دینک و بد
دیکھا دیکھا خیلے میں ٹھہرتا ہے

نام شاں شد چار مرغ فتنہ جو
ان کا نام فتنہ کے حیران ہار پر نہ پڑ گیا ہو
سمر بڑا پس چار مرغ شوم بند
ان بدبخت اور بد چار پرندوں کا سمر کر دیجئے
کہ نہ باشد بعد از ان نیشاں ضرر
کیونکہ جس کے اندر نقصان نہ ہوگا
کردہ اند اندر دل علقاں
دیکھیں کہ دل کے اندر دلی بستی لیا ہے

اندر پس دوراں خلیفہ حق توئی
پھر اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں
سمر مدی کن خلق نا پائندہ را
بانی دیکھیں کہ وہ دانی سب دیجئے
ایں مثال چار مرغ اندر نفوس
نفوس میں ہے چار پرندوں کی طرح ہیں
جاہ چوں طاووس زانگ آں منیت
تقریباً مور کی طرح ہے اور نفوس کا کڑا ہے
طا مع تابید یا عمر دراز
بیشکل کا لاجی یا دماز عمر کا لاجی
در تر و در خشک میجوید و پس
ترا و خشک میں دینے دھونڈتی ہے
نشنود از حکم جز امر کلوا
وہ نہ سنا دیکھ سوا کہ انہی نہیں سنتے ہے
زود زود انہاں خود پر میسند
جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے
دانہائے در و جہانت خود
سوائے کے دانے انہی چنے کے دانے

ایک سوار کی محنت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے۔
جس میں ہے چار خصلیں ہیں بلکہ چار پرندوں سے ترقی کر لیا ہے۔ یعنی ان خاص کے انالے اور فتنہ کی
نصیب ہوگی۔ ان شاں۔ ان چاروں صفتوں کو جس طرح ترقی دیکھو ان کی ترقی سے کچھ سکھو۔

تائب با باغی آید دگر
 ایسا ہو کہ کوئی دوسرا فیروز آجائے
وقت تنگ فرصت کنگر
 وقت تنگ ہے فرصت تھوڑی پر وہ نہ آجائے
اعتمادش نیست بر سلطان پیش
 اس کو اپنے شاہ پر ہوسہ نہیں ہے
لیک موہن ز اعتماداں جیتا
 لیکن موہن اس (آخری) زندگی کے ہوسہ پر
ایں است از فوت از باغی کاؤ
 وہ محرومی اور میرے سے مطمئن ہے کہ کدو
وایمن ست از خواجه تاشان کر
 اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے
عدل شہ را دید در ضبط خشم
 غلاموں کے معاملہ میں اس نے ارشاد کے انصاف
لاجرم نشاید و ساکن بود
 لا محالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے
پس تائی دارد و صبر شکب
 پس وہ آہستہ روی اور صبر شکب اختیار کرتا ہے
کیس تائی پر تور حمان بود
 کیونکہ یہ آہستہ روی اور صفائے کامیاب ہے
زانکہ شیطانش برتر اند ز فقر
 کیونکہ شیطان اس کو انصاف سے ڈرتا ہے
از بے بشنو کہ شیطان زو عید
 قرآن سے سن کر شیطان دھمکانے میں
تاخوری زشت و بڑی شست
 تا کہ تو جلدی میں بڑھ کھائے، بڑا کائنے
لاجرم کا فر خورد و رفت بطن
 لا محالہ کاسہ رسات پہنچے گا
 ہے وقت میں۔ سات۔ اتراں۔ اس۔ مقصد سے۔ لا فزون کی سیاہی تھوڑی کو سمجھانا ہے۔

میفشارد در محال او خشک تر
 وہ دوسرے میں خوف و ترس نہ ستا ہے
در نخل زد ہر چہ زو تر ہو قوف
 بے تاش جو کہ ہے اُسے بغیر کیے وجہ میں ہوتا ہے
کہ سب دا باغی آید بر پیش
 اس باغی میں، ایسا ہو کہ کوئی فیروز آجائے
میکنند غارت کھیل و باانات
 کھتا ہے، تاش اور قوف سے
می شناسد قہر شہ را بر عدو
 دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے
کہ نیاندش مژجم صرفہ بر
 کس سے فراغت کرے کہ وہ کائنات نہ بندھے
کہ نیار دگر دس بر کس ستم
 کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے
از فوات خط خود ایمن بود
 اپنے حق کے فراموشی سے مطمئن ہوتا ہے
چشم سیر و موثرست پاک جیب
 سیر چشم پر دوسروں کو ترجیح دینے والا ہو جائے
واں شتاب از ہر شیطان بود
 اور وہ جلد بازی شیطان حرکت ہے
بار گیر صبر را بکشد بعقر
 صبر کا رجحان اٹھانے کا پائوں کاٹ کھاتا ہے
میکنند تہدیت از فقر شدید
 تجھے سخت انصاف سے ڈھکتا ہے
نے مروت نے تائی نے ثواب
 زانسانیت اور آہستہ روی نہ ثواب
دین دل باریک لاغر فطن
 دینی اور دل بزرگ اور لاغر فطرت بھاری
 ہے وقت میں۔ سات۔ اتراں۔ اس۔ مقصد سے۔ لا فزون کی سیاہی تھوڑی کو سمجھانا ہے۔

تائب با باغی آید دگر
 ایسا ہو کہ کوئی دوسرا فیروز آجائے
 وقت تنگ فرصت کنگر
 وقت تنگ ہے فرصت تھوڑی پر وہ نہ آجائے
 اعتمادش نیست بر سلطان پیش
 اس کو اپنے شاہ پر ہوسہ نہیں ہے
 لیک موہن ز اعتماداں جیتا
 لیکن موہن اس (آخری) زندگی کے ہوسہ پر
 ایں است از فوت از باغی کاؤ
 وہ محرومی اور میرے سے مطمئن ہے کہ کدو
 وایمن ست از خواجه تاشان کر
 اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے
 عدل شہ را دید در ضبط خشم
 غلاموں کے معاملہ میں اس نے ارشاد کے انصاف
 لاجرم نشاید و ساکن بود
 لا محالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے
 پس تائی دارد و صبر شکب
 پس وہ آہستہ روی اور صبر شکب اختیار کرتا ہے
 کیس تائی پر تور حمان بود
 کیونکہ یہ آہستہ روی اور صفائے کامیاب ہے
 زانکہ شیطانش برتر اند ز فقر
 کیونکہ شیطان اس کو انصاف سے ڈرتا ہے
 از بے بشنو کہ شیطان زو عید
 قرآن سے سن کر شیطان دھمکانے میں
 تاخوری زشت و بڑی شست
 تا کہ تو جلدی میں بڑھ کھائے، بڑا کائنے
 لاجرم کا فر خورد و رفت بطن
 لا محالہ کاسہ رسات پہنچے گا
 ہے وقت میں۔ سات۔ اتراں۔ اس۔ مقصد سے۔ لا فزون کی سیاہی تھوڑی کو سمجھانا ہے۔

شرح

آدمی کے اندر چار اوصاف ہیں جو دل کو تکلیف دیتے ہیں اور وہ چاروں عقل کے لئے شگنہ ہیں پس اے صاحب عقل تاباں! تم اپنے وقت کے عقیل ہو تم کو چاہیے کہ ان چاروں راہزن پرندوں کو مار ڈالو۔ کیونکہ ان میں ہر جانور کو رے کی طرح عقلا کی عقلوں کی آنکھیں نکال لیتا ہے اور یہ چاروں اوصاف جسمانی جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ مثل ابراہیم خلیل اللہ کے جانوروں کے ہیں جن کو انہوں نے حکم سبحانہ، احیاء موتی کے مشابہہ کے لئے ذبح کیا تھا اور ان کا ذبح ہو جاناروح کو وصول الی الحق کا راستہ دیتا ہے پس اے خلیل وقت تم بھلے بُرے غرض کہ سب لوگوں کو ان کے پنجے سے چھڑانے کے لیے ان کا سراڑادو۔ تاکہ لوگوں کے پاؤں اس مانع سے چھوٹ جائیں جو ان کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں تم کو اوروں کے پاؤں ضرور کھولنے چاہیں تاکہ لوگوں کے پاؤں گویا کہ تمہارے ہی پاؤں ہیں۔ اسلئے کہ تم کل یعنی متبوع ہو اور سب تمہارے اجزاء یعنی تابع۔ تمہارے ایسا کرنے سے عالم پر روحانیت کا غلبہ ہوگا اور عالم روح زار بھاگے گا۔ اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ ایک سوار لشکروں کو سنبھال لیتا ہے۔ چونکہ جسم میں چار خصلتیں جاگزیں ہیں۔ جس کو چار فتنہ جو جانور کہتے ہیں اور جنہوں نے مخلوق کو تباہ کر رکھا ہے۔ اسلئے میں کہتا ہوں کہ اگر تم مخلوق کو ہمیشہ کے لئے زندہ کرنا چاہتے ہو تو اول ان بُرے اور منحوس چاروں جانوروں کے سراڑادو۔ اور ان کو پھر دوسری طرح یوں زندہ کر دو کہ یہ مطیع نفس نہ رہیں۔ اور نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بلکہ اس بقا بعد الفنا کے بعد مطیع عقل ہو جائیں۔ میں ہر اڑانے کے لئے تم سے اسلئے کہتا ہوں کہ ان چار راہزن جانوروں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور ان کو نقصان پہنچا رہے ہیں جبکہ تم ان جانوروں کو مار کر تمام دلوں پر مستطادان میں متصرف ہو جاؤ گے۔ اس وقت تم خلیفہ حق ہو گے

بایں معنی کہ اس وقت اس خلافت کا پورے طور پر ظہور ہوگا۔

پسے ان چاروں زندہ جانوروں کا سزا اڑا دو۔ اور مخلوق فانی کو حیات ابدی عطا کر کے اسکو دائم البقا کر دو۔

فائدہ: ان اشار میں یا تو خطاب خاص شیخ حسام الدین کو ہے کیا ہو ہر الہی یا مطلقاً مرشد کامل کو۔ یا ہر شخص کو۔ (تقدیر)

اب چاروں جانوروں کی تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار جانوروں کو مالا تھا۔ وہ یہ تھے بطخ، مور، کوا، مرغ۔ یہ چاروں جانوران چار معنوی جانوروں کے مشابہ ہیں۔ جو نفوس میں گھر کئے ہوئے ہیں اور وہ جانور یہ ہیں۔ حرص، شہوت، جاہ، طولِ اکل۔ پس بطشبیہ حرص ہے اور مرغاشبیہ شہوت، مورشبیہ جاہ اور کواشبیہ طولِ اکل آدمی کی طولِ اکل کی یہ کیفیت ہے کہ خواہ مخواہ امیدیں تراشتا ہے اور دنیا میں ہمیشہ رہنا یا کم از کم ایک عرصہ دراز تک رہنا چاہتا ہے۔ اسلئے اس کی اس طولِ اکل کو کوتے سے مناسبت ہے کہ وہ دراز عمر ہوتا ہے۔ حرص بطخ ہے کیونکہ وہ زمین میں منہ دئے ہوئے برو بکر میں

خزانہ ڈھونڈتی پھرتی ہے اور اس کا خلق ایک دم بیکار نہیں رہتا۔ اور وہ حکم کھلوا کے سوا کوئی اور حکم سنتی ہی نہیں۔ اس کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ٹسیرا جو کہ دو سروں کے گھرا جاڑتا ہے۔ اور جلد جلد اپنا تھیلہ بھرتا ہے اور جو کچھ بُرا بھلا اسے ملتا ہے خواہ موتی ہوں یا چنے سب کو بلا امتیاز تھیلے میں بٹھونس لیتا ہے۔ اور بدیں خیال کہ مبادا کوئی اور باغی آکر شریک ہو جائے تو خوشک سب کو گون میں بھر لیتا ہے اس کی نظریں وقت تنگ ہوتا ہے فرحت کم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی خوف زدہ بھی ہوتا ہے اس لئے جو کچھ ہی ملتا ہے بٹھول دیتا ہے۔ اسکو دیکھنے اپنی بخل میں بُرا لیتا ہے اسکو اپنے بادشاہ پر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ

ڈرتا ہے کہ مبادا کوئی باغی آجائے اور میرا مال چھین لے یا تم از کم اس میں
 شریک ہو جائے۔ یہ تو حالت اہل دنیا کی ہوتی۔ کہ وہ حق سبحانہ پر اعتماد نہ ہونے
 اور دنیا کو سطحی نظر بنانے کے سبب اس میں منہک اور اسی کی تحصیل میں مشغول
 ہیں۔ لیکن کامل الایمان لوگ اپنی حیات کے اعتماد پر صبر سکون کے ساتھ سامان
 دنیوی حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ قبل از استكمال رزق مر جائے اور رزق کے فوت
 ہو جانے اور باغی سے مامون ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ میرے دشمنوں پر
 غالب ہیں۔ وہ ہرگز ان کو موقع نہیں دے سکتے۔ کہ میرا حصہ اڑالیں اور وہ اس سے
 بے کھٹکے سے۔ کہ میرے ہم مشرب مومنین میرے مزاحم ہو کہ خود مال اڑالیں گے
 غرض کہ نہ اُسے دشمنوں سے ڈر ہے نہ دوستوں سے اندیشہ۔ اسلئے اطمینان کے
 ساتھ رزق مقدر حاصل کرتا ہے۔ اور جو کہ وہ انتظام رعایا کے بارہ میں بادشاہ کا
 عدل دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا اسلئے وہ جلدی
 نہیں کرتا۔ اور سکون سے کام لیتا ہے اور اپنے حصہ کے فوت ہونے سے بے کھٹکے
 ہوتا ہے۔ وہ نہایت تحمل اور صبر سے کام لیتا ہے اور نہایت سیرِ حثیم اور صاحبِ ثبات
 اور پاکباز ہوتا ہے۔

تحمل کو وہ اسلئے اختیار کرتا ہے کہ تحمل پر تو ہے حق سبحانہ کا۔ اور عجلت کو اسلئے
 چھوڑتا ہے کہ عجلت اثر ہے تحریک شیطان کا۔ کیونکہ شیطان فقر کی دھمکی دیتا ہے اور اس
 طرح اس پر اسبِ صبر کی کونجیں کاٹ کر اسے فنا کر دیتا ہے باور نہ ہو تو قرآن سے سن لو
 کہ وہ کہتا ہے الشیطان یجد کُم الْفُقَرَاء یعنی شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے
 اور مقصود اس دھمکی سے یہ ہے کہ تم ڈر کے مارے تحصیل دنیا میں عجلت کرو اور جلدی
 میں تمہیں بھلے بُرے کی تمیز نہ رہے اسلئے تم کھاؤ بھی بُرا اور کماؤ بھی برا۔ نہ تم میں
 انسانیت رہے نہ صبر تحمل اور نہ تمہیں ثواب ملے۔ یہی وجہ ہے کہ کافر حکمِ حدیث

رَبِّ سَبِّ مُرُو دِائِسَ حَدِيثُ مُصْطَفَى صَلَّی اللہ علیہ وسلم کہ
 اَظْهَرُ مِنْ صَلَّی اللہ علیہ وسلم کہ اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ
 الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءَ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعِيٍّ وَاحِدٍ
 کافران سب سے کھاتے ہیں اور مومن ایک کھانے میں کھاتے ہیں

کافران مہمان پیغمبر شدند
کافر، پیغمبر کے مہمان ہوئے

کامدیم اے شاہ مالہ نجا مونس
کہاے شاہ! ہم اس جگہ میں رہیں گے آئے ہیں

بینوائیم ورسیدہ مازدور
ہم بے سرو سامان ہیں اور دور سے آئے ہیں

رو بیا راں کرواں سلطان راو
اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رخ کر دیا

کفت اے یارانِ منجھمت لکھنؤ
فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کرو

پیر بود اجسام هر شکر ز شاه
هر شکر که جسم بد شاه عجب همه می
تو بخشید ز ذرات تن

نور بادشاہ کے فضل کی وجہ سے تلواریں ۱۲۷۱

شہ کے حانست شکر رازو

بادشاہ ایک جان ہے شکر اس سے بھرا جام

وقتِ شام ایساں مسجد آئند
شام کے وقت ”مسجدِ نبوی“ میں آگئے

اے تو مہاں دارِ سُکّانِ مُنقّ
اے وہ کہ آپ جہان کے بسنے والوں کے مہارِ جس

ہیں بیفشاں بر سرِ مافصل و نور
ہاں ہائے سرور پر مہربانی اور نورِ خضرِ دیکھے

دستگیر جملہ شاہان و عباد
جو تمام بادشاہوں اور غلاموں کا دستگیر ہے

کہ تمہا پر از من و خوئے منبید

راں زندہ کے لیے معذرا ادا جاہ
 اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلتے ہیں
 خوش

دور نہ برا ہواں چہ کم اید سرا
دور نہ بھائیوں پر تجھے کیا فتنہ آئے
عکس چشمہ رش ام گز : وہ منہ

روحِ حوں آستِ سہا حصارِ حوں

روح پانی کی طرح ہوا اور یہ جسم تہہ و کی طرح ابھی

کے فتنے جہان بھٹی ہوئے
عالمِ آراں صحرایہ کو رہا مسکلا
آکھنڈ ہو جادو جملہ کے جس سے
بندہ قیمت یعنی ہماروں
کو کایں میں باٹ نہ پور ہو
شاہ کی سیرت شکر کی یہ
انرا نماز ہوئی ہے۔

۱۷۔ جوشہ و دشمن پر
بارشا کو غصہ ہوا ہے اسی
خیال پر شکر کی نوا خواجے
ہیں سنو۔ بارشا شکر کے
لئے بنجر لڑ رہا ہے۔

آج۔ اگر بارشا خوب سیرت
ہے تو شکر بھی خوب سیرت
ہوتا ہے۔

۳۵ سلطان پیش۔ سورہ
عس آنحضرتؐ نے فرمایا ہے
آنش علیٰ ذی منہ کلہم
لوگ اپنے بادشاہوں کے
دین پر مومنے ہیں یہی صبا
راجہ ہیں ہرما۔ درجہ۔
ان بہانوں میں ایک بہت
پیش تھا۔ جسم تھے چونکہ وہ
بہت موٹا تھا اس کو کوئی
لپٹے گھر نے لگا۔ تیرہ بیسی
آنحضرتؐ کے تختے میں سات
کبریاں درود دینے والی
تھیں۔
۳۶ کز قسیم۔ یہ درود والی
کبریاں بنگلہ ذاتی تھیں
تاکہ ان کے وقت ان کا
درود دھوا جائے جوقرآن
تھیں بنگلہ انسان بسیار
خوب رہتا ہے۔ قز۔ کرکڑ
ہیں سے ایک بزم تھی جو
دو کوئی عوج کے اب کا نام
مشتق تھا سوانا نے اس کی
بری یادوں کی وجہ سے
اس کو قز کا بتا دیا ہے۔
ختم آو ختم آوڑہ۔ خاتون۔
آئینہ دار۔
۳۷ چلتے غوار۔ بسیار غور۔
بڑا۔ انعام۔ پیش چونکہ
لڑائی کا اس پر وقت آتا تھا۔
درنگد یعنی درخیز کرکڑ کے
میں ڈال دیا۔ تقاضا یعنی
اس کو یہ پیش کی وجہ سے
تقاضا حاجت کا تقاضا
اور پیش میں درود ہوا۔
۳۸ ترک دن ہاں نے
دروازہ کھلنے کی بہت
تہمیدیں کی تھیں دروازہ
نہ کھلا۔ قید کرد۔ اس نے تقاضا
حاجت کو دینے کی یہ تہمید
کی کہ سو گیا۔ جبرہ۔ اس نے

آب رُوح شاہ گزیریں بُود
اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی چھڑتا ہے
کر رعیت دین شہ دازندوس
کیونکہ رما یا نقطہ بادشاہ کا دین رکھتی ہے
ہر یکے یارے یکے مہاں گزید
ہر دوست نے ایک مہاں منتخب کر لیا
جسم مخفی داشت کس اُردا بُرد
بہاری جسم لکھا تھا اس کو کوئی نہ لیا
مُصطفیٰ بُردش چو دانا اندازہ نہ
چھپ رہے نہ کیا۔ مصطفیٰ اس کو لے گئے
کہ قسیم خانہ بُودنے بُزاں
جو کبریاں لکھ رہی تھیں
نان آتش و شیر آں ہر ہفت بُز
دوئی اور سان اور ان ساتوں کبریاں کا درود
جملہ اہل بیت ختم آلو شدند
تمام گودانے غمت میں بھروسہ گئے
معدہ طبع خوار ہیمو طبل کرد
بیٹوں سے معدہ اصل کی طرح کر لیا
وقت خفتن رفت در حجرہ نشست
سوئے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا
از بُرون زنجیر در را در فلکند
باہر سے دروازے کی زنجیر نکلا دی
گبرا از نیم شب تا بھسدم
کائنات کو آدمی رات سے صبح تک
از فراش خوش سوئے در شفت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا
در کشاں جلد کرداں جلد ساز
اس سکار نے دروازہ کھلنے کی تہمید کی
شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گزرتنگ ہو گیا

جملہ خواہ پُر ز آب خوش شود
ساری نہریں پینے والی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں
ایچنین فرمود سلطان عیسیٰ
(سورہ) عیسیٰ کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے
در میاں بدیک شکم ز وقت غنید
ان میں ایک بڑا اور سرکش تھا
ماند در مسجد چو اندر جام درود
وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں نمٹ
ہفت ہز ہز شیرہ اندر مرہ
گتھے میں سات کبریاں درود دانی تھیں
بہر دو مشیدن بکافق وقت خول
دستر خوان کے وقت اُٹھنے کے لئے
خور داں بو قحط عوج ابن غور
وہ قحط زدہ عوج۔ غور کا بیٹ لگا گیا
کہ ہمہ در شیر بُز طامع بُند
کوب کبریاں کے درود کے اُٹھنا دیتے
قسم ہز وہ آدمی تنہا بخورد
اٹھنا آدمیوں کا حق تنہا کھا گیا
پس کنیزک از غضب در رابست
لوٹری نے غمت سے مدعاہر بند کر دیا
کاز و بد چشم گلیں و در و مند
کیونکہ وہ اس سے غمت میں اور بند ہو تھی
بس تقاضا آمد و در و شکم
بہت تقاضا اور پیش میں درود ہوا
دست بردر چوں نہاد او بستنیا
جب دروازہ پر آئے لکھا اس کو بند پایا
نوع نوع و خود نشاں بندبا
طرح طرح ایک۔ وہ دروازہ نہ کھلا
ماند او حیران و میدمان ونگ
وہ حیران اور پریشان اور اپنا ہر گیا

حیلہ کر دو خواب اندر خزید
 اس نے تہمیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا
 زانک ویرانہ بیدار نہ خاطر شش
 کیونکہ اس کے باطن میں ویرانہ تھا
 خویش در ویرانہ حالی چو دید
 جب اس نے اپنے آپ کو نکالی ویرانہ میں لکھا
 گشت بیدار و بیدار آن جا نہ خواب
 بیدار ہوا اور اس نے سرنے کا ستر لکھا
 زاندر وین او برآمد صد خروش
 اس کے دل سے یہ نکلے وہاں آہیں نکلیں
 گفت خوابم بد تر از بیداریم
 بلا تیرا سنا میری بیداری سے بہتر ہو
 بانگ می زد و اثبور و اثبور
 ہلے ہلکے ہلے ہلکے کا شور کرتا تھا
 منتظر کہ کے شود اس شب بسر
 اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہوگی
 تاگر زرد او چو تیرے از کمال
 تاکہ وہ مکان سے تیرے طرح بھاگ جائے
 قصہ بسیار است کوتہ میکنم
 قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں

خوشتن در خواب در ویرانہ بند
 اس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں لکھا
 شذ خواب اندر ہما نجا منتظرش
 خواب میں ہی اس کی اسی بجز نظر نہ رہی
 او چنان محتاج اندر دم پرید
 اس ایسے ضرور تہمیر نے نوز گاہ دیا
 پر حضرت دیوانہ شزار ضطراب
 نہایت سے ہوا ہوا پریشانی سے ویرانہ ہوا
 زیں چنیں رسوائی بے خاک پوشش
 یعنی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے
 کار نی کم بد تر از بد کاریم
 میری نیکی میری بد کاری سے بھی بہتر ہے
 آنچنان کہ کافران و زشتوز
 جس طرح کافر حشر کے دن (کر رہ گئے)
 تا بر آید از گشت دن بانگے کر
 تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے
 تا نہ بیند بیچکس او را چنناں
 تاکہ اس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے
 باز شد آں در در نیدار و در و دم
 دروازہ کھلا اس کو در و در سے نہایت

لے پر حضرت ہیں پانچا
 میں منتنا ہوا
 —————
 دل میں اس نازیا حرکت
 سے بہت سی پریشانی
 پیدا ہو گئیں۔ گفت جاگئے
 میں زیادہ کیا سوتے ہیں
 بستر پر پانا نہ ہوا۔
 لے بانگت۔ گفتار حشر کے
 دن ناو لاوا اثورا ہلے تاکہ
 اے ہلکے کہیں گے حشر
 حشر۔ تیرے یعنی رات کب
 ختم ہوگی۔ چنانچہ یعنی پانچا
 میں منتنا ہوا۔

شرح

کچھ کافر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مہمان
 ہوئے اور شام کے وقت مسجد نبوی میں آئے اور اگر عرض کیا
 آپ تمام عالم کے مہربان ہیں کیونکہ جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے آپ ہی کے طفیل میں ملتا
 ہے۔ ہم بھی آپ کے مہمان ہیں ہم مفلس ہیں اور دور سے آ رہے ہیں آپ ہم پر عنایت
 اور نوبر برساویئے! یہ شکر وہ شاہ اور تمام بادشاہوں اور دیگر بندوں کے دستگیر
 اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ صاحبو! ان کو تقسیم کر لو کیونکہ تم مجھ سے

اور میری خصلت سے پر ہو۔ اسلئے تم کو اسگ گرائی نہیں ہو سکتی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر شکر بادشاہ سے پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سلطان کے دشمنوں کے تلواریں مارتے ہیں اور تم اپنی بھائیوں کے تلوار مارتے ہو بادشاہ ہی کے غصہ سے مارتے ہو ورنہ اپنے بھائیوں پر تمہیں کبھی غصہ آ سکتا ہے اور تم اپنے بھائیوں کے بدوں اس کے کہ انہوں نے تمہارا کوئی قصور کیا ہو۔ بادشاہ کے غصہ کے عکس سے تلوار مارتے ہو۔

اسگ ثابت ہوا کہ بادشاہ ایک جہان ہے اور شکر اس سے پر ہے اور بادشاہ کی روح بمنزلہ پانی کے ہے اور سپا ہیوں کے اجسام بمنزلہ نہروں کے۔ [فائدہ: مقصود اسگ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ کی روح حقیقتاً فوج میں حلول کئے ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ شکر بادشاہ کے خیالات سے متاثر ہوتے ہیں] یہ بھی وجہ ہے کہ اگر آب روح شاہ شیریں

ہوتا ہے تو تمام ندیاں شیریں ہوتی ہیں۔ اور اگر شور ہوتا ہے تو وہ بھی شور ہوتی ہیں یعنی بادشاہ اگر اچھا ہوتا ہے تو رعایا بھی اچھی ہوتی ہے اور اگر بُرا ہوتا ہے تو رعایا بھی بری ہوتی ہے۔ ————— کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں خیر! یہ مضمون تو استطراوی تھا۔ اب سنو! کہ ہر ایک صحابی نے ایک ایک مہان باٹ لیا۔ ان میں ایک مہان بڑے پیٹ والا کا فر تھا چونکہ اس کا جسم بہت بڑا تھا اسلئے اسے کوئی نہ لے گیا اور وہ مسجد میں یوں رہ گیا جیسے جام شراب میں پلٹھ۔ پس جبکہ وہ سب پنج رہا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر لے آئے آپ کے

گلہ میں سات بکریاں تھیں جو کہ دودھ دیتی تھیں اور مکان پر اس غرض سے موجود تھیں کہ کھانے کے وقت ان کا دودھ نکال لیا جائے۔ پس وہ شب بھوکا شبیہ عوج بن عتیق تمام کھانا کھا گیا اور تمام بکریوں کا دودھ پنی گیا۔ چونکہ تمام گھریلے دودھ کے طبع میں

تھے اور اس نے کسی کے لیے ہی نہ چھوڑا۔ اسلئے سب کو اس پر غصہ آیا۔ القصہ !
 اس بیار خور نے اپنے معدہ کو ڈھول سا بنالیا اور اٹھارہ آدمیوں کا کھانا اکیلا کھا
 گیا۔ جب سونے کا وقت آیا تو حجرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ غصہ کے سبب ایک لوٹری
 نے آکر آگے سے دروازہ بند کر دیا اور باہر سے زنجیر لگا دی کیونکہ وہ اس پر بہت
 غصہ تھی اور اسلئے تکلیف پہنچی تھی۔ اور اس کافر کو آدھی رات سے صبح تک
 قضائے حاجت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی رہی اور پیٹ میں درد بھی رہا۔ اسی
 اثنائیں وہ اپنے بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا جب دروازہ کھٹک لگایا
 تو اُسے بند پایا اس چلاک نے دروازہ کھولنے کے لیے طرح طرح سے تدبیریں کیں
 مگر دروازہ نہ کھلا۔ اُس کو قضائے حاجت کا تقاضے پر تقاضا ہونا تھا ادھر مکان ..
 تنگ تھا اسلئے وہ سخت پریشان اور بے چارہ حیران تھا بالآخر وہ کسی تدبیر سے
 سو گیا تو اُس نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں جو کہ بیزاری میں اُسے جنگل
 کا بہت خیال تھا کیونکہ اسے قضائے حاجت کی ضرورت تھی اسلئے خواب میں بھی
 اُسے وہی نظر پڑا۔

القصہ ! جب اُس نے اپنے کوسنسان جنگل میں دیکھا تو اسے ضرورت تو تھی ہی
 فوراً پانخانہ پھر دیا۔ جب آنکھ کھلی تو اُس نے کڑوٹوں کو گودہ میں لٹھڑا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر
 فرط اضطراب سے دیوانہ ہو گیا اور اس رسوائی کے سبب جس کو خاک بھی نہیں دبا
 سکتی تھی۔ اس کے دل سے آہیں نکلتی تھیں اور کہتا تھا کہ میرا سونا تو جاگئے سے بھی
 برا نکلا اور جس کام کو میں اچھا جانتا تھا وہ تو اسلئے بھی بُرا نکلا جس کو میں بُرا سمجھتا تھا۔
 الغرض وہ ارے میں تباہ ہو گیا۔ اے میں برباد ہو گیا کے یوں نعرے مارتا تھا۔ جیسے
 کافر قیامت میں نعرہ لگائیں گے۔ اور منتظر تھا کہ کب یہ رات ختم ہو کہ دروازہ کھلنے کی
 آواز آئے تاکہ میں یوں سٹک جاؤں جیسے کمان سے تیر۔ تاکہ کوئی شخص مجھے اس

حالت میں نہ دیکھے خیر قصہ تو لمبا ہے مگر میں اسے مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ
اللہ اللہ کر کے دروازہ کھلا اور وہ اس تکلیف اور غم سے چھوٹ گیا۔

در حجرہ کشادہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمان خود و خود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرہ کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو
راہنہاں کردن تا او خیال در کشا بندہ را نہ بیند و محفل
چھایا نہ تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پرچائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ
نشود و گستاخ بیرون رود
ہو اور بے دھوک باہر چلا جائے

سے مصطفیٰ۔ آنحضرت کو
مہمان کی یہ حرکت کسی طرح
معلوم ہو گئی تھی —
دروازہ اس نے نہ کھولا کہ
اُس کو خوب شرم نہ لگی ہو جو
اُس کے ایمان لانے کا سبب
بن جائے۔ تا نگردد۔ آنحضرت
دروازہ کھول کر خود چلے گئے
تاکہ اُس کو یہ شرم نہ لگی
نہ ہو۔

صبح آں گمراہ را اُوراہ داد
صبح کو اُس گمراہ کو نبیوں نے راستہ دیا
تا نگرددش مساراں مبتلا
تاکہ وہ مصیبت کا راستہ نہ مندہ نہ ہو
تا نہ بیند در کشا را پشت رو
تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کے
از ویش پوشیدہ مان خدا
ان کو اُس سے خدا کے واسطے چھایا
پروردہ یحیوں براں ناظر تند
بے کیفیت کا پروردہ دیکھنے والے پر پڑا ہے
قدرت یزدان زینش ریش
اللہ اقلے کی قدرت بیش از بیش ہے
لیک مانع بود فرہای ریش
لیکن اُن کے اپنے اللہ اقلے کا حکم مانع رہا
تا نہ افتد زان فیضیت در چہ
تاکہ وہ اُس زوال سے کمزوری میں نہ گرے
تا نہ بیند خویش را و چنان
کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں نہ دیکھے

مصطفیٰ صبح آمد و در را کشاد
صبح کو مصطفیٰ آئے اور دروازہ کھولا
در کشاد و گشت نہاں مصطفیٰ
دروازہ کھولا اور مصطفیٰ چھپ گئے
تا بروں آید رو گستاخ او
تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھوک چلا جائے
یا نہاں شد در پس دیواریا
یا تو دیوار کے پیچے چھپ گئے یا
صبغتہ اللہ گاہ پوشیدہ کند
اللہ تعالیٰ نے گاہ پوشیدہ کیا ہے
تا نہ بیند خصم را پہلوئے خوش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے
مصطفیٰ می دید احوال شبش
مصطفیٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے
تا کہ پیش از جہط بکشا ید رہے
تاکہ صبح کے اوجھ سے پہلے وہ رات کھولیں
لیک حکمت بود و امر آسمان
لیکن حکمت تھی اور آسمان کا حکم

لئے یا نہاں حضور با خود
چھپے تھے یا نہانے آپ کو
اُس کی نگاہوں سے چھپا
یا نہاں صبتہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ
کبھی آنحضرت پر ایسا پردہ
ذوال دینا ہے کہ انسان اپنے
پیشرو کے دشمن کو نہیں دیکھ
سکتا۔ مصطفیٰ۔ آنحضرت کو اُس
کے احوال کا مہم پر گیا تھا
لیکن خدا کی قسم احوال رات
کو دروازہ نہ کھولیں
تو خطہ دعا کو یعنی صبح
ماتن۔ بیکت۔ شب میں
دروازہ نہ کھولنا بغیر اُس
کے ساتھ دشمن جس کی اُس
میں ہی اُس کی جھلکی مضمحل
تھی چو کہ جب اُس کا فر
نے صبح کو دروازہ کھولا دیکھا
چپکے سے اُس کا غصہ لگ
اُن صاحب کے لئے مناسب
تھا کہ وہ اُس پائاد کو خود رو
دیتے۔

بس عداوت ہا کہ آں یاری بُود
 بہت سی حدتیں ہوتی ہیں کردہ وستی ہوتی ہیں
 چونکہ کافر باب را بکشا وہ پید
 جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا
 جامہ خواب پر حدت یک فضول
 سننے سے بچنے کو ایک سادہ لوح
 کہ چنیں کر دست مہانت ہیں
 کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے
 کہ بیا آں مطہرہ اینجا بہ پیش
 کہ وہ لوٹا سامنے لے آ
 ہر کسے می جت کز بہر خدا
 ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے
 ما بشویم ایں حدت را تو بہل
 اس لئے کہ ہم دھوکے پہ بنے ہیں
 اے نعم کر مثر احق عمر خواند
 لئے تیری جان کی قسم ادا ہے اللہ نے فرمایا
 ما براری خدمت تو میں نیم
 ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں
 گفت آن انم ویک ایں ساعت
 فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے
 منتظر ہوں نہ کیں قول نبی ست
 وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبی کا فرمان ہے
 او بجد می شست آں حدت را
 وہ ان محاسن کو کوشش سے دھوئے تھے
 کہ دش می گشت کیں را تو بشو
 ان کا دل کہ راجا کہ اس کو آپ خود دھوئیں

بس خرابیہا کہ معساری بُود
 بہت سی برادیاں ہوتی ہیں کردہ آبادی ہوتی ہیں
 نرم نرمک از کیں بیرون وید
 گھات سے آہستہ آہستہ ہر جگہ گیا
 قاصدا آور در پیش رسول
 جان بوجہ کہ آنحضرت کے سامنے لے آیا
 خندہ ز درخت لکھا لیں
 جہانوں کی رحمت شکر کا دیئے
 تا بشویم جملہ را با دست پیش
 تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دیں
 جان ما وجیم ما شرباں ترا
 ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان کر
 کار دستت ایں نمطن کارل
 یہ ہاتھ کام ہے، یہ کر دل کا
 پس خلیفہ کرد و بر کرسی نشاند
 بہ تمام مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا
 چوں تو خدمت می کنی پس انکیم
 جب آپ خدمت کریں تو پھر ہی کیا ہیں؟
 کہ دریں شستن بخویشم حکمت
 کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے
 تا پدید آید کہ ایں سرا حیت
 یہاں تک کہ مسلم جو کہ یہ کیا راز ہے؟
 خاص ز امر حق نہ تقلید لیا
 خاص اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ تقلید اور دیکھا
 کا ندر اینجا ہست حکمت تو تو
 کہ جس جگہ میں یہ چیز حکمتیں ہیں

تلا کر کہیں ان صاحب
 آنحضرت کو کہہ کر کہ
 مطہرہ روا کر کے ہر مہمان
 نے خوشی کی کہ باغات خود
 دھوئے۔ یہ کہہ کر ان صاحب
 صاحب کے لئے دل دھو کر
 تھے۔

لے لئے، زبان پاک میں جو
 لَعَنُوا لَكَ يَا مُنْكَرُ
 یعنی ہتھوں، تیری عمر کی قسم
 وہ اپنی قسمیں ادا کر رہے ہیں
 ہیں، خدا نے آنحضرت کی عمر
 کی قسم کھائی اور قسم نات و
 صفات خداوندی کی کھائی
 جاتی ہے تو گویا آنحضرت کی عمر
 کو اپنی صفت قرار دے۔
 آپ ہماری زندگی کا مقصد
 آپ کی خدمت ہے، اگر
 ہم خدمت نہ کریں تو زندگی
 بیکار ہے۔
 لے کر اور یہ آنحضرت نے
 فرمایا ایں سب باتوں کو مجھے
 یقین ہے لیکن باغات خود
 میں اپنے ہاتھوں سے شستو
 آدمی میں عکس ارشاد ہے۔
 ایں اسرار میں خود دھونے
 کی حکمت کو دیکھیں، اگرچہ
 آنحضرت اپنے ہاتھوں کی بات
 کو خدا کی حکم سے دھو رہے
 تھے ایسے کسی را اور تقلید
 کو دھوئے نہ تھا، شرف ستا
 ہوا۔

شرح

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے
 اور دروازہ کھولا اور صبح کو اس کافر کو نکلنے کا راستہ دیا جس کی

تفصیل یہ ہے کہ آپ نے دروازہ کھولا اور خود چھپ گئے تاکہ وہ مصیبت زدہ شرمندہ نہ ہو اور بے تکلف باہر آجائے اور وہ دروازہ کھولنے والے کا چہرہ یا ہیئت نہ دیکھے جس کو وہ شرمندہ ہو۔ اب آپ کے اختفا کی دو صورتیں ہیں یا تو آپ دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا آپ ظاہر رہے مگر دامن حق سبحانہ نے اس آپ کو چھپایا یعنی چونکہ آپ خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے اور اس کی صفات سے متصف تھے اور حق سبحانہ کی ایک صفت بطون و خفا بھی ہے اسلئے آپ مخفی ہو گئے ہوں گے کیونکہ کبھی رنگ خدا ہی منبغ کو چھپا لیتا ہے اور بے کیف پردہ دیکھنے والے کی آنکھوں پر ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مخالف کو اپنے پہلو میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تم اس کو بعید نہ سمجھنا۔ اسلئے کہ حق سبحانہ کی قدرت اس بے انتہا زائد ہے۔ پس ایسا کرنا اس کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں۔

القصرہ! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رات کی حالت کو باعلام الہی دیکھ رہے تھے۔ مگر حکم الہی آپ کو دروازہ کھولنے سے مانع تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ صبح سے پیشتر دروازہ کھول دیں تاکہ صبح کو رسوائی کے سبب وہ کنوئیں میں ڈوب مرے مگر حکمت حق سبحانہ اور امر الہی یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے کو رسوا دیکھے اسلئے نہ کھول سکے۔

[خاندہ کا میرے نزدیک تاکہ پیش از خط الخ کی تقدیر او میخواست کہ پیش از خط الخ ہے۔ ولم حصل ما قال المحشون] گو آپ کا یہ فعل بظاہر مخالفت تھا مگر نتیجہ اس کا بہتر تھا اور یہ کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ بہت سی عداوتیں ایسی ہوتی ہیں جو مال کے لحاظ سے دوستی ہوتی ہیں اور بہت سی ویرانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا انجام تعمیر ہوتا ہے لہذا وہ عداوتیں اور ویرانیاں قابل قدر ہوتی ہیں نہ کہ قابل ناگواری۔

الغرض! جب اس کا فخر دروازہ کھلا دیکھا تو دبے دبے پاؤں حجرہ سے

باہر بھاگ گیا جب وہ مکمل گیا اور کوئی شخص اندر پہنچا تو وہ اس گودہ میں لھڑے ہوئے
 پکڑے کو بالقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور کہا کہ ملاحظہ
 فرمائیں حضور کے مہمان نے یہ حرکت کی ہے۔ رحمت للعالمین نے دیکھ کر تبسم فرمایا۔
 اور فرمایا کہ لوٹا لاؤ۔ ہم خود اپنے ہاتھ سے اُسے دھوئیں گے۔ یہ سنکر یہ
 شخص دوڑا اور عرض کیا کہ آپ کے ہماری جانیں اور ہمارے جسم قربان ہوں برائے خدا
 آپ رہنے دیجئے اس نجاست کو ہم دھوئیں گے ہم بمنزلہ ہاتھ کے ہیں اور آپ
 بمنزلہ دل کے۔ یہ کام ہاتھ کا ہے نہ کہ دل کا۔

حق سبحانہ نے آپ کو یعنی آپ کی حیات کو اپنی حیات کہا ہے۔ اس بنا پر آپ کو
 اپنا خلیفہ کر کے خلد میں اپنی جگہ کرسی پر بٹھلایا ہے یعنی بجائے عمری کے عمر کہا ہے
 پس یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے ہم تو آپ ہی کی خدمت کے لئے جیتے
 ہیں۔ پس جب آپ کام کریں گے تو ہم کس مرض کی دوا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہی
 جانتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں میرے اس کو اپنے ہاتھ سے دھوئے
 میں ایک خاص مصلحت ہے جو تمہارے دھونے پر مرتب نہ ہوگی اسلئے میں اسے
 خود دھوتا ہوں۔ لوگ منتظر تھے اور جانتے تھے کہ کہیں جلدی سے ظاہر ہو کہ یہ
 کیا بھید ہے کیونکہ یہ نبی کا قول ہے جو غلط نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کوئی بھیید ضرور
 ظاہر ہوگا۔

غرض کہ آپ نے اسے خوب مل لال کے دھورہے تھے اور یہ بحکم حق سبحانہ تھا
 نہ تو کسی رسم کی پابندی کی بنا پر اور نہ دکھاوے کے لیے۔ امر حق ہم نے اسلئے
 کہا ہے کہ خود بخود آپ کا دل متقاضی تھا کہ اسے آپ خود دھوئیں کیونکہ اس میں
 بہت سی مصلحتیں ہیں؛

ملے تفرک۔ وہ مہمانی دینی
مورتی بھولی کر چکی تھی کہ
اگر وہ فرشتہ تھا تو کیوں مورتی
کی طرح نہ اس کو دوبارہ
لے کر پہنچا دیا۔

سبب رجوع کردن آں مہمان بجنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
اس مہمان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں وقت داپس آنے کا سبب جس
وسلم در اں ساعت کہ نہالین ملتوث اور ابدست مبارک
وقت کو وہ سننے ہوئے نہالوں کو اپنے دست مبارک سے دبوچے
خود می شست و غسل تدین او و جامہ چاک کردن نوحہ
تھے اور اس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر مسخرہ ہوتا اور کپڑے
کردن او بر خود و بر حال خود و مسلمان شدن
پہنا دینا اور دونا اور مسلمان ہونا

لے آئے۔ وہ مورتی کیلئے
وہیں کیا تو اس نے دیکھا کہ
آنحضرت اپنے دست مبارک
ان کی نجات دہرے ہیں۔
یہ آتش بیست و ستان کے
سلسلہ قرآن میں لایا گیا
ہے یہی اللہ تعالیٰ کی آیت ہے
تو کہ ہاتھ ان کے انصاف
اور ہے تو گویا اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت کو اپنا ہاتھ قرار
دیا ہے۔ یہ بخش۔ وہ آنحضرت
کے ان کریمہ اخلاق کو دیکھ کر
استغناء فرما کر مورتی کو
بھول گیا اور روزِ بار بار
سزاواروں سے ملنے لگا۔
خون بہا تو آنحضرت کو اس پر
ٹپس آئے۔
ملے تفرک۔ وہ نرسے اڑا تھا
اور کہتا تھا کہ آنحضرت کی مخالفت
سے ڈر رہے عقل منہ ستر
بے عقل۔ بے قدر۔ بے بے قدر
مٹی نہیں آنحضرت کی ذات
گواہی اسرار و کلام و جمود
ہے مہجین نہیں تو کہوں
اس کا کہنے کی کہ آنحضرت جو
میرزا عالم ہیں اور فدائی ضم
کے تابع ہیں اور میں جو غرض
کو نہ لاد و نہ کش نہ پائوں۔

کافر کے رامیکلے بد یادگار
اس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار تھی جس
گفت آں حجرہ کہ شب دایم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے راتِ یام کیا تھا
گرچہ شرمیں بود شرمش حرص بُد
اگر وہ شرمندہ تھا تو اس نے اپنی شرمندگی
از پے ہیکل شتاب اندر دید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا
کاں یذ اللہ آں حدث را ہم بخود
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اس نہایت کو غور
ہیکلش از یاد رفت شد بدید
مورتی اس کے حافظہ سے محو ہو کر پیدا ہو گیا
میز را و دوست را بر روبرو سر
وہ دفتر شتاب اور سر پر اڑا تھا
آنجہاں کہ خون زہنی و شرمش
اس طرح کہ اس کی ناک اور سر سے خون
نعرہ از خلق جمع آمد بر او
اس نے نرسے مارے لوگ انکے پاس جمع ہوئے
میز را و بر سر کے لے بے عقل سر
وہ سر پیش تھا کہ لے بے عقل سر

یا وہ دید از آواگشت و بمقار
اس نے اس کو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا
ہیکل آنجا بے خبر بگذاشت
لاٹھی میں مورتی اس جگہ چھوڑ آیا جہاں
حرص را ژور ہا سبک چیزیت خود
حرص اڑ رہا ہے بھرتی چیز نہیں ہے
در وثاق مصطفیٰ آں را بدید
مصطفیٰ کے حورے میں اس کو دیکھا
خوش می شوبہ کہ دورش چشم بد
بہت ابھی درح صدر ہے میں خدا کو نظر نہیں دے
اندر دوشوے گریبان را در دید
انکے اندک شرمندہ تھا جس نے انکے گریبان کو چھوا
کلہ را میکوفت بر دیوار و در
سہر کو در دیوار سے ٹکراتا تھا
شذر وان و رحم کر دآن بہترش
بہر بڑا اور ان بزرگوار نے اس پر رحم کیا
گہر گویاں ایہ الناس اِحذو
کا زکبت تھا اے لوگو! ڈرو
میز را و بر سینہ کا لے بے نور بر
وہ سینہ کو تھاتا تھا کہ لے بے نور جسم

سجدہ بیکر داؤ کہ اے کل زمین
 وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجھے
 تو کہ کئی خاضع امر وئی
 آپ جو کہ مجھ میں اپنے حکم پر مجھے کہتے ہیں
 تو کہ کئی خوار و لرزانی رتق
 آپ کہ مجھ میں اپنے غلطی کو اور اس سے لرزانی میں
 ہر زمان میگرد و روبر آسمان
 ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا
 چوں زہد بیرون بلرزید طیید
 جب وہ دوسے زیادہ لرزا اور خدا
 ساکنش کرد و بے بنواختش
 آپ کو سکون دینا اور سکونت فرانا
 تا نگرید ابر کے خند و چین
 جب تک ابر نہیں رہتا ہے چمن کب شکر آئے؟
 طفل یک وزہ ہمید اند طریق
 ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے
 تو نمی دانی کہ دایہ دایگان
 تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ
 گفت و لبنتوا کینا گوش دار
 اور چاہیے وہ بہت روئیں گے قول زیادہ کہ
 گریہ ابرست و سوز آفتاب
 ابر کا رونا بہ اور سورج کی جلن
 گریہ و سوز مہر و اشک ابر
 اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے
 کے بکے معمور اس ہر چار فصل
 یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟
 سوز مہر و گریہ ابر جہاں
 دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا شوز
 آفتاب عقل را در سوز دار
 عقل کے سورج کو شوش میں رکھ

شمر سارست از تو این جزو نہیں
 یہ ذلیل جزو آپ سے شمر منہ ہے
 من کہ جزو من ظالم ولد و غوی
 میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور نکرش امد گراہ ہوں
 من کہ جزوم در خلاف در سبق
 میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور نکرش میں ہوں
 کہ ندام روی ایں قبلہ جہاں
 کہ اس قبلہ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے
 مصطفیٰ آش در کنار خود کشید
 مصطفیٰ نے ایں کو اپنی جل میں بے مہا
 دیدہ آش بکشا دو داوا اشتا مش
 آپ کو بکس کہیں اور انھوں نے آنکھیں پانچ
 تا نگرید طفل کے جوش دین
 جب تک بچہ روتا نہیں ہے دھکے جوش آتے؟
 کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق
 کہیں رو بہ زوں تاکہ مہر بان دایہ آجائے
 کم دہد بے گریہ شیر اور امیگاں
 خواہ انھوں بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے
 تا بریزد شیر فضل کردگار
 تاکہ اللہ (خدا) کی رحمت دودھ بہاے
 استن دنیا ہمیں دور شستہ تاب
 دنیا کے خون بھی دوشے چھلانے دے ہیں
 کے شدے اجسام مازفت و طہر
 ہمارے جسم مونے اور بیماری کب ہوتے
 گریہ و سوز ایں تف ایں گریہ اصل
 اگر یہ جلن اور رونا بسیار نہ بنتا
 چوں ہمیدار جہاں خوش دل
 جبکہ دنیا کو خوش مشن بناتا ہے
 چشم را چوں ابر اشک افروز دار
 آنھوں کو ابر کی طرح آنسو بہا دینا رکھ

سے ہر زمان ۷۰ فرہو
 آسان کی طرف منہ کر کے
 کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل
 نہیں کہ آنسو دے کہ نہ رو
 ہوں چوں آنسو دے کہ نہ رو
 بہتاری کو کہ کو کہ آنسو دے
 دیا یا ساکنش آنسو دے
 ایں کو طہان دیا یا اور ایں
 کو نور باہان دیا فرادیا۔
 ہر آنسو کہ مقصد یہ ہے
 کہ وہ داری سے ہی مقصد
 حاصل ہوتا ہے طفل بچہ
 بھی جانتا ہے کہ کب تک
 نہ رو دے گا دایہ دایہ کہ بچہ
 تو نمی دانی بیکس ماض باغ
 انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے
 کہ رحمت خداوندی بیکس آہ و
 زاری کے شوق نہیں ہوتی
 ہے گفت قرآن میں ہے
 فلیفصحوا فلیفصحوا فلیفصحوا
 کیشیا۔ فصحوا فصحوا فصحوا
 رو دے کہ آہ و زاری کے
 اور سورج کی سوزش ہی
 دنیا کی تر دایہ ہے۔
 سورج کے سورج سے اگر دایہ
 سورج کی گریہ اور ابر کا پانی
 نہ ہوتا تو اجسام میں شوز نہ
 ہوتا فصل سال کی چاروں
 فصلوں کا بار سورج کی گریہ
 اور ابر کی بارش پر ہے۔
 آفتاب انسان کو بھی اپنے
 کمال کے عقل کا سورج
 اور آنسو میں آنسو دے
 تن جہم کی بار سورج کی
 فواں ہے۔

سے بزرگ تن جسم کی شانیں
دوس کی بزرگی ہے جسم کو
گھٹانا اور دوس کو بڑھانا
چاہیے۔ افرضا۔ قرآن
پاک میں ہے وافر ضواللہ
فرضا اختصار اور انہ
کو فرض سے دو سرانے
فرض کے سنی اذہ کے راست
میں بدن کو گھٹانے کے لئے
ہیں۔

۱۵۰ فرض وہ جہان ترک
کو کہ جو رحمت کی یہ ہیں
ہوگی۔ تن جسم جب جہان
فصلوں سے خالی ہوگا تو
اسرار و انوار سے پر جہان
زیں پیدای جہان ناہکی
دور ہوگی قیام کی ماس
ہوگی بجز تران پاک
میں ہے اما نوبہ اللہ
لینہ نہ تکتہ الخ
آمل اللہ و نطقہ کز
تظہیرا مشک خدا جاتا
ہے کہ ہے اہ بیت تم سے
بایدی نائل ہو جائے اور
وہ تمہیں باطن پاک کرے۔
دور جہان تدریں ترک
کرنے سے شیطان ڈرانا کہ
اور طرح طرح کے دوسرے
پیدا کرتا ہے۔

۱۵۱ جس بزرگ شیطان مختلف
جہازوں کے لئے سمجھا کر ان
کے کھانے کی ترغیب دیتا
ہے۔ جہ شیطان کہتا ہے کہ
جسم رزق کی سواری ہے
اس کو کروڑوں کرنا چاہیے۔
پہلی جس چیز کی طاقت ہو
وہ نہ چھوڑ دو نہ بیماریاں
و نہ کھڑی ہوگی خیر کیش۔
فیضان اپنے آپ کو عظیم
جالیہ پس پاک مختلف فرشتہ
دیتا ہے۔

چشم گریاں بابت چوں طفل خود
تھے چھلے بچہ کی طرح رننے والی نہیں رہیں
تن جو باہر گشت و زوشب انال
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وہ ہے ہمیشہ
برگ تن بے برگ کی جانتے دو
جسم کی سبزی جان کا بت جڑ ہے۔ جلد
لا فوضو اللہ فرض وہ زین گ تن
اللہ تعالیٰ کو فرض وہ اس جسم کی قافیہ ہے

فرض وہ کم کم ازین فقر تمنت
فرض دے اپنے جسم کے لئے کو کم کر
تن ز سرگین خوش چون علی کند
جب قریب کر اپنے پانے سے غافل کر دیا
زیں پیدای برہدو پاکی برود
اس ناپاکی سے نہایت پھانکا اور پاکی حاصل
دیو میر ساندت کیس ہیں وہیں
شیطان بچے ڈراتا ہے کہ اہمیں انہیں
گر گدازی زیں ہو سہا تو بدین
اگر تو ہیں ہوسوں سے بدن کو کھانے کا
ایں بخور گرم ست واروی مزاج
یہ کھانے۔ گرم ہے اور مزاج کا کم دوا ہے
ہم بدیں نیت کی اس تن مزاج
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے
ہیں مگر وہاں خود کہ پیش کی غفل
خبردار امارت نہ بدل نقصان ہوگا

ایں جنیں تہدید مال لیو دول
اس طرح کی دھمکیاں وہ کیونکہ شیطان
خوش جالینوس سازو در دوا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے
کیس ترا سودست از در دوی
کہ یہ درو اور دم تیرے لئے مفید ہے

کم خوراک نانا ز کرانان آتی برود
وہ روٹی نہ کھا تیری عزت کو برباد کر دے
شاخ جاں در برگ بیزست خوا
جان کی شاخ بہت ہموار و زان میں ہے
ایں بہا بد کا شستن آں را فرود
ایں کہ گھٹانا اس کو بڑھانا چاہیے
تا بروید در عوض در دل چین
تا کہ بدلے میں دل میں چین آئے

تا ناما مید و جتہ لا عین سوات
تا کہ جس کو آئینہ نے نہیں دیکھا وہ نہ دیکھنے
چہر ز مشک و در اجلائی کند
اجال کے موتی اور مشک سے بھرے
از لیلہ کرم تن او بر خورد
وہ تمہیں پاک کر دے جسے نہ جسم میں کھانا
زیں پشیاں گروی گروی حویں
اس سے ترش نہ ہوگا اور انگلیں بنے گا
پس پشیمان و عین خواہی شل
فرشتہ مندہ اور فکریں ہوگا

واں بیاشام از پے رفع علاج
اور نفع و علاج کے لئے دوا ہے
آنچہ خور دستا نشا صولبت
جس کی مسکرات ہے وہ اس کیلئے بہتر ہے
در دماغ و دل بزاید صد علل
دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوگی
آر دو بر خلق خواند صد فسوں
دوستانہ اور لوگوں پر سینکڑوں مہر پہنچا کر
تا فریب نفس بیمار ترزا
تا کہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے
گفت آدم را ہی در گد می
گہوں کے بارے میں آدم سے بھی کہا

پیش آ رہی ہے وہ مہبات را
اے ہائے اور انفس کو پیش کرتا ہے
پہنچو بہائے فرس و وقت فعل
بیکار فعل (ہندی) کے وقت گزرنے کے مترادف
گوشہایت گیر و چون گوش آپ
تیرے کان بولا ہے اور گونے کے کان کی طرح
برزند برپاات فعلے را اشتبا
تیرے پاؤں میں شیشیاں بڑھتا ہے
فعل او ہستان نزد در دروکار
اُس کا فعل دو کاموں میں ترقو ہے
آں بکن کہ بہت مختار نبی
وہ کہ جو نبی کا پسندیدہ ہے
حَقِّقَ الْجَنَّةُ بِحَقِّ مَحْفُوفِ گشت
جنت کو نہ جانے پایا ہے۔ لایہ سے دھانپا گیا؟
صدفوں دار در حیلست زردا
کمر اور چیلے کے سینکڑوں مترادف گشتا ہے
گر بُود آبِ نواں بر بند دوش
اگر بہت پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے
گر بُود کو ہے جو کہ بُر بایدش
اگر بہت بُرا ہو اُس کو نیکے کی طرح اُڑا دیتا ہے
عقل را با عقل یاے یار کن
عقل کو کسی دوست کی عقل لا دیتا

در لولیشہ پیچید او لبہات را
تیرے ہونٹوں کو دوری سے باز دیتا ہے
تا ثماید سنگ کتر راجہ فعل
تا کہ کتر پتھر کو مسل (سنگ) دکھا دے
میکشاند سُوئی حرص سُوئی کسب
حرص اور کمان کی جانب بھینچتا ہے
کہ بمانی تو زور در آں ز راہ
کہ تو اُس کی تکلیف سے راستے ترک نہ کر
ایں کُٹم یا آں کُٹم ہیں ہوشدار
یہ کہوں یا وہ کہوں خبردار! ہوشیار رہو
آں ملن کہ کرد مجنون صبی
وہ نہ کہ جو پاگل اور بہتہ نے کیا
بالمکارہ کہ از و افسر و گشت
نا پسندیدہ چیزوں سے جن کو اُسے بڑھا لکھا ہے
کاں کند در سئلہ گریہت از دل
کہ تو کوی میں حال دیتلے خواہ اُردا ہو
در بُود جبر زماں بر خند دوش
اگر عالم زمانہ ہو اُس کا ادق اُٹاتا ہے
دست بُردِ خوبش تن نہایدش
اپنے غلبہ کی اُس پر ناکش کرتا ہے
اَمْرُہُمْ سُورِی بخوان و کار کن
اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہو کہ پڑھ اور کام کر



لے آتا یہ شیطانی کی یہ
تمام باتیں اس نے ہی کہہ
خیر چیز کو خیراً بنا کر دکھا
مگر تجاہت شیطانی نہیں
کے کان پر دکر حرص اور حرص
کمان کی جانب لے جاتا ہے
برگزیدہ شیطانی مشابہت
اور دساں کے ذریعہ میں
راستے سے روک دیتا ہے۔
نقل۔ وہ شیطانی حرص میں
کوتلے وہ تر و دوس جتنا
کر دیتا ہے۔ آں بکن جب
تر و دہو تر و کام کر جی
نے کیا ہے طغوان اور غش
کام نہ کر محنت۔ جو ش
شریف ہے عقبت الجشت
جانتا گارہ جنت دل کی
نا پسندیدہ چیزوں سے
ڈھانپ رہی گئی ہے
لے مگر صحن شیطانی کو
ایسے نہ آئے ہیں کہ زور ہے کہ
ہی نوکری میں بند کر دیتا ہے۔
مگر تو شیطانی اپنے منہ کے
ذریعہ جانا در بار تک دیتا ہے
اور بڑے بڑے مالوں کا
خان اُڑا دیتا ہے پہاڑ تو کھا
بنا دیتا ہے اور اپنی چال کی
ناکش کرتا ہے۔
لے عقل شیطانی سے بچنے
کیئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل
سے وابستہ کر دے اور اُس
سے مشورہ کر لے۔ خواص
وہ یہاں عرب جس غلط
غالب کروا تھا اُس کی گریہ
وزاری پر اخصر نے اُس کو
بہت نوازا۔



شرح

اس کافر کے پاس ایک ہیکل (تعویذ) جو بطور یادگار کے تھا۔ وہ گم ہو گیا۔ اور اس کے گم ہو جانے کے سبب اُسے بے چینی لاحق ہوئی اس نے اپنے دل میں کہا کہ جس جُسرہ میں میں شب کو رہا تھا شاید اس میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہاں سے چل کر لانا چاہیئے۔ گو وہ شرمندہ تھا مگر اس کی شرم کو اس کے حرص نے کھو دیا۔ یہ حرص ایک اثر دھا ہے کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس خدا بچائے۔

الغرض! وہ اس ہیکل کی خاطر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر دوڑا ہوا آیا۔ وہاں آکر آپ کو دیکھا کہ آپ کا ہاتھ جس کو حق سبحانہ نے یہ اللہ فرمایا ہے۔ لہذا ہوا المراد ولا تلتف الی ما قال بحر العلوم

چشم بد دور اس نجاست کو خود بغایت بے تکلف دھور رہا ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ ہیکل کو تو بھول گیا اور اس کی اندر جوش اعتقاد سے ایک شورش پیدا ہوئی۔ اور اس کی اس شورش سے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ اور سر پیٹتا تھا۔ اور سر کو دیوار سے یوں ٹکراتا تھا کہ اُس کے ناک اور سر سے خون جاری تھا۔ یہ دیکھ کر سید البشر کو اس پر ترس آیا وہ بہت کچھ ہا ہو کر رہا تھا۔ جس لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کو سنبھالنے لگے مگر وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ سے الگ رہیں اور سر پھوڑنے دو۔ وہ اپنا سر پیٹتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اے بے عقل! سر! تو توڑ ڈالنے کے قابل ہے اور سینہ

کو ٹٹا تھا اور کہتا تھا کہ اے بے نور سینہ! تو پھاڑ ڈالنے کے قابل ہے وہ سجدہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کل زمین۔ تیرا یہ ذلیل جزو تجھ سے شرمندہ ہے کیونکہ تو جو کہ کل ہے۔ حق سبحانہ کے حکم کے ساتھ صرف گنہ ہے اور میں کہ تیرا جزو ہوں ظالم اور جھگڑاؤ۔ اور گمراہ ہوں جو کہ تیرے لئے موجب ننگ ہے اور تو جو کہ کل ہے۔ یہ خدا کے

سامنے ذلیل اور اس کے خوف سے لرزاں ہے۔ لیکن میں کج مزاج ہوں۔ اس کا مخالف اور اس کی حدود سے بڑھ جانے والا ہوں۔ وہ آسمان کی طرف منہ کئے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ میں اس قبلہ جہاں کو نہ میں منہ دکھلانے کے قابل ہوں [زمین کو قبلہ جہاں اس لئے کہا کہ وہ مرکز عالم ہے۔ وقال المحشون المراد من كل الارض ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن الارض ہو۔۔۔ العالم وليس كذلك کمالاً یخفی علی من له ذوق سلیم]

الغرض؛ جب کہ اس کا اضطراب اور بے قراری حد سے گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اسکو تسکین دی اور بہت کچھ نوازا۔ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اسے معرفت حق سبحانہ سے مالا مال کر دیا یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور رونے کی خوبی اور اسکی ضرورت بیان فرما کر اور اسکی ترغیب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ رونا اپنے اندر ثمرات عجیبہ رکھتا ہے۔ دیکھو جب تک ابر نہ رئے جن کیسے کھل سکتا ہے اور بچہ جب تک نہ رئے دایہ کا دودھ کیسے جوش میں آ سکتا ہے غضب کی بات ہے کہ ایک دن کا بچہ تو مانگنے کا طریق جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے رونا چاہیئے۔ تاکہ دایہ شفیق ہو کر مجھے دودھ پلائے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ مرنے میرے یعنی حق سبحانہ۔ اپنی خاص نعمتوں سے بدوں رئے اور بیٹھے بٹھلائے بہت کم کسی کو بہرہ ور کرتے ہیں۔ تم حق سبحانہ کا ارشاد وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا سُنُّوْا اور خوب رُو۔ تاکہ عنایت حق کا دودھ تم پر برس پڑے [فائدہ؛ جانتا چلے گی کہ آیت میں وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا سے طلب گریہ مقصود نہیں ہے بلکہ اسکی تویح و تقریع منافقین مقصود ہے۔ مگر مولانا علی سبیل الاعتبار یا بناء علی المشہوریہ کی تفسیر کی ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے] دیکھو!

گریہ ابر اور سوز آفتاب یہ دو بٹی ہوئی ڈوری ہی عالم کا ستون ہیں جس پر نقلے
 عالم کا مدار ہے کیونکہ اگر سوز آفتاب اور گریہ ابر نہ ہو تو ہمارے اجسام موٹے
 تازہ نہیں ہو سکتے۔ اور ہم بھوکوں مر جائیں اور اگر گرمی آفتاب اور گریہ ابر نہ ہو
 تو یہ چاروں فصلیں جو ہماری حیات کا مدار ہیں وجود میں نہیں آ سکتیں اور جب
 ہم زندہ نہیں رہ سکتے تو عالم قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ ان کا وجود انسان کے وجود
 کے تابع ہے۔ پس جب اصل نہ رہے گا تابع ہی نہ رہے گا۔ پس جبکہ
 معلوم ہو گیا کہ سوز مہر اور گریہ ابر ایسی عظیم الشان چیزیں ہیں کہ ان پر بقا عالم
 کا مدار ہے تو تم کو چاہیے کہ اپنے آفتاب عقل کو تاباں رکھو۔ تاکہ اس کی حسرت
 یعنی اثر سے تمہاری حالت درست ہو۔ اور اپنی آنکھ کو ابر کی طرح گریاں رکھو
 تم کو رونے والے آنکھ کی یوں ہی ضرورت ہے۔ جیسے چھوٹے بچے کی۔ کیونکہ جس
 طرح اسے رو کر دایہ سے دودھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بس ہم کو رونا
 چاہیے اور روٹی کم کھانا چاہیے یعنی تنعم میں نہ رہنا چاہیے بلکہ مجاہدہ و ریاضت کرنی
 چاہیے۔ کیونکہ روٹی (تنعم) تم کو حق سبحانہ کے نزدیک بے وقعت کرتی ہے۔
 اور چونکہ تنعم کے سبب تمہارا نفس ہمیشہ بُرا بُرا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے
 کہ تمہاری شاخ جان پت جھڑ اور خزاں میں مبتلا ہے یعنی خرابِ حستہ حالت میں
 ہے۔ یاد رکھو! کہ جس قدر نفس کی حالت ٹھیک ہوگی اُسی قدر روح کی
 حالت خراب ہوگی پس تم کو چاہیے کہ فوراً نفس کو گھٹاؤ اور روح کو بڑھاؤ۔
 حق سبحانہ، تعالیٰ فرماتے ہیں اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اور یہ امر
 اپنے اطلاق سے جس طرح الفاظِ مال کو شامل ہے۔ یوں ہی صرف نفس کو بھی شامل
 ہے۔ پس تم کو سلمان نفسِ خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہیے۔ تاکہ اس کے عوض
 میں تمہارے دل میں گلشنِ معارف پیدا ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ حق سبحانہ کو قرض

دو۔ اور نفس کی غذا کم کر کے اسکو خدا کی راہ میں صرف کرو۔ تاکہ اس کے صلہ میں تمہارے سامنے وہ نعمتیں جلوہ گر ہوں۔ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور آیا۔

پس جب کہ اس طریق سے نفس صفاتِ ذمیرہ سے جو کہ مثل گوہر کے ہیں پاک صاف ہو جاوے گا۔ اور مارہ سے مطمئن ہو جائے گا۔ اس وقت وہ صفاتِ حیرہ سے جو کہ بمنزلہ مشک اور بیش قدر موتیوں کے ہیں مالا مال ہوگا۔ اور اس بنجاست سے طہارت پاکر پاک صاف ہو جائے گا۔ اور حق سبحانہ تم پر بارانِ رحمت برسائیں گے جس سے تمہارا نفس تطہیر حق سبحانہ سے متمتع ہوگا اور بنجاستِ شیطانِی تم سے دور ہوگی۔

فیه اشارۃ الی قولہ تبارک وتعالیٰ وَیَنْزِلُ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّیَطْفِرَ بِهِ وَاَیْذُھِبَ عَنْکُمْ رِجْسَ الشَّیْطٰنِ۔

(فائدہ: واضح رہے کہ مولانا کے کلام میں جہاں کسی تن کو فنا کرنے اور اسکو گھٹانے کا حکم ہے وہاں نفس مراد ہے کیونکہ جسم کو کمزور مقصود شرعی نہیں۔ بلکہ نفس کو مارنا مقصود ہے پس اگر نفس کو جائز راحت پہنچائی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے) اب مولانا تن پروری کے منشا کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تم جو نفس پروری میں مشغول ہو۔ اور اسکو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو شیطان ڈراتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ دیکھو خبردار! تنعم میں کمی نہ کرنا ورنہ تم پشیمان اور مغموم ہو گے اور اگر تم نفس کو اس کی خواہشات سے رد کر اسے کمزور کرو گے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم پشیمان اور مغموم ہو گے پس تم یہ کھاؤ۔ کیونکہ یہ مزاج کی مصلح دوا ہے اور یہ پیو کہ اس سے تم کو نفع ہوگا اور تمہاری مرض کا علاج ہو جائے گا و علیٰ ہذا القیاس!

غرض کہ وہ تنعم ہی میں مصروف رکھتا ہے اور وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے وہ باقی رہنا ضروری ہے پس اسکو باقی رکھنا چاہیئے اور جن چیزوں کا یہ عادی ہے۔ وہ اسکو دینی چاہئیں کیونکہ یہ ہی اس کے لئے بہتر ہے۔

دیکھو عادت کو نہ چھوڑنا ورنہ نقصان ہوگا اور دل و دماغ میں سینکڑوں بیماریاں اٹھاؤ گے۔ غرض کہ وہ کمینہ شیطان سینکڑوں حیلے کرتا ہے اور مخلوق پر سینکڑوں تنتر چھوکتا ہے وہ اپنے آپ کو علاج میں جالینوس بنالیتا ہے تاکہ تمہارے نفس بیمار کو دھوکہ دے اور اسے خواہشات لالیعنی پر آمادہ کرے اور کہتا ہے کہ یہ شے تم کو تکلیف اور رنج سے فائدہ بخشنے گی تم کو اسے حاصل کرنا چاہیئے۔ اس کم بخت آدم علیہ السلام کو بھی گیبوں کے متعلق یہ ہی کہہ کر دھوکا دیا تھا۔ غرض کہ وہ بہت کچھ تجذیر کرتا ہے اور اس طرح تمہارے منہ میں لٹٹی دے کر تمہیں اپنے قابو میں کر لیتا ہے جس طرح کہ نعل لگانے کے وقت گھوڑوں کو ڈھانٹی دیکر قابو میں کر لیتے ہیں تاکہ وہ ایک نہایت حقیر چیز کو تمہاری نظر میں نہایت وقیع کر دیتا ہے اور وہ تمہارے منہ کان پکڑ لیتا ہے جس طرح گھوڑے کے کان پکڑ لیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے قابو میں کر کے وہ تمہیں حرص اور کسب غیر ضروری کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمہارے پاؤں میں شبہ کی ایسے نعل ٹھوک دیتا ہے۔ جس کی تکلیف سے تم راہ راست پر نہیں چل سکتے اور وہ یہ ہے کہ جس اچھے کام کا تم ارادہ کرتے ہو وہ اس میں۔۔ نقصان سمجھا کر تمہیں۔۔ مذہب کر دیتا ہے اور تم کہتے ہو کہ یہ کام کروں یا اس کے خلاف پس سے تم کو خیال رکھنا چاہیئے اور وہ کام کرنا چاہیئے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے اور وہ نہ کرنا۔ جو بچے اور دیوانہ یعنی اہل دنیا بے عقل

کرتے ہیں یہ ستم ہے کہ تمکو نفسِ شیطان کی مخالفت اور ترکِ تن پروری سے تکلیف ہوگی۔ مگر تم کو واضح رہے۔ کہ جنت ڈھکی اور گھری ہوئی ہے۔ تم پوچھو گے کہ کن چیزوں سے گھری ہوئی ہے۔ لو ہم بتائے دیتے ہیں ناگوار باتوں سے۔ جن سے کشتِ عمل میں ترقی ہوتی ہے اور بے حد ثمرات ملتے ہیں۔ پس جبکہ جنت ناگوار باتوں سے گھری ہوئی ہے تو اسکو حاصل کرنے کے لیے ان کا بھیلنا ضروری ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اسکو چالاکی اور ہوشیاری کے سبب سینکڑوں منترباں ہیں۔ جن سے اگر اڑدھا ہٹی تو وہ اسے ٹوکری میں بند کر سکتا ہے اور اگر بہتا... ہوا پانی ہو تو وہ اسے روک سکتا ہے اور اگر کوئی علامہ دھڑو تو اس پر حقیر بنسا ہے کہ یہ بے چارہ کیا چیز ہے جو مجھ سے بچ سکے گا اور اگر پہاڑ ہی ہو تو اسے سکے کی طرح اڑا دیتا ہے اور اپنی کاریگری کا اسے مشاہدہ کرتا ہے۔ پس ایسی حالت میں تم کو چاہیے کہ اپنی عقل کو شیخِ کامل کی عقل کے ساتھ ملاؤ اور اذہم شوریٰ بینیہم جو مومنین کی علامت بیان کی گئی ہے اسکو پڑھ کر اس پر عمل کرو۔

۱۵ غوات ذہ روان
ہوجانے کے قرب حاضراً
نے اس کی حق گرفت
مقتضی حضور نے اس
سے فرمایا روایتی ہم کرتے
کیونکہ قدرت کو حق سے
بہت ہوا بنا ہے۔ آیت بر
موجود حضور نے اس سے
پر پانی چڑھا تو وہ برض
میں آیا اور کہنے لگا کہ
شہادت کا کہ بڑھادیے
تا کہ ہی جیتی مسکن میں
شہادت پڑھے پڑھائی
دنبلے نہات پاک آخرت
کا اسی بن جانا ہے۔ آمین
جسٹ۔

نواحقن مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان راو
مصطفیٰ علیہ السلام کا اس وہ مہمان کو نوازنا اور اس کو افسوس اور
تسکین دادن اور ازاں اضطرابِ گریہ و نوحہ کہ بر خود میگرد
رونے اور اس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شہرِ مندی اور نجات اور
از خجانت و ندامت آتشِ نوبیدی
نابیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کرنا تھا

ایں سخن پایاں نہاد آں عرب
اس بات کا آثار نہیں ہے۔ وہ عرب
خواستہ یوازہ شدن عقلش نمید
ہم نے دہانہ بنا چاہا ایک نفسِ بیگ گئی
ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اسی شایہ کی ہر رائیوں سے قہر بردہ گیا
دستِ عقلِ مصطفیٰ باز کشید
حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کے ہاتھ نے انکو برکھنا

لے اور میں۔ ازل میں خدا
لے دریافت کیا تھا کہ کیا میں
قبلا راضی نہیں ہوں۔ تو
میں نے جواب دیا کہ ان اب
میں دنیا میں اس جہ کے
خیرات کے لئے بھیجے گئے ہیں
تاکہ قول و فعل دو گرا ہوں
کے ذریعہ اپنے ان کے
دعویٰ کو ثابت کر سکوں۔
ازل میں ہم نے بنی مہلبے
ہمارا قول و فعل اس پر گواہ
کئے چند گواہوں کو
قاضی کی عدالت میں حاضر
نہ دیا چاہئے۔ تو ان
زندگی قری اور فعل گواہی
کے ہے۔ اگرچہ
اگر گواہ حالت میں بھی کر
حاضر نہیں اختیار کرے تو
یہ شخص کا جھگڑا ہو
تو ابھی۔ جب تک
گواہی دے گا قاضی کی
عدالت میں مقید رہے گا۔

لے
یہ کہیں گواہی دینا دشواری
اور کام ہے۔ جس سال کو
درا کر لے گا۔ آج
نہا۔ اگرچہ اس میں پر عمل
استقامت پر عمل گواہی ہے۔
بہتر خود بین استقامت و حق۔
اگر میں ان جہان کی خاطر
قاضی کو کہے تو یہ اس
بات کی گواہی ہے کہ یہاں
سے غرض ہے۔

شرح

گفت ایس سو آیا مدائن چنان
فسا یا دہمرا۔ وہ ایس طرح آیا
گفتش ایس سو ممکن ہیں خود
میں سے فرمایا۔ نہ کہ خود را ہوش میں آجا
آپ بر روزه در آمد در سخن
ایس کے ساتھ پرانی جھگڑا، وہ بولا
تا گواہی بدہم و بیرون شوم
تاکہ میں کو شہادت پر نہ لوں اور باہر نکلیں
مادریں و دلہیز قاضی قضا
ہم قضا کے قاضی کی چرکت پر
کہ ملی گفتیم و اس را از امتحان
کہ ہم نے بنی کہا ہے اور انکی آزمائش کینے
از چہ در دہلیز قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چرکت پر حاضر نہیں ہوں؟
چند در دہلیز قاضی اے گواہ
اے گواہ! قاضی کی چرکت پر تک
زان خواندناست بدستجاتا کہ تو
انہوں نے تجھے یہاں اس لئے بویا ہے کہ تو
از کجارج خوشتن بنشتہ
تو اپنے جھگڑا میں سے جیٹھا جھا ہے
تا نہ بدی آں گواہی اے شہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا
یک نہاں کاریست بگذار و بتاز
تو تڑی پر کام ہے، اگر دے اور جھاگ با
خواہ در صدر الی خواہی یکنزاں
نہا تو اس میں اور خواہ تڑی ویر میں

کہ کسے بر خیزد از خواب گراں
کیسے کرنی ہماری نیند سے اٹھنے
کہ ازیں سوہست باتو کار را
کیونکہ اس وقت تجھ سے بہت دور ہے
کلے شہید حق شہاد عرض کریں
کہ لے اشد خانی، اے گواہ! کہ شہاد پیش کیجئے
سیرم از مستی دران موشوم
میں بہت سے سیر ہو گیا ہوں، موشوم میں شہاد
بہر دعویٰ استیم و بٹلے
انکست اور انکی کے دعوے کی وجہ سے
فعل وقول ما شہومت و بیا
ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان میں
نے کہ ما بہر گواہی آسدم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آتے ہیں
جس باخی وہ شہادت از بجا
قید ہے ۱۴ ص سے گواہی دے دے
آں گواہی بدہی و ناری عتو
وہ گواہی دے دے اور دشمنی نہ کرے
اندریں تنگی لب کفایت
اس تنگی میں تو نے ہرٹ لہر با تہہ لے لی
تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
تو اس چرکت سے کب بچے گا؟
کار کو تہ را ممکن بر خود دراز
مختصر کام کو پہنچنے سے آگے نہ کر
ایں امانت را گذار و وارہاں
یہ امانت ادا کر دے اور جھوٹ جا

خیر یہ گفتگو تو بے انتہا ہے۔ اب سنو کہ وہ عرب حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و عنایات دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اور جوشِ محبت اسے دیوانہ ہوتا۔ اور اس کی عقل۔۔۔ رفوچکر ہوتی جاتی۔ لیکن دست
 عقل مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سنبھالا یعنی آپ نے فرمایا میاں ادھر
 آؤ۔ اس پر وہ یوں نمخور آیا جیسے کوئی گہری نیند سے اٹھ کر آتا ہو تب آپ
 نے اس کا کہا کہ اس جنون کو چھوڑ دو اور آپے میں آؤ کیونکہ عالم ہوش میں نہیں
 بہت سے کام کرنے ہیں اور اس کے منہ پر جھینٹا دیا اس پر وہ ہوش میں آیا
 اور کہا کہ خدا کے گواہ آپ مجھ پر کلمہ شہادت پیش فرمائیے تاکہ میں گواہی دیکر
 تنگنائی ہستی سے نکل جاؤں کیونکہ اس میراجی بھر گیا ہے۔ اب میں صحرائے
 فنا میں پہنچ جاؤں۔ اب مولانا اس شہادت کی تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے
 ہیں کہ ہم قضیۃ الکتب پر توجہ کرے اور اس کے جواب بلی کے لئے دہلیز قاضی
 قضا یعنی عالم ہستی میں آئے ہیں کیونکہ ہم نے سوال الکتب کے جواب میں جو کہ
 ہم سے لیا گیا ہے۔ بلی کہا تھا۔ پس اس کے ثبوت کی ضرورت ہے اور
 ہمارے اقوال و افعال اس کا ثبوت اور اس کے گواہ ہیں۔ جب ہمارے آنے کا
 یہ مقصد ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم دہلیز قاضی (ہستی) میں خاموش کیوں
 بیٹھے ہیں اور گواہی کیوں نہیں دیتے۔ کیا ہم گواہی کے لئے انہیں آسکتے تھے۔
 ضرور آئے تھے۔ تو پھر یہ خاموشی کیوں ہے اور گواہی کیوں نہیں دی جاتی اور اپنے
 قول و فعل سے کیوں نہیں ثابت کیا جاتا کہ ہم نے جو اقرار کیا تھا۔ وہ صدق دل سے
 تھا۔ آخر تم اس دہلیز میں کب تک رہو گے۔ سویرے شہادت دیکر اپنے
 گھر عالم فنا میں کیوں نہیں چلے جاتے جس سویرے سے گواہی دیدو۔ فضول
 دیر کیوں کرتے ہو۔ تم کو میاں اس لئے بلایا گیا تھا کہ اپنے دعوے کا ثبوت دو اور۔۔
 سرکشی نہ کرو۔ مگر تم اپنی ضد سے ہاتھ منہ باندھے ہوئے دہلیز میں بیٹھے ہوئے ہو
 اور نہ قولی شہادت دیتے ہو نہ فعلی۔

یاد رکھو! کہ جب تک تم گواہی نہ دو گے اس وقت تک تم اس دہلیز خودی سے نہیں نکل سکتے ذرا سی دیر کا کام ہے۔ شہادت دید و اور چلتے ہو۔ اور خواہ مخواہ ذرا سی بات کو طول نہ دو۔

قصہ کوتاہ تم اس امانت کو ادا کر کے اپنا بیچا چھڑاؤ۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ خواہ برس میں اب کرو یا ذرا سی دیر میں۔ مگر اسکے بدوں بیچا نہ چھوٹے گا۔

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمسجریٰ ہی بیرونی گواہیہست
 اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور سجریٰ تمام چیزیں باطنی
 بر نور اندرونی
 نور کی عکاس ہیں

ہم گواہی دادنت از اعتقاد
 ہم اعتقاد پر گواہی دیتا ہے
 ہم گواہی دادنت از سیر خود
 ابھی اپنے باطن پر گواہی دیتا ہے
 کائے قہاں باشما ہستیم است
 کہلے بزرگوار! ہم قہار سے عکس ہیں
 شد گواہ آنکہ مستم با تو خوش
 اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے عیش ہیں
 چیست؟ دارم گوہر در اندرون
 کیا ہے! میں باطن میں جو ہر گستاخ
 اِس زکوٰۃ و روزہ ہر مرد کو
 یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں
 با حراش و ان کہ بود اقبال
 سحر لے کو حرام سے اس کا اقبال نہ بڑھا
 میدہی پس چون زود زایل کش
 دیتا ہے پس تو دینداروں کا کچھ بڑھائے گا
 جرح شد در محکمہ عدلیہ
 خدائے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

اِس نماز و روزہ و حج و جہاد
 یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد
 اِس زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ خُسد
 یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور خُسد نہ کرنا
 خوان و مہمانی پے ظہار راست
 مسترخاں اور مہمانی کے اظہار کچھ ہے
 ہدیہ و اوارغمان و شکش
 دینے اور تحفہ اور نذرانہ
 ہر کے کو شُک و مالے یا فسون
 جو شخص مال (دینے) یا دھاک کرکٹش کرنا ہو
 گوہرے دارم ز تقویٰ یا سخا
 میں جو ہر گستاخوں سے تقویٰ کا یا سخاوت کا
 روزہ گوید کہ تقویٰ از حلال
 روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا
 و ان کو تش گفتم از مالِ خویش
 اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے
 گر بظاری گندیس دو گواہ
 اگر کوئی گواہ، اِنسان نمازی کرے گا تو دو گواہ

۱۔ یہ دینے والی اور تقویٰ دینا
 ۲۔ یہ بپاس لانا جو ہر کے کو
 ۳۔ اس سے خوش ہے ہر کے
 ۴۔ اگر کسی شخص مال خرینا
 ۵۔ یہ ادا دینا ہے تو یہ اس
 ۶۔ بت پر گواہ ہے کہ اس شخص
 ۷۔ میں تقویٰ کا ہر ہر مرد
 ۸۔ یہ مال ہے۔
 ۹۔ تقویٰ دینا۔ مال اس پر
 ۱۰۔ گواہ ہے کہ اس نے خُسا
 ۱۱۔ کے حکم کے مطابق حلال کھا
 ۱۲۔ کوئی تک کر دیا ہے تو یہ
 ۱۳۔ حرام کام کھا سکتا ہے کہ
 ۱۴۔ زکوٰۃ اس بات کا گواہ ہے
 ۱۵۔ کہ جب یہ اپنا مال صرف
 ۱۶۔ کر دیا ہے تو کسی روزہ کا
 ۱۷۔ مال کیسے چڑھا سکتا ہے۔
 ۱۸۔ زکوٰۃ دینا۔ اگر زکوٰۃ نہ
 ۱۹۔ روزہ میں رہا ہو تو انوش
 ۲۰۔ کرے تو یہ زکوٰۃ دینے
 ۲۱۔ دینا اس حالت سے ہو کر
 ۲۲۔ جو اس پر جائیں گے۔

ہست صیاد اگر کندا نہ شمار
شکاری ہے، اگر دانہ بھیسے تا ہے
ہست گریہ روزہ دار اندر صیام
نئی روزہ دار ہے، روزوں میں
کردہ بدن زین کڑی صد قوم را
ہر کسی سے اس نے جنگوں کی خبریں کیا
فضل حق با ایں کرا و کڑی تند
با وجودیکہ وہ بھی کر رہا ہے اللہ کا رب
سبقت بڑوہ رحمتش دامن غلدر را
اس کی رحمت بہت ہے، اے اللہ اس قتاد کو
کوشش ہشتہ حق زین اختلاط
اس غلام سے اظہر قاتلے نے بھی کوشش کی
تا کہ غفاری اذ ظاہر شود
تا کہ جس کی غفاری نہ ہو جائے

نے زرحم وجود مل بہر شمار
رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں جگہ شمار کرنے
خفتہ کردہ خویش بہر صد غم
ناخبر بہار شکار بھینے اپنے کڑوے چڑھے
کردہ بدنام اہل جو دوصوم را
اس نے جیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا
عاقبت زین مجملہ پاش می کند
انجام کا، اسباب سے اس کو پاک کر دیتا ہے
دادہ نور سے کہ نہ باشد بد را
وہ نور عطا کیا جو دوسروں کے جان سے بھی پاک
غسل دادہ رحمت اور ایں زین خبا
رحمت نے اس کو برابری ہی سے مل دیا ہے
سیات مجملہ را غافل شود
تو نہ تھا ہوں کہ نہ جھٹھے والی ہی جائے

لہ مقار
شکاری بہر روزوں کو دانہ شمار
ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے
کڑی، جس میں روزہ دار صوم
جوتی ہے جس کی نہیں ہے یہ
صدقت محض شمار کر جانے
کے لئے بنا رہی ہے کڑوہ
بڑی ہو کر لڑائی کے ساتھ
بدنہ دیکھنے والا اور اس کی
کرنے والا روزہ دار اور حق کا
بے نام کندہ ہے، جس حق
جودت غریبوں میں رہا ہے
دارتہ حق سے اس کے بہر
اللہ تعالیٰ اس کو ربابت
بنا دیتا ہے
اللہ تعالیٰ شہد ہو کہ اللہ
تعالیٰ کی رحمت ساقی ہے
بھلے اذ ظاہر ہے ہمارا تقار
کر ہی تمام میں نہ جھٹل رہا

شرح

خیر تو یہ نماز و روزہ و حج جس طرح فی نفسہا افعال حسنہ

میں یوں ہی اعتقاد باطنی کے گواہ ہی ہیں اور جس طرح زکوٰۃ
وہیہ و تبرک حسنی ذاتہا افعال حسنہ میں یوں ہی صفت باطنیہ پڑتا ہے جس میں وہاں ہوا اور اولاد و انتہائی ماقابل العشون
فانہم وقعو فی الخبط فی مل القام، مثلاً کوئی شخص لوگوں کے سامنے غواں لینا پیش کرتا ہے۔ تو یہ اظہار ہے۔
اس امر کا کہ صاحبو میں تم سے درست ہوں اور کوئی شخص کسی کو بد یہ یا تحق یا نذر
دیتا ہے تو یہ اظہار ہے اس بات کا۔ کہ میں تم سے خوش ہوں۔
غرض کہ جو شخص مال سے یا سحر نکالنے سے یا اور کسی طریق سے کوئی عمدہ
کوشش کرتا ہے اس کا مدلول کیل ہے۔ یہی کہ میں اپنے باطن میں ایک اعلیٰ
صفت رکھتا ہوں مثلاً زکوٰۃ دیتا ہے یا روزہ رکھتا ہے۔ تو اس کا مدلول یہ ہے
کہ میں سزا نذر تقولے یا سخاوت کا جو ہر موجود ہے۔

اور یہ دونوں فعل اس جوہر کے گواہ ہیں۔ کیونکہ روزہ کہتا ہے جب اس نے اکل و مشرب و جماع سے جو کہ اس کے لیے فی الجملہ حلال تھے اجتناب کیا۔ تو وہ حرام کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اور زکوٰۃ کہتی ہے کہ جب اس نے اپنا مال دیدیا تو وہ دوسرے لوگوں کا مال نہیں لے سکتا۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سنو! کہ روزہ و زکوٰۃ وغیرہ شہادت مذکورہ ضرور ادا کرتے ہیں۔ مگر یہ شہادت اسی وقت معتبر ہوگی۔ جب کہ یہ افعال خلوص سے کئے جائیں اور اگر چالاکی سے کئے جائیں گے تو محکمہ عدل حق سبحانہ میں ہر دو گواہ محروم ہو جائیں گے اور اگر وہ زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ شکاری سمجھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے اس فعل کا منشا جسم اور سخاوت نہیں۔ بلکہ اسکو شکار۔۔۔ مقصود ہے۔ اور اگر وہ روزہ دار ہے تو اس حالت میں وہ روزہ دار ہی سمجھا جائے گا جس نے اپنے کو احق شکار کو دام میں لانے کے لئے اپنے کو سوتا۔۔۔ بنا رکھا ہے۔ اور اس وقت یہ شخص بجائے اسکے کہ قابل تعریف ہو قابل ملامت ہو گا کہ وہ بدنام کنندہ بنو نام چند ہے اور غلص اہل سخا اور سچے روزہ داروں کو بدنام کرتا ہے۔

اسکی تو یہ حالت ہے مگر حق سبحانہ کا فضل و کرم دیکھو کہ باوجودیکہ وہ ٹیڑھی چال چلتا ہے۔ لیکن حق سبحانہ اپنے فضل سے خواہ اسکے استغفار کی بنا پر۔ یا اور کسی طاعت کی وجہ سے یا محض اپنے فضل سے انجام کار سے تمام برائیوں سے پاک کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی رحمت ان کے غضب سے بڑی ہوتی ہے اور اس فریب کو جو کہ اصل میں طاعت ہے وہ نور دیتے ہیں کہ چودھویں رات کے چاند میں بھی وہ نور نہ ہو گا اور اسکے اعمال کو دھوکہ آمیز شہادت سے پاک کر دیتے ہیں اور اس کی رحمت ان کو غسل دیکر ان لغزشوں سے پاک صاف کر دیتی ہے۔ تاکہ اس کی شان غفاری ظاہر ہو اسلئے اسکی تمام برائیوں کو صاف

کر دیتا ہے۔ یہاں چونکہ طاعات مطہرہ میں النجاسات المردحانیہ کے تجسّس اور خفی کے پھر اسکو پاک کرنے کا بیان تھا۔ اسلئے مولانا اس مضمون کی توضیح کے لئے آگے پانے کا جو کہ مطہر من النجاسات الجسمانیہ ہے ناپاک ہو جانا۔ اور خفی سبحانہ کا ہر اس کو پاک کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں :

ہے کہ مفسد۔ اذنی
اس عبادت کو جس میں ریا
ہو چاہے پاک صاف کھڑا
ہے نکاح کی نفاسی
مطہرہ ہو سکے پاک اذ
قانی پانی کے نزدیک جس کو
پاک کر دیتا ہے ہر جس کو
پانی کو از سر نو رسا کر پاک
کر دیتا ہے نکاح کی صفت
تقدیسیت ظاہر ہے

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہار او باز پاک کردن حدیث
پانی کا تمام ناپاکوں کو پاک کرنا اور پھر اذنی پانی کو ناپاک سے
تعالیٰ آب را از پلیدی لاجرم حق تعالیٰ قدوس آمد
پاک کرنا لامار اذنی پانی بہت پاک ثابت ہوا

آب بہر ایں بیاری از سماک
پانی ابر سے اس لئے برسیا
آب چون بیکاگرد و شد نجس
پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا
حق ببروش باز در بحر صواب
اذنی پانی سے اس کو دوبارہ دھوئی کے صاف
سناں دیگر آمد و ادا من کشاں
وہ دوسرے سال نازد اعجاز سے آیا
من نجس زیں جاشدم پاک آمد
میں اس جگہ سے ناپاک گیا پاک آیا چون
ہیں بیامید اے پلیدی سوی من
غیر دار اے ناپاک میرے پاس آؤ
در پذیرم مجملہ ز شقیبت را
میں تیری جلد بڑھائیوں کو قبول کر لیتا ہوں

تا پلیدیاں را کند از نجس پاک
تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کر دے
تا چنان شد کباب زد کرد جس
ایسا ہو گیا کہ پانی کو جس نے زد کر دیا
تا شستش از گرم آں آب
یہاں تک کہ اس کے گرم نے پانی کو پانی سے
ہی گجا بودی بدریای خوشاں
انہیں تو کہاں تھا؟ اجڑوں کے دریا میں
بستم خلعت سوی خاک آمد
میں نے غشا میں لباس پہن لیا، رتھ کی جانب گیا
کہ گرفت از خوی نیز داں خوی من
کیونکہ میری مادت نے اذنی پانی کی مادت میں
چوں ملک پاکی دم غفریت را
میں صورت کو زشتی کی سی پاک ہو گیا کہ غفریت میں

کے آسمان۔ اذنی
نجاست۔ آب جب
پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو
اس میں اس کو صاف
نہیں کرتا ہے حضرت حق
قانی جس کو پھر اس
مجھ دیتا ہے اور اس
لئے سال دیگر برسات کے
موسم میں پھر وہ پانی پاک بنا
ہو کر برس پڑتا ہے جس میں
پانی سے کوئی دریافت کرتا
ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ
میں جنتوں کے دریا میں تھا۔
تو جس میں اس دنیا میں
ناپاک ہو گیا تھا جسے چھو گیا
تھا اذنی پانی نے مجھے پھر
پانی کی خلعت عطا فرمادی
تو میں دوبارہ دنیا میں گیا
ہوں۔ نیز وہ پانی کہتا کہ
کوئی ناپاک میری جانب
آجائے میں نہیں پاک کر دے گا
کیونکہ میں نے اذنی پانی کی
صفت تقدیسیت حاصل
کر لی ہے۔ اور پذیرم میں
ملاؤں گی کہ وضو دیتا ہوں اگر

افسانہ شیطان میں ہے تو اس
کو نشہ کی طرح پاک صاف
بنادیتا ہوں۔

۱۷ چو شوم۔ جب آپ
برجائوں میں ہرگز رہا کریں
بھگت جاؤں گا اور انہیں فریاد
مائل کروں گا۔ کہتا ہوں۔ اے
تعالیٰ کا پاک کرنا ہے
اور میرا نام اور سونوں کو پاک
کر کے آلودہ کر جاتا ہے۔
گرتی رہے۔ اگر دنیا میں پاک
نہ ہوتی تو ان کی منت
پا ہر منتی کیسے ہے۔ پانی
ہر ضرورت کو سراب کی طرح
کے اجڑے۔ پانی کا سرور
سراب کرنا ہے ہر پاک کو
پاک بنا کر ہے۔ رہا میں اپنے
پرکشی کرنے پر تیرے قہر
رہے ہیں شفا کی خواہش
سے پیدا ہوتی ہے۔ پانی

۱۸ تیرے نہیں کے بے سہارا
میں سے سہارا پڑتے ہیں ہمارے
خشک نمی سے تری میں
کرتے ہیں۔ ہمتاں چلی
نے اشتعال سے مروت
کی کہتے ہو جانے کے بعد
وہ پھر صاف ہو جاتے۔
اگر تھانے نے اس کی ما
تجمل فرما ہی تجو۔ جان۔
تار۔ پانی فراہم کرتا ہے کہ
پانی تو نے مجھے صاف کر لیا
وہ جس نے اور دیکھو وہی
حق جس میں کیا کر رہا ہے!

چو شوم آلودہ باز آنکاروم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اس جگہ چلا جاتا ہوں
ذوق چرکس برکنم آنجا ز سر
وہاں میں گدڑی سوکے آ کر دیتا ہوں

کار او این ست کار میں ہیں
اس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے
گر بنوے اس پلید یہاں ما
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں
کیسے ہائے زرد زردیداز کے
کسی سے سنے کی قیلیاں پڑنے پڑے
تا تیرے زرد بر گیا و رستہ
اگر ان کی ہوتی تھیں پر ہمارے
تا بگیر دیر سر او حال وار
اگر یہ جو آٹھانے ملنے کی طرح نہ رہے
صد ہزاراں دارا تندر و نہا
اس میں لاکھوں وہ انیس پر مشید ہیں
جان ہر دردے دل ہر دانہ
وہ پانی، ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے
زوتیمیان زمیں را پر قدش
زمین کے جنوں کی اس سے پردہ کش ہے

سوئے اصل اصل پاک یہاں روم
اس پاکوں کی من کی غرت چلا جاتا ہوں
خلعت پاکم وہد بار و گر
وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عطا کر دیتا ہے

عالم آراست رب العالین
جہاز کا پائے والا، عالم کو شوارفہ دلا ہے
کے بکے اس بار نامہ آب را
پانی کا یہ کائنات کب جوتا ہے
میر و ہر شوکر ہیں کو مقلے
ہر جانب ہوتا ہے کہ اس غل میں کیا ہے؟
تا بشوید روی ہر ناشستہ
اگر ہر نہ ٹپے ہرے کا شہد و حودے
کشتی بے دست و پا را در بحا
سمندر میں بے دست و پا کشتی کو
زانکہ دارو زو بروید در جہا
کیونکہ دریا میں اس سے اٹھتے ہیں
میر و در جو چو دارو خاند
وہ اس نہر میں چلا جاتا ہے جو دریا کی طرح
تشنگان خشک از دے و ش
تشنہ پیاسوں کی اس سے رفت ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن
پانی کا گندہ ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد مانگا اور
وقبول کردن حق تعالیٰ دعائے آبرا
اشرافان کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

ہمچو اندر زمیں خیرہ شود
ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہوں
آنچہ وادی وادیم و ماندیم گدا
جہانہ قہر نے دیتا میں نے دید اور میں بقیہ

چو نہ اندامہ اش تیرہ شود
جب اس کا سراپہ نہیں رہتا وہ گندہ ہو جاتا ہے
نالہ از باطن بر آرد کاے خدا
اندھے سے فساد کرتا ہے کہ لے خدا



ریختہ سہرا یہ بر پاک و بلید
 میں نے اسرا یہ پاک اور پاک پر سہرا دیا
 ابیرا گوید بھر جائے خوشش
 اندر کو کم فرماتا ہے کہ اس کو ابھی بگے جا
 را بہائے مختلف میر اندش
 وہ اس کے مختلف راستوں پر چلتا ہے
 خود غرض زیر آب جان اولیا
 اس پانی سے مقصود ادویہ کی جانی ہے
 چوں شود تیرہ ز غسل اہل فرش
 جب وہ نہیں دامن کو دھوئے سہیل پھیلائی ہو
 باز آرد زان طرف امن کشاں
 اس جانب سے پہلے لاتی ہو دامن پھیلائے چو
 وز تہتم وار ہاند جملہ را
 سب کو تہتم سے نہات دلاتی ہے
 ز اختلاط خلق یا بدا اعتلال
 دلوں میں گھٹنے لئے ہے وہ بیماری محسوس کرتی ہے
 اے بلال خوش نوالے خوش ضہیل
 اے خوش نوا، خوش آواز بول !
 جاں سفر رفت بدن اندر قیام
 جان سفر میں جلی جلی اور بدن قیام میں
 این مثل چون اسطہ است کلام
 یہ مثل ان گشت گیس واسطہ کی طرح ہے
 اندر آتش کے زوے واسطہ
 بغیر واسطہ کے آگ میں جک جاتا ہے
 واسطہ محتام باید مرمرا
 تہتم سے لئے محتام واسطہ ہائے
 چو تانی شد ز آتش چون فیلین
 جبکہ تھیلین ز آتش کی طرح آگ میں نہیں جاتا
 سیری از حق ست لیک اہل بیت
 بیت ہرمانہ کی جانتی ہے جس کی جیت نکالا

اے شہ سہرا یہ وہ گل میں تیزند
 اے سہرا مٹا کر لئے شاہ! اور زباہ مٹا کر
 ہم تو خود شیدا بہا لا کر کشش
 شوری تو ہیں آہ اس کو ادھر کھینچو لے
 تار ساند سوئے بحر بیدش
 یہاں تک کہ اس کو صمد دریا تک پہنچا کر
 کو غسول تیرگی ہائے شہامت
 کیونکہ وہ تہماری تکیوں کو دھو نہ لاتی ہے
 باز گرد سوئے پالی بخش عرش
 عرش کو پالی بخشے والے کی طرف اس پہنچائی ہو
 از طہارات محیط او در فناں
 وہ دلی بھانے والی جھڈ کی پائیز کر کن
 وز تحری طالبان قبلہ را
 اور قبلہ کے طلباءوں کو آہل کرنے سے
 آں سفر جوید کا رخا یا کلال
 وہ سفر تلاش کرتی ہے جیساکہ لے جا لیں آہم
 میزند بر دروزن طبل جیس
 میزند پر با، کوچ کا رنکارہ بجا دے
 وقت رجعت میں بسکوت سلام
 واپس کے وقت میں نے سلام کرتی ہے
 واسطہ شرط است بہر فہم عام
 عوام کے سمجھنے کے لئے واسطہ ضروری ہے
 جز سمندر کو روبرو مبداز رابطہ
 سوائے سمندر دیکھنے کے کہ جو دستگ آواز ہو گیا ہے
 تا ز آتش خوش گئی تو طبع را
 تا کہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کرے
 گشت حمامت سول بتیل
 رسول تیرہ حمام (اور) پانی تیرہ حمام
 کے رسد بے واسطہ ناں و شبع
 بیت بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بیکر بیت بیت

لکھ آج، جس فریاد پر اڑتے
 اب کو کم زلفہ کے اس پانی کو
 تو دوسری جگہ لے جا دے شمع
 کو کم زلفہ کے کہ زبانی کو ادھر
 کھینچ لے جانا پھر سورج جانی
 گرمی سے انکو بھاپ بنا کر
 اور کھینچ لیتا ہے
 لکھ خود فرض، جس پانی
 کے احوال کے اندر سے
 مقصود ادویہ کو کام کے حالات
 کو سمجھا دیتا اور دیا بھی جھڈ
 نبھتوں کو یک کرتے ہیں۔
 چوں جب حمام کے اختلاط
 جاتی ہیں کہ نہت جیسا ہو
 ہے وہ اور نشان کی کٹر
 رجعت کرتے ہیں اور شفق
 اپنے پتیلیوں میں اس اشک
 فرق رجعت کر پھیل کر کے
 ہیں۔ چنانچہ جب شفق
 اختیار کر لے تو پھر اندوس
 منہاں اشک تیرگی حالت
 آجاتی ہو۔ ورنہ تہتم اب وہ
 مریض کو طہارت کا واسطہ
 کہتا ہے اور شفق کے رجوع پر
 پہنچا دیتا ہو۔ اشک جیسا ہو
 لے جلی میں سفر کا مقام
 یعنی رجوع الی اللہ کا مقام
 جان سفر نماز کی حالت میں
 روح قرب الہی کا سفر فرشتہ
 کہتی ہے اور ہم کو گرا د
 سمجھا دیتا ہے ناز کے تہتم
 پر جو سلام ہے وہ گرا دین
 واپس آکر سلام کرتی ہے۔
 آج شفق رجوع الی اللہ کے
 سلسلہ میں آئے تہتم کی یہ
 مثال مطلب سمجھنے کے لئے
 ایک واسطہ انداز ہے۔
 عوام غیر مثال اور واسطہ کے
 مقصود تک نہیں پہنچتے ہیں۔
 آواز آتش سمندر کو انہیں کسی
 واسطہ کے اہل سے تہتم

بڑا ہے دوسرے کسی حلقہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

لطف از حق ست لیکن اہل تن
لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم ظاہر
چو شہ نماند واسطہ تن بے حجب
جس واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر برے کے

پیمو موسیٰ نور مہتابد ز جیب
حضرت ارشد کی طرح جاندار و زمرہ بیان میں ہے

[illegible]

حاصل ہے۔ اگر کسی کو گرو سے
ستیفی ہوتے ہیں، چوتھا۔
حضرت ابھی کہ وہ اس کی
خودست: یعنی اسلام کے
دولت و نظام اور اس کی
شریعت بنو پانی کے

شرح ۱ دیکھو اپنی آسمان سے اسٹیج برسیا ہے وہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کرے۔ لیکن جب وہ بیکار اور ناپاک ہو جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بوجہ تغیر رائے یا طعم یا لون جس اس کو رکھ دیتی ہے تو حق سبحانہ پھر اسکو سمندر میں لے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آب آب یعنی مطہر آب سمندر اپنی سخاوت سے اسے دھو کر پاک کر دیتا ہے۔ دوسرے سال وہ پھر دامن کشاں آتا ہے۔ لوگ اس سے بزبان حال کہتے ہیں کہ ہیں! تو کہاں تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ اچھے دریا میں۔ میں یہاں سے ناپاک ہو کر گیا تھا۔ اب پاک ہو کر آیا ہوں۔ میں نے خلعت طہارت و تطہیر لے لی ہے اور خاک کی طرف آگیا ہوں۔ پسے لے ناپاکو! تم میری طرف آؤ کیونکہ اب میری طبیعت نے حق سبحانہ کے خلق غفاری سے حصہ لے لیا۔ اب میں تمہاری تمام برائیوں کو قبول کر لوں گا اور اگر شیطان کی طرح بھی کوئی ناپاک ہو گا۔ تو میں اسے فرشتہ کی طرح بنا دوں گا اور جب میں پھر ناپاک ہو جاؤں گا تو پھر وہیں لوٹ جاؤں گا۔ جہاں سے آیا تھا اور اس کی طرف چلا جاؤں گا جو تمام پاکوں کا مبدئ ہے۔ یعنی حق سبحانہ کی طرف۔ وہاں جا کر سیلی گڈری سر سے انارڈالوں گا اور وہ نئی پاک خلعت پھر عطا فرمائے گا۔

کدو مجھے پاک خلعت دے اور میرا بھی کام کہیں پھر اسکو ناپاک کر دوں خلعت پاک دینا

اس کا کام اسلئے ہے کہ وہ پردرد و گار عالم . عالم کو سنوارنے والا اور اسکی خرابیوں کو دور کرنے والا ہے اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ جب وہ عالم آ رہا ہے تو اسنہ ناپائیاں کیوں پیدا لکیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہماری ناپائیاں نہ ہوتیں تو پانی کے لیے یہ شان و شوکت جواب ہے کب ہوتی کیونکہ یہ تو ناپائیکوئیاں کے سبب ہے جس سے جگہ ناپائیاں ہوتیں تو یہ شان و شوکت بھی نہ ہوتی اور چونکہ اس کا وجود حق سبحانہ کی ان صفات کے ظہور کی وجہ سے جن کا ظہور اس سے متعلق ہے ضروری تھا اسلئے نجاسات کا وجود بھی ضروری ہوا۔ اب مولانا پانی کے اوصاف بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسنہ کسی سے سونے کی تھیلیاں چرائی ہیں یعنی اوصاف نافعہ حق سبحانہ سے حاصل کر لیے ہیں اور ہر طرف ڈھونڈتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی مفلس (حاجت مند) ہے کہ میں اسے نفع پہنچاؤں یہاں تک کہ جب وہ کہیں گھاس اگا ہو دیکھتا ہے تو پڑھ اپنی منبع کا منہ کھول دیتا ہے یعنی اُسے سیراب کر دیتا ہے اور جہاں کہیں کوئی بے دھلی شے ملتی ہے اسے دھو دیتا ہے نیز وہ حال کی طرح دریاؤں میں بے درست پاکشتی کو سر پر اٹھا کر کنارے تک پہنچا دیتا ہے نیز اس میں لاکھوں ادائیں پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ ادویہ نباتیہ و حیوانیہ اسی سے پیدا ہوتی ہیں غرض کہ وہ ہر تکلیف کی محبوب جان ہے۔ کیونکہ اسنہ اس کا ازالہ ہوتا ہے۔ اور ہزارہ کا دل ہے..... کیونکہ اسنہ اس کی پرورش ہوتی ہے اور وہ ندی میں بہتا ہے جو کہ مثل دو خانہ کے ہے۔ یتیمان زمین (نباتاں) اسنہ پرورش پالتے ہیں اور تنگناں خشک اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ غرض کہ وہ خوب سخاوت کرتا ہے مگر جب اس کا سرمایہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ مکدر ہو جاتا ہے اور ہماری طرح زمین میں آکر خراب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے دل سے نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا جو کچھ تو نے دیا تھا وہ سب صرف کر چکا اور اب مفلس رہ گیا۔ میں نے اپنا سرمایہ پاک و ناپاک سب پر صرف کیا اور میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ اب اُسے سرمایہ دینے والے خدا اور دیکھے

اس پر حق سبحانہ ابر کو حکم دیتے ہیں کہ اسے عمدہ جگہ یعنی دریا میں پہنچا دو اور۔۔
 آفتاب کو حکم دیتے ہیں کہ بذریعہ تبخیر کے اسے اوپر کھینچ لو۔ پس ابر و خورشید اس
 حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس طرح سے حق سبحانہ اسے مختلف راستوں میں چلاتے
 ہیں۔ اور دریا بے حد میں پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں وہ پاک ہوتا ہے اور پاک ہو کر
 دوسرے کو پاک کرنے آتا ہے اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پانی کی حالت کا بیان
 تو ختم ہوا۔ مگر تم اس کو مقصود اصلی نہ سمجھا۔ بلکہ اصلی مقصود اس سے اولیاء اللہ
 کی حالت کا بیان ہے جو کہ تمہاری باطنی نجاستوں کو دھوتے ہیں۔ یعنی جب لوگ
 اہل دنیا کی تطہیر سے فی الجملہ مکدر ہو جاتے ہیں اور ان پر گونہ غفلت طاری ہو جاتی
 ہے تو مطہر عرش (حق سبحانہ) کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور وہاں سے وہ اس بحر
 بے پایاں (حق سبحانہ) سے طہارت لے کر دامن کشاں اور درفشان واپس
 آتے ہیں اور لوگوں کو تیمم سے نجات دیتے ہیں۔ اور طالبان قبلہ کو تحسری سے۔۔
 چھڑاتے ہیں (تیمم و تحری سے مراد ایمان تقلیدی ہے اور قبلہ سے حق سبحانہ) تفصیل
 اس کی یہ ہے کہ جب آپ کی ادراج لوگوں کے اختلاط کے سبب گونہ مریض ہو جاتی
 ہیں۔ اور طریق غفلت کے سبب ان کا مزاج اعتدال سے کسی قدر مخرف ہو جاتا ہے
 تو اس نجاست معنوی سے پاک ہونے کے لئے وہ سفر چاہتی ہیں جس کی طرف
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدْحَنَّا یَا بِلَالُ سے اشارہ کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ
 اے حسن الصوت اور خوش آواز بلال تم منارہ پر جاؤ۔ اور روح کے عالم بالا
 کی طرف سفر کا نفاذ بجاؤ۔ یعنی نماز کے لیے جو کہ معراج المومنین ہے اذان
 دو۔ تاکہ ہم مشاہدہ محبوب حقیقی کے سبب اس تکلیف سے نجات پادیں جو عوام
 کے اختلاط کے سبب ہماری شان کے موافق مشاہدہ محبوب کے گونہ غافل ہو جاتے
 ہیں۔ ہمارے روح کو پہنچی ہے۔ اور وہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس

وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ روح بسیر معنوی حق سبحانہ کی طرف بھلی جاتی ہے اور بدن کھڑا رہتا ہے اور چونکہ روح رخصت ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ اختتام نماز کے وقت واپس آتے ہیں نہ تو سلام کرتی ہے۔ جس طرح کہ آدمی غیبت جسمی کے بعد جب دوبارہ ملتا ہے تو سلام کرتا ہو پس جبکہ وہ تجدید مشاہدہ سے غفلت طاریہ کو زائل کر چکے ہیں تو پھر لوگوں کی تطہیر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس کو ایمان تقلیدی سے ایمان حقیقی تک پہنچاتے ہیں۔ اور مبتلایان ظن و گمان کو یقین سے بہرہ یاب کرتے ہیں اور جب پھر ان کا آئینہ قلب کچھ مکر ہو جاتا ہے تو اس کو ورت کو پھر اسی تدبیر زائل کر دیتے ہیں و لکذا۔

یہی بات کہ اس مقصود کو تمثیل کے پیرایہ میں کیوں بیان کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام کے اندر مثال سامع اور مقصود کے درمیان واسطہ ہوتی ہے جو کہ سامع کو مقصود تک پہنچاتی ہے اور عوام کے مقصود کو سمجھنے کے لئے واسطہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ بلا واسطہ مثال مقصود تک پہنچ جاویں یہ کام خواص کا ہے۔ مثلاً آگ میں جانے کے لئے سمندر کو تو واسطہ کی ضرورت نہیں مگر اور کوئی تو نہیں جاسکتا۔ اسکی آگ سے اپنی طبیعت خوش کرنے کے لیے تو عوام

کے واسطہ کی ضرورت ہے۔ نیز جب کوئی حضرت ابراہیم کی طرح بلا واسطہ آگ میں نہ جا سکے تو اسکی لیے حمام ہی رسول ہے اور پانی ہی رہبر ہے۔ یعنی حمام اور پانی ہی کے توسط سے وہ آگ سے مستفید ہو سکتا ہے اور اسکی بغیر نہیں غرض کہ عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جب تک آدمی اس خاص درجہ تک نہیں پہنچتا جہاں تک پہنچ کر بنا بر عادت الہیہ واسطہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس وقت تک واسطہ ضروری ہے مثلاً پیٹ بھرنے والے حق سبحانہ ہیں لیکن

آدمی کو بدوں رُٹی کے توسط کے سیری نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا لطف حق سبحانہ کی جناب سے ہے۔ مگر عادت بدوں توسط چمن و عینہ کے پابند نفوس کو حاصل نہیں ہو سکتا ہاں جبکہ پردہ تن اُٹھ جاتا ہے اور فیضانِ بلا حجاب کے شرط عادی متحقق ہوتی ہے اس وقت وہ حق سبحانہ سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلا واسطہ مستفیض ہوتا ہے۔ اور جس طرح اسکو بلا توسط ماہ وغیرہ حق سبحانہ سے براہ راست نور ملا تھا۔ یوں ہی اس پر بلا توسط فیضان ہوتا ہے۔

ہذا هو المراد ولا يلتفت الى ما قال المحشون فانهم اخرجوا الكلام من الانسان وقالوا

ما قالوا

گواہی دادن فعل و قول بیرونی بر ضمیر و نور اندونی

بیرونی قول و فعل کامل اور اندونی نورچہ گواہی دینا

کاندر دلش پُر نور ایزد دست
کونکے کا باطن خدائی نور سے پُر ہے
زیں دو بر باطن تواستدلال گیر
ان دونوں سے تو باطن پر ہیں ماسک لیے

بنگر اندر بول رنجور از بزمیں
تو بیمار کے چناب پر باہر سے غور کرنے
کہ طیب جسم را بر باطن بود
جو جسمانی طیب کے لیے دیں ہے
وزرہ جاں اندر ایما ش رُو د
اور روح کے رات سے اٹکے ایمان میں پوجا جاتا
اُخْذُ رُوْهُمْ هُمْ جَوَائِسُ لِقُلُوبِ
اُنکے ڈرودہ دونوں کے بائوس ہیں
کو بدرِ اَیْمَتِ واصلِ پیمو جوئی
جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

ایں ہنر آب را ہم شاہ دست
یہ ہنر پانی کے بھی گواہ ہیں
فعل و قول آمد گواہان ضمیر
فعل اور قول دل کے گواہ ہیں

چو شِ نادر دیر بہرست در دوزں
جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے
فعل و قول آں بول رنجور آں بود
بیماروں کا قول و فعل وہ پشیمان ہے
واں طیب مُعج در جان شِ رُو د
روحانی طیب جس کی روح میں گھستا ہے
حاجتش بنو د بقول فعل خوب
اُس کو چاہیے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے
ایں گواہ فعل و قول از کو جوئی
یہ فعل و قول کی گواہی جس میں تلاش کر

۱۵ چو نادر دیر بہرست
مریض کے اندر کی حالت
نہیں دیکھ سکتا تو وہ نادر
کے ذریعہ حالت معلوم کرنا
ہے۔ واں طیب یعنی روح
روحانی طیب ہے اور روح
کے باطن کی سیر کر سکتا ہے
بندہ نفس کو مریض کے قول و
فعل سے استدلال کی ضرورت
نہیں ہے شروع دونوں کے
جاسوس ہوتے ہیں۔
۱۶ آں گواہ
کے انتخاب میں طیب کے قول
و فعل سے اس کے باطن پر
استدلال کرنا چاہیے اور بہت
۱۷ آں گواہ
جو حقیقت سے ہے یا نہیں
آپ نادر۔ اس کا قول و فعل
اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔
بہر صیب۔ یہ معلوم کر دینا
ضروری ہے کہ اُس کا ظاہر
معرض درگاہ کو چھپانے کے
لئے ہے یا نہیں مگر
حقیقت و شیدہ ہے

قول و فعل اُو گواہ اُو بُود

اس کے قول و فعل اس کا گواہ بنتا ہے

بنکر اندر فعل اُو و قول اُو

اس کے فعل اور اس کے قول کو دیکھ

نور شام در مرتبت چند رست و صیت

اس کے مرتبہ میں نور نکلتا اور کیسا ہے

گر بُود صیاد از وے دُور شو

اگر وہ شکار کی ہے سس سے دُور ہو جا

وَر بُود صدیق دست از کُمدار

اگر وہ صدیق ہے تو اس سے دست بردار نہ ہو

کو بدریا متصل چوں جو بُود

جو نہر کی طرح دریا ہے جابجا ہوتا ہے

تا پھر دار در ضمیر آں راز جو

کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

بہر صید اُو دانہ پاشد یا بخت

وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہو یا سس ہے

واں فسون فعل و قولش کم شنو

اس کا سنو اور فعل و قول نہ سن

تا رساند مر ترا سونوئے بحار

تا کہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

سے جزو ہو مجرد معنی نمان

بیحد ہے تو اس کے قول و

فعل کی طرف رجحان نہ کر

و اگر وہ شمس صادق

ہے تو اس سے وابستہ ہو جا

تا کہ وہ حقیقت کے سمندر

میں بہنے لگے۔ ورنہ یہ

شیخ میں ضلالت و گمراہی ہے

تو وہ نامی از ظاہر جو کہ رجحان

و راس کے لئے کیلئے شیخ کے

کسی قول و فعل کی ضرورت

نہیں ہے۔

در بیان آنکہ آں نور خدا خود را از اندکون بہر عارف ظاہر

اس کا بیان کہ وہ ملامی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے

کنہ بہر خالقان بے فعل عارف بے قول عارف افزون پاشد

فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے۔ وہ اس نور سے

ازاں کہ بفعل و قول اُو ظاہر گرد چنانکہ چو اُل قباب بلند

ترجما ہوا ہے جو اس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو گیا کہ جب سورج بھٹا ہے تو

شود بیاں گ خرویں اعلام مؤذن و علامات دیگر حاجت نیاید

انکو مرنے کی آفتان اور مؤذن کے بتانے اور علامتوں کی ضرورت نہیں رہتی

لیکے نور سالک کے نزد گذشت

یعنی سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے

شاہدشیں فارغ آمد از شہود

اس کی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے

نور آں گوہر جو بیرون قہرست

جو کہ اس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے

پیش مجاز وے گواہ فعل گفت

تو اس سے فعل و قول کا گواہ نہ جا

ایں گواہی چیت اظہار نہاں

یہ گواہی کیا ہے؟ پر خفیہ کو ظاہر کرنا ہو

نور اُو پر شد بیا بانہا و دشت

اس کے نور سے جنگل اور بیابان پر برپا ہے یہاں

وز تکلفہای و جان بازی جو

اور ہمہ کے تکلفات اور جان بازی سے

زیں تسلسلہا فراغت یافتہ است

اس کو ان متاعوں سے نجات مل گئی ہو

کا زوہر و جہاں جس گل شکفت

کیونکہ درختوں جہاں اس کے جہول گل کھل گئے

خواہ قول خواہ فعل وغیر آں

خواہ وہ گواہی، قول یا درود فعل اور اس کے علاوہ

لے یک عارف باطن

میں وہ نور ہے کہ اس سے

عالم پر ہوتا ہے شاہین

اس کے لئے گواہوں کی گواہی

کی ضرورت نہیں ہے۔

تو بیاں سس کے جوہر کا وہ

ایسا درخت ہے کہ اس

کے اظہار کے لئے کسی تکلف

کی کوئی ضرورت نہیں ہے

لے جس کو ایسے طبع کی

صدقات پر اس کے قول و

فعل سے گواہی چاہنا سہا

نہیں ہے۔ کہ تو اس عرض

ظاہر ہوتا ہے جوہر باطنی

ہے قول و فعل عرض ہے اور

نور باطنی جوہر ہے۔ جوہریت

میں کوئی ہے۔ وقت بینی

نور باطن۔ اس کا نشان دہنے

کو پہچاننے کے لئے کسی پر

کا جاتا ہے وہ کس ف

ہو جاتا ہے اور سنا بات

رہتا ہے۔

۱۳۵۔ وہی صلوٰۃ عبادت کے
ذریعہ روح کو نیکیاں حاصل
ہوتی ہے یہ عبادت فانی ہے
نیکیاں باقی نہ رہ جاتی۔
رسول الہی نیکیاں کہتے خدا کی
حکم کے مطابق افعال و اقوال
ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے
کہ میرا عقائد درست ہے اور
یہ افعال و اقوال اگلے گروہ ہیں
نیک ہر گروہ فانی قبول نہیں
ہوتا بلکہ مادل فانی قابل اعتبار
ہوتا ہے ایسے گروہ کا تزکیہ یعنی
انکی حالت ثابت کرنا ضروری
ہو افعال و اقوال کا تزکیہ ہے جو
کہ انہیں اخلاص ہو یا غیر وہ
جو حفظ و تحفظ تیرا ایمان جو
گروہ قبول ہے اسکا عمل ضرورت

۱۔ گروہ قول۔ قول گروہ ہے
اگر کوئی حفظ لکھ لکھ کا گروہ
مردود ہو جائیگا فعلی گروہ میں
اگر کوئی عمل عبادت کے
خلاف ہو گا تو مردود ہو
جائیگا۔ قول و فعل باقیوں
گروہوں میں موافقت ضروری
ہے ورنہ مردود ہو جائیں گے۔
سنتیں کم ششٹی۔ تنہا ہی
کوششیں مختلف ہیں تو ان
پاک ہیں ہے ان سنتیں کم
ششٹی۔ ورنہ دن میں ہر
رات میں کہا اور کرتے ہیں۔
یا مگر۔ یہ گروہ مردود ہے۔
ان خدا اپنے فعل سے قبول
کر سکتا ہے۔

۲۔ فعل و قول۔ انسان کا
قول و فعل اس کے دل میں
پہچیں ہوتی کیفیت تک پہنچ
کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گروہوں
کی نیکی ثابت ہو جاتی ہے تو
وہی مقبول ہو جاتی ہے
وہ گروہ خود پسند جاتا۔

عبادت کے۔

کہ عرض اظہار ستر جوہرست
نیکو جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے
ایں نشان زر نمائند بر محک
کسوں پر سوسے کا یہ نشان ابائی نہیں ہوتا
ایں صلوٰۃ وایں جہاد وایں مسلم
یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے
جاں جنیں افعال و اقوال نمود
بان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے
کا عقائد راست اینک گواہ
کہ میرا عقیدہ درست ہے۔ یہ گروہ ہے
تزکیہ باید گواہاں را پداں
سمجھ لے گروہوں میں عبادت ہونی چاہیے
حفظ لفظ اندر گواہ قولی ست
قولی گروہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے

۱۔ گروہ قول کہ گوید ر دست
اگر قول گروہ غیر بات کہے تو رد ہے

قول و فعل بے تناقض بایت
بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے

سَعْيُكُمْ شَشْطَىٰ تَنَاقُضَ اَنْدَرِ
شہاری کوششیں مختلف ہیں تو تناقض میں ہر
پس گواہی باتناقض کہ شنود
تو تناقض کے ساتھ گواہی کرنا مستحکم ہے؟

فعل و قول اظہار سترست ضمیر

فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے
چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول
جب تیرے گواہ کی حالت ثابت ہو گئی وہ مقبول ہو گا

تا تو بستیزی تبیز ندائے حزن
لے کر کش و جب تک تو جھگڑا کر لگا جو جھگڑا لگے

وصف باقی دیں عرض بر تبر
صفت باقی ہے اور یہ عرض گند گواہ پر ہے
زر بماند نیک نام فے ز شک
سونا نیک نام اور ہے شک وانی ہوتا ہے
ہم نمائند جاں بماند نیک نام
بھی نہ رہیں گے ہاں نیک نام رہیں
بر محک امر جو ہر را بسود
جو ہر کو امر کی کسوں پر گیا
لیک ہست اندر گواہاں شتباہ
نیک گروہوں میں مشہ ہوتا ہے
تزکیہ اش اخلاص ہو قوفی بد
اس کی عبادت اخلاص اور تیرا اظہار ہے
حفظ عہد اندر گواہ فعلی ست
مل گواہ میں مہر کی حفاظت ہے

۱۔ گروہ فعل کہ گوید بدت
اگر فعل گروہ غیر چاہے تو رد ہے

تا قبول اندر زماں پیش آیدت
تاگزماں میں قبولیت تیرے سامنے آئے

روز مید و زید و شب بر مید
دن کو سیتے جو اور رات کو کھاتے ہو
یا مگر حکمے کند از لطف خود
ہاں اگر اپنی مسرتانی سے فیصلہ کرے

ہر دو مید امیکند بر تبر
دونوں چپے ہوتے راز کو ظاہر کرتے ہیں
ورنہ مجبوس ست اندر قولی
ورنہ مجبوس ست اندر قولی

فَانْظُرْهُمْ اَنْهُمْ مُنْظَرُونَ
پس تو ان کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

شرح

یہاں سے مولانا مضمون سابق کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تھا کہ اقوال و افعال صفات باطنیہ پر دلالت کرتے ہیں اور اس مضمون کو ہم نے امثلہ و شواہد سے بیان کیا تھا۔

اب سنو! کہ جس طرح افعال و اقوال مذکورہ صفات باطنہ مذکورہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یوں ہی پانی کے صفات مذکورہ ہی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا باطن نور حق سبحانہ یعنی اسکی صفت غفاری وجود سے بھر نری ہے پس چونکہ اقوال و افعال صفت باطنہ پر شاہد ہیں لہذا تم کو چاہیئے کہ ان دونوں سے تم اس کے مصدر کی باطنی حالت معلوم کرو۔ کیونکہ جب تمہارا قلب دوسرے کے اندر رونے کی حالت نہیں معلوم کر سکتا۔ تو اب بحسن اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم قارورہ سے اس کی حالت معلوم کرو۔ لہذا تم کو باہر سے قارورہ دیکھنا چاہیئے اور اس ذریعہ سے اسکی حالت معلوم کرنی چاہیئے۔

قارورہ جو کہ انسان کے جسم کے لئے احوال باطنہ کو ظاہر کرتا ہے اس مراد ہماری اس مقام پر قول و فعل ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب تم حالت باطنہ کو کشف سے نہیں معلوم کر سکتے تو اقوال و افعال سے معلوم کرو کیونکہ اس کے معلوم کرنے کا اس کے سوا تمہارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ طیب روحانی! سو ان کو اقوال و افعال کی ضرورت نہیں۔ وہ تو مریض کی جان کے اندر گھس جاتے ہیں۔ اور وہاں سے اس کے ایمان کی تہ میں پہنچ جاتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا ایمان کمال و نقصان کے لحاظ سے کیا رتبہ رکھتا ہے۔

پس تم کو ان لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور ان کے سامنے دلوں کی حفاظت رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ جو ایسے القلوب ہیں مگر یہ صفت ان کی اختیاری اور دائمی نہیں ہے) اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ تم لوگوں کی اندرونی حالت کو ان کے

اقوال و افعال سے معلوم کرو۔ یہ علی الاطلاق نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو صورتاً حق سبحانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا کمال ظاہر نہیں ہے۔ خواہ اس لیے کہ ان میں کوئی کمال نہیں اس لیے کہ کمال تو ہے مگر اس درجہ کا نہیں کہ خواہ مخواہ ظاہر ہو۔۔۔ ایسے لوگوں کے افعال و اقوال سے تم کو ان کی باطنی حالت پر استدلال کرنا چاہیے کیونکہ ایسے لوگوں کا قول و فعل ان کا گواہ ہوتا ہے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صوری اتصال رکھتے ہیں جس طرح ندی دریا سے صوری اتصال رکھتی ہے پس ایسے لوگوں کے قول و فعل کو ضرور دیکھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی باطنی حالت کیا ہے اور اس کا نور کیسا ہے اور کس قدر ہے۔ اور وہ مکار۔ اپنی ظاہری حالت سے لوگوں کو پھانسنے والا ہے۔ یا واقع میں اچھا شخص ہے جب یہ معلوم کر لو تو اگر وہ شکاری ہو۔ تو اس سے دور رہو۔ اور اسکے افسوس قول و فعل کو ہرگز نہ سناؤ اور اگر وہ مخلص ہو تو اس سے ہرگز مستغنی نہ ہو۔ بلکہ اس سے مستفیض ہو تاکہ وہ تم کو حق جل شانہ تک پہنچا دے۔

رہے وہ لوگ جو کمال میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور جن کے برکات و انوار سے جنگل اور بیابان پُر ہیں۔ ان کی محبوبیت کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں اور نہ ان کو بناوٹ اور کثرتِ مجاہدات و ریاضات کی ضرورت ہے چونکہ ان جو اہرات (اہل اللہ) کا نور باہر چمکتا ہے اس لئے ان کو بناوٹوں سے جو کہ عاری عن الکمال کرتے ہیں استغناء حاصل ہے۔ پس ایسے لوگوں سے گواہانِ قوی و فعلی نہ طلب کرنے چاہیے۔ کیونکہ ان سے دونوں جہاں گلی کی طرح شگفتہ یعنی ان کے فیض سے سرسبز و شاداب ہیں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اعمال کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو الحاد ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ تو یہ مکار ہیں کہ مکارتوں کی طرح ان کو بناوٹ کی ضرورت ہو اور نہ یہ خفی الکمال ہیں۔ جس پر اعمال سے

استدلال کی حاجت نہ ہو۔ بلکہ ان کا کمال خود ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں کچھ ضرورت نہیں کہ ان کے اعمال پر نظر کی جائے گو واقع میں اعمال ہوں گے یہاں تک مولانا نے اولاً افعال و اقوال کا حالت باطنی پر شاہد ہونا۔ بیان کیا۔ اور اس سلسلہ میں متعدد مضامین بیان کئے اب ہر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب افعال و اقوال صفت و حالت قلبیہ کے گواہ ہیں۔ تو اب سمجھو کہ اس گواہی کا کیا مقصد ہے۔ اس کا مقصد ایک مخفی امر کا اظہار ہے خواہ وہ گواہ فعل ہو۔ یا قول یا اس کے علاوہ کوئی اور شے۔ کیونکہ سب کی گواہی سے مقصد یہ ہے کہ حالت قلبیہ مخفیہ ظاہر ہو۔ ہم اس مقام پر استطراد دینا ہی بتلائے دیتے ہیں کہ وصف مشہور بہ باقی رہتا ہے۔ اور یہ اعراض (افعال و اقوال) جو کہ اس کے گواہ ہیں گزر جاتے ہیں۔ لان العرض لا یبقی زامین دیکھو کسوٹی پر سونے کا نشان قائم نہیں رہتا مگر اس کا کھراہن ہمیشہ رہتا ہے۔ جس سے وہ ہمیشہ نیک نام اور غیر ملتبس الامر رہتا ہے۔

پس اسی طرح یہ زکوٰۃ اور جہاد اور روزہ ہی بحال باقی نہیں رہتے مگر جان کی صفت حمیدہ باقی رہتی ہے جس سے وہ ہمیشہ نیک نام رہتی ہے جب یہ استطرادی مضمون ختم ہوا۔ تو اب سمجھنا چاہیے کہ جس وقت جان اس قسم کے کام کرتی ہے تو گویا کہ حکم حق کی کسوٹی پر اپنے کو ٹکستی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ میرا اعتقاد الٰہیت حق سبحانہ کی نسبت درست ہے اور یہ مذکورہ وغیرہ اس امر کے گواہ ہیں لیکن صرف اتنی بات سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ گواہوں میں ہنوز شبہ ہے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے اسلئے ضرورت ہے کہ ان گواہوں کا تزکیہ کیا جائے۔

اور تزکیہ ان کا اخلاص ہے اور اسی تزکیہ کے لئے تم کو روک رکھا ہے کہ گواہوں

کا تزکیہ کرادو۔ اور دہلیز قاضی سے رخصت ہو جاؤ۔ یہ تو عام تزکیہ تھا اور دوسرا
 تزکیہ خاص ہے۔ جو ہر گواہ سے جداگانہ متعلق ہے۔ مثلاً گواہ قولی کا تزکیہ یہ ہے
 کہ الفاظ شہادت محفوظ رہیں۔ اور کوئی بات خلاف دعویٰ زبان سے نہ نکلے
 اور گواہ فعلی کا تزکیہ یہ ہے کہ جو عہد کیا گیا ہے اس پر قائم رہ جائے اور کوئی کام
 ایسا نہ کیا جائے جس سے بد عہدی ظاہر ہو۔ یہ تزکیہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر گواہ
 قولی کوئی بے جا بات کہے گا تو مردود الشہادت ہو جائیگا۔ علیٰ ہذا اگر گواہ فعلی کوئی
 ایسا کام کرے گا جو معاہدہ کے خلاف ہے تو برا سمجھا جائے گا اور نامقبول ہوگا
 پس تمہارے لیے ضرورت ہے کہ تمہارے افعال و اقوال میں تناقض نہ ہو۔ تاکہ
 تم مقبول ہو جاؤ۔ اور تمہاری گواہی مان لی جائے لیکن تمہاری حالت اس کے
 خلاف ہے اور تمہاری سعی پراگندہ ہے۔ اور تم تناقض میں مبتلا ہو تم دن کو بیٹے ہو
 اور رات کو پھاڑ ڈالتے ہو۔ یعنی کبھی تم اچھے کام کرتے ہو اور کبھی بُرے۔ ایسی
 حالت میں تمہاری شہادت ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ شہادت مناقضہ نامقبول
 ہے اور اس صورت ضابطہ سے تمہاری رہائی کی کوئی سبیل نہیں۔ الا آنکہ حق
 سچا، اپنے فضل کی رو سے فیصلہ کریں اور ضابطہ سے کام نہ لیں۔ اس وقت
 تم کو نجات ہو سکتی ہے۔

الحاصل: تمہارے اقوال و افعال تمہاری حالت قلبیہ کے مظہر ہیں اور دونوں
 اس امر مخفی کو ظاہر کرتے ہیں۔ پس جس وقت ان گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا
 مقبول ہونگے۔ ورنہ سچی شہادت ادا کرنے میں توقف کے سبب دہلیز قاضی میں
 مجبوس رہیں گے اور جب تک تم سچی شہادت ادا نہ کرو گے اور اسکے ادا کرنے
 میں حیلہ و حجت کرو گے اس وقت تک کارکنان قضا بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔
 پس تم بھی انتظار کرو۔ وہ بھی منتظر ہیں۔

عرضہ کردن مصنفہ اصلی اللہ علیہ وسلم شہاد رابر مہمان پیش
 حضور منی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کون سی بات پیش کرنا

ایں سخن پایاں نذارو مصطفیٰ
 ایں بات کا غائر میں ہے مصطفیٰ نے

آں شہادت کہ فرخ بودہ
 وہ (کن) شہادت جہا برکت ہے

گشت مومن گفت اور مصطفیٰ
 وہ مومن ہی آپ، اُس کو مصطفیٰ نے فرمایا

گفت واللہ ابد ضیف توام
 اُس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان ہوں

زندانہ کردہ مشتق و دربان تو
 آپ کا زندہ کیا ہوا اور آؤ دیا ہوا اور دربان ہوا

ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خول
 ہر جس کو منتخب رہے خول کے علاوہ منتخب نہ کرنا

ہر کہ سوائے غیر خول تو رود
 ہر آپ کے دوسرے خول کے بغیر نہیں جائے گا

ہر کہ از ہمسایگی تو رود
 ہر آپ کے ہمسایہ سے جائے گا

ور رود بے تو سفر او دور دست
 اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے

ور نشیند بے تو برائے ریف
 اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھر سے پرینے

ور بچم کہ راز و شہن ازاو
 اگر اُس کی (بہتری) خبری، جس سے بچے

ور نے شاکر کہم گفت ست حق
 اگر اُنھوں نے تو اُن میں اُن کا شکر کیا جائے گا

گفت پیغمبر غیب ایں را علی
 پیغمبر نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا

عرضہ کردایمان پذیرفت آفت
 ایمان پیش کر دیا اور اُن نے قبول کر لیا

بند ہائے بستر را بشورہ دست
 جس نے بندہ بنی بندش کو کھلا ہے

کا مشباں ہم باش تو مہمان ما
 تو آج کی رات ہی ہمارا مہمان رہو

ہر کجا باشم بہر جا کہ روم
 جہاں کہیں بھی رہوں جہاں بھی جاؤں

ایں جہان ایں جہان خوان تو
 ایں جہاں میں اور اُن جہاں میں آپ کے ستر خوان ہیں

عاقبت در دگوشیش متخوان
 انجام کار نہی اُن کا کھانا چھڑا دے گی

دیو با او داں کہ ہم کا سہ بود
 سمجھ بیٹھے شیطان اُن کا ہم بیاد ہوگا

دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بود
 بیشک شیطان اُن کا پڑوسی ہوگا

دیو بد ہمراہ وہم سفرہ ولایت
 شیطان اُن کا ہمراہی اور شریک ستر خوان ہے

حاسد باہست دیو اور ریف
 وہ ہمارا حامد ہے، شیطان اُن کے قہر سوار ہے

دیو در نساںش بود آناز او
 شیطان اُن کی نسل میں اُن کا شریک ہوگا

ہم در اموال و در اولاد از سبق
 اموال میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

در مقامات نوادر با علی
 نوادر مقامات میں حضرت علیؑ سے

ہے۔ محل مول یعنی محل
 علم ہر جگہ شہرہ فاش ہے۔
 قرآن پاک میں حضورؐ کو حکم
 سے حاضر علیہ السلام فرمایا
 اَللّٰهُمَّ مَنِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
 آپ اُس سے روزِ قیامت کیلئے
 اور انتظار کیلئے وہی انتظار
 میں ہیں۔

سکھ و سحر کون پیش کرنا۔
 خیالات کو شہادت لکھنا۔
 مبارک گفت۔ وہ کا مہمان
 کو چھ کر مہمان ہو گیا
 استیساں آج کل رات گفت
 اُس نے کہا اب تو میں جہاں
 کہیں بھی رہوں آپ کے

لے زندہ کردہ۔ آپ نے
 کچھ حیاتِ آدمی غایت
 کی ہے۔ متفق۔ غلامی سے
 آزاد شدہ۔ اُن جہاں۔ عالم
 آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے
 دس تر خوان سے بھاگے گا وہ
 ہلک ہوگا اور شیطان اُن
 کا ہم نوا اور ہم بیاد ہوگا۔
 جہاں کی۔ جو آپ کا پڑوسی
 چھوڑے گا شیطان اُن کا
 پڑوسی بنے گا۔ سفرہ۔ ستر خوان۔
 لے۔ درجہ۔ اگر اُن کی بری
 کے پتہ پید ہوگا، شیطان
 اُس کو ہر وقت دیکھتا رہے گا۔
 یعنی بری۔ آناز۔ شریک
 و دے۔ قرآن پاک میں شیطان
 کو خطاب کیا گیا ہے وَذُرْکُم
 فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ
 قرآن کا اموال اولاد میں
 شریک بن جائے

تھے اصول اخذ نہیں ہو سکے
مہمان نے کہا مقام۔ اور وہ
مسافر۔ ان کی مست شہر
ہے۔ قادیانہ شخص جس کے
حضرت مٹی نے مرنے کے
چالیس سال بعد زندہ کر دیا
لیکن پھر وہ بیس مرتبہ مر گیا
قرآن کی حیات ماضی تھی آپ
نے مجھے امدادی زندگی عطا
کر دی ہے گوشت۔ وہی ریا
خواب سلطان جس نے کعبہ
ایک کبریٰ کے آگے درود
سے سیر ہو گیا۔

لے کر۔ آنحضرت نے مزید
کھلے پر اسرار کیا۔ احوال
اصرار۔ تقاضا چاہی بدلی۔
دوش۔ شب کو شہر پر تشریف
میں آج یہ تھوڑی فاصلے سے
ہو گیا۔ آخر اسی کو پٹ پٹیں
کی عوار کے سے ہر گاہ پٹیں
اچھی ہے ہم والا جس کفر
کی حالت کی جس جانی رہی
تھے کراچی۔ وہی حرم
وقت۔ اب جو کہہ مومن ہو گیا
ایمانی فاصلے اور مولا تارہ
کر دیا جو بقرہ پیاری ہے
جس میں کسی کی پٹ نہیں ہوا
ترجمہ حضرت مریم جادہ ہونے کی
سمت میں متوجہ کئی کئی ہیں
اور نہ تادی فخر ہے بے نیاز
میں۔ فاقہ ایام۔ ایمان کی
حقیقت جب نصرت اور خدا کا
اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو
پھر وہی خدا کی یاد ضرورت
نہیں رہتی ہے
تھے اتنے خاتم کوہ جولوگ
صرف نالی میں ہیں وہ اس
حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے تھے
نورانی روح کی فضا ہے جب
روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا

یا رسول اللہ رسالت را تمام
لے اللہ کے رسول مہموری رسالت کو
اس کہ تو کر دی دو صد ہا در کرد
جو کچھ آپ نے کیا وہ تو اوزن نے نہ کیا
از تو جامع از اجل نیک جان برود
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت جان پائی
گشت مہمان رسول انشب
عرب اس رات رسول کا وہاں ہو گیا

کر والی حاشیہ خورشید و رفاق
آنحضرت نے اس سے امر کیا کہ درود اور دینی کام
اس تکلف نیست ناموں میں
یہ مخف نہیں ہے ان مشہور اور مکر
در عجب ماندند جملہ اہل بیت
سب کمر دے تعجب میں پڑ گئے
انچہ قوت مرغ با پیلے بود
جو ابابیل پرند کی عوار کا ہو
فجھے افتاد اندر مرد و زن
مرد و زن میں کس کس پس ہونے لگی
حرص و ہم کافری سرزیر شد
کفر کی حرص اور دہم اندھا ہو گیا
اں گدازش و کفر از بے برزت
وہ بھکاری ہیں اور کفر اس سے دھت ہوا
انکہ از جوع البقر اومی طیبید
وہ شمس جوع البقر ہے جو پست فضا
میسوہ جنت کے چشم نشین
جنت کے پس میں کی کھوپ کی جانب دل لائے
ذات ایمان نہمت و کوئے رست ہو
ایمان کی حقیقت نصرت اور عظیم لایہ فضا ہے

تو نمودی ہیچو شمس بے غما
آپ نے دکھا دیا بغیر آبر کے سونچ کی طرح
علیٰ و افسوس با عا و ز کرد
حضرت امین اور ان کے دماغ نے عا و ز کیا
عا و ز ارشد زندہ آندم باز مرد
ما زار گریز وقت زندہ ہوا پھر مر گیا
شیر یک نیم خور و دبست لب
ایک کبری کا آدھا اور دوسرا آدھ ہونٹ بند کر کے

گفت گشت سیر و اللہ بے نفاق
اس نے کہا میرا پٹ میرا خدا کی قسم ہاں اللہ ہے
سیر گشت ازال کہ دوش میں
میں اس سے زیادہ پٹ ہزاروں جتنا کل تھا
پڑ شد اس قندیل از یک قطرہ زیت
کہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے ہو گیا
سیری معدہ چیں پیلے بود
اپنے دھن کا اس سے پٹ ہو جائے
قدریشہ می خورداں پلٹیں
یہ اچھی پیسہ ہم والا بھر کی قدر کیا ہے
از دھا از قوت موئے سیر شد
اڑ دھا بھڑکی کی خدا کا سے سیر ہو گیا
لوٹ ایمانش لشر کرد و زفت
اس کو ایمان کی عمدہ فضا نے مولا کا نکلا
ہیچو مریم میوہ جنت برید
اس نے حضرت ابراہیم کی طرح جنت کے پہاڑ کو
معدہ چوں دوش آرامیت
اس کے دوش سے سدا سے آرام پایا
لے قناعت کردہ از ایمان قبول
لے کہہ کہ جس نے ایمان کے باغ میں قول پکا کرنا

شرح خیر! یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے سامنے ایمان پیش کیا اور اس نے اس شہادت توحید و رسالت کو قبول کر لیا جو کہ نہایت مبارک تھی اور جس نے اس کے معنوی بیڑیوں کو کھول کر اُسے آزاد کر دیا اور اس طرح وہ مومن ہو گیا۔ پس جب کہ وہ مومن ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا کہ تم آج رات ہمارے ہی مہمان ہو۔ اس پر اس نے عرض کیا کہ حضور آج رات کیا۔ اب تو میں ہمیشہ کے لیے جہاں کہیں بھی ہوں اور جس جگہ ہی جاؤں آپ ہی کا مہمان ہوں۔ کیونکہ یہ غذائے ایمانی جس سے میں ہمیشہ متغذی رہوں گا۔ آپ ہی کے طفیل سے ہی ہے نیز میں موت روحانی سے آپ ہی کا زندہ کیا ہوا ہوں۔ اور آپ ہی نے مجھے نفسِ شیطان کی غلامی سے آزاد کیا ہے اور میں آپ ہی کا درباں و خادم ہوں اور دنیا میں بھی آپ ہی کے دسترخوان پر ہوں اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ اس وقت میری اصل غذا غذائے روحانی ہے اور وہ آپ کے طفیل سے ملی ہے اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ ایمان ہی کے سبب ملے گا اور ایمان آپ ہی کے فیض سے ملا ہے اسلئے تمہارا اُخرویہ بھی گویا کہ آپ ہی کی دی ہوئی ہے پس دونوں جہان میں آپ کے دسترخوان پر ثابت ہو گیا۔ (اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندہ کردہ الٰہ کی تقدیر من زندہ کردہ و معق و دربان توام و دریں جہاں و درائیں جہاں۔

برخواں توام ہے۔ فلا تلتفت الی ما قال بحر العلوم و ولی محمد فاضل زل تقدیر ہما فقال ما قال) غرض کہ میں آپ ہی کا مہمان ہوں اور آپ ہی کا مہمان رہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص اس عمدہ دسترخوان معنوی کو چھوڑ کر دوسرا دسترخوانِ شیطانی و نفسانی اختیار کرتا ہے انجام کار اس کے گلے میں پڑی پھنس جاتی ہے اور اس کا گلا پھاڑ ڈالتی ہیں یعنی یہ مہمانی اس کے لیے موجب رنج و کلفت ہو جاتی ہے

اور جو شخص آپ کے دسترخوان معنوی (ہدایت) کو چھوڑ کر دوسرے دسترخوان پر جاتا ہے۔ شیطان اس کا ہم پیالہ ہوتا ہے۔ اور جو شخص آپ کی مجاہدات کو چھوڑتا ہے شیطان اس کا ہمسایہ ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ کی ہدایت بغیر سفر و دراز اختیار کرتا ہے اور اس کا رفیق اور شریک دسترخوان شیطانی ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ (کی ہدایت) کے بغیر گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اس کا ردیف .. ہمارا حاسد شیطان ہوتا ہے اور اگر بد دل آپ کی ہدایت کے اس کی بیوی اس سے حاملہ ہوتی ہے تو اس کی نسل میں شیطان شریک ہوتا ہے۔

غرض کہ کہ آدمی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر جو کام بھی کرتا ہے اس میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے اور یہ امر بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ نے اپنے کلام میں وشارکھم فی الاموال والاولاد فرمایا ہے۔ جسکی معنی یہ ہیں کہ تو اس کے مالوں اور ان کی اولاد میں شریک ہو جا۔ اس شرکت فی النسل ثابت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون کو اپنے خاص مقامات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فرمادیا ہے۔ خیر! یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو! کہ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم آپ نے مجھ پر اپنی رسالت کو یوں روشن کر دیا جیسے بے آبر آفتاب اور یہ شفقت جو آپ نے مجھ پر کی سینکڑوں ماؤں نے اپنے بچوں پر نہیں کی اور جو احسان آپ نے مجھ پر کیا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام اور اسکے اخسون نے عاذر کے ساتھ نہیں کیا۔ کیونکہ آپ نے میری رنج کو موت کے پنجے سے ہمیشہ کے لیے چھڑا دیا اور عاذر دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ضرور ہوا تھا مگر اس کے بعد مر گیا تھا اس لئے دونوں احسان برابر نہیں ہو سکتے۔

القصہ! وہ عرب اس شب بھی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان ہوا اور ایک بکری کا آدھا دو دھ پی کر منہ بند کر لیا۔ جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصرار کیا کہ میاں اردو دھوٹی اور کھاؤ تو اسٹس کہا بخدا
میں غلط نہیں کہتا۔ میں بالکل سیر ہو گیا نہ یہ تکلف ہے اور نہ فقط ناموس کہ لوگ
میرے زیادہ کھانے پر طعن کریں گے اور نہ چالاکي۔ بلکہ میں آج کل سے بھی زیادہ
سیر ہو گیا ہوں یہ دیکھ کر کہ ایک قطرہ روغن سے قندیل بھر گیا اور ذرا سی غذا
سے اتنا بڑا معدہ پُر ہو گیا۔ گھر کے لوگ بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ حیت کی
بات ہے کہ جو غذا ابابیل سے چھوٹے جانور کی تھی کہ وہ اتنے بڑے ہاتھی کے معدہ
کو پُر کر دے اور مردوں اور عورتوں میں کھس پھس ہونے لگی کہ ارے ہاتھی کے
کے ڈیل ڈول کا آدمی اور مچھر کی خوراک کھاتا ہے۔

اب سنو! کہ کم خوراک کا سبب کیا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ حرص اور وہم جو
کافروں میں ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے اسکی زائل ہو چکی تھی اور
غذائے ایمانی بڑھ گئی تھی۔ اور وہ شخص جو کہ اس سے قبل بھوک کی زیادتی سے
بے قرار تھا اس نے مریم علیہا السلام کی طرح میوہ جنت دیکھ لیا تھا۔ چونکہ میوہ
جنت اسکی نظر کے سامنے آ گیا تھا اسلئے اس کا دوزخ کا بند معدہ ٹھنڈا ہو
گیا تھا۔ (میوہ جنت سے یا تو مراد طمانینت ہو۔ یا نور ایمان)۔ بہر حال۔۔

حاصل یہ ہے کہ غذائے روحانی مل جانے سے اُسے غذائے جسمانی کی طرف
رغبت نہ رہی تھی کیونکہ وہ اسکی نظر میں بے وقعت ہو گئی تھی اور اسکو اتنی
ہی غذا کی ضرورت تھی جس حیات و قوت اعمال باقی رہے مگر دل چسپی تھی
جو کہ زیادہ کھانے کا باعث ہے اسلئے کم کھانے لگا تھا)

آگے ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو کہ غذائے ایمانی کے معنی عن الغذا والجسمانی
ہونے کے منکسر ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں حقیقت ایمان تو حاصل نہیں بلکہ
زبانی ہی کلمہ پڑھتے ہو۔ تم کیا جانو! کہ غذائے ایمانی کے مُفنی عن الغذا والجسمانی

ہوتے ہی نہیں اسلئے انکار کرتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ ایمان بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی غذا ہے۔ اسکے مقابلہ میں غذائے حسی کی کوئی وقعت نہیں۔ پس اسکی بنیاد پر غذائے حسی سے ایک حد تک مستغنی ہو جانا کچھ بعید نہیں

در بیان آنکہ نوے کے غذائے جان ست غذائے جسم اولیہ
اس کا بیان کہ وہ نوے جو روح کی غذا ہے اولیہ کے جسم کی بھی غذا ہوتا
میشود تا وہ ہم یار می شود روح را کہ اسلم شیطان علی بدن
ہے یہاں تک کہ یہی مدد کا دوست بنالینے کی کہ (انھوں نے فرمایا ہے) یہ شیطان میرا دوست ہے

گرچہ اس مطعوم جان ست نظر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی غذا ہے

گر نگشتے دیو جسم اس را کول
اگر شیطان لاہم اس کا کھانا لا نہشت
دیو زان لوتے کہ مردہ حتی شود
شیطان اس غذا کو جس سے مردہ زندہ ہوتا ہو
دیو بر دنیا ست عاشق کو کر کر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے

از نہا نختانہ یقیں چون ہے خشد
یقین کے دلینہ میں سے جب وہ غلہ بچتا ہے

یا حریض البطن عجزہ کذا
اسے پیٹ کے لایمی! اس طرح اس کو ہو

یا حریض القلب عجزہ للعلاج
اسے دل کے دینے! علاج کی طرف اس کو ہو

ایما الحبوبس فی زہن الطعام
اسے کھانے کی زہن کے قید کی

ان فی الجوع طعاما قافرا
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے

ہے وہ دوسری غذا بھی
جیسا کہ حکیم عربی فرماتے ہیں
کا مقصد یہ ہے کہ نفس آنکہ
بیراج برکے ہے ہر لے
یہاں شیطان سے مراد جسمانی
پادے ہیں وہ بھی روح کا
بن گیا ہے کہ ہم اس سے فید
ایمان۔

لے کر نکلتے۔ اگرچہ
لاہم ہمارا اور ہم نور بننا
فرمودہ شیطان مسلمان
ہوگا مرنے والے۔ اگرچہ
اگر نہ سے غذا حاصل نہ کرنا
تو مسلمان کب ہو سکتا تھا
ذیہم انسانی دیوانہ
ہے جب تک اس وقت باطن
دیہم کا اس وقت کی کر
لے گی۔ آتا تھا جب
اشقانی کی جانب میں
یقین کی کیفیت پیدا کرتے
گفتے ہیں کہ عشق نوردار
ہو رہا ہے۔ اگرچہ۔
نہاں تہی سے عزت
بدن ہے اور اس سے
مرض نامی ہو رہا ہے
انسان کو غذا جیانی ہو
کو غذا روحانی کا مادی
بننا چاہیے۔
کے اجڑیں۔ مزاج کے
تیز سے ہی امراض پیدا
ہوئے ہیں جب مزاج کی
تبدیل کر کے اس کو اصل

اِغْتَدِ بِالنُّورِ كُنْ مِثْلَ الْبَصِيرِ
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا

چوئل ملک تسبیح حق را کفن غذا
ارشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنالے
جبرئیل ارمیہ جیفہ کم تند
لہو جبرئیل و مرزا کا تنغ نہیں کرتے ہیں
پیل اگرچہ در زمین آہستہ است
اچھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے

خُبْزِ اِخْوَانِ نَبَاوَدِ دُر جہاں
دنیہ میں عمدہ خزان دیکھا ہے

كَافِيْنَ الْأَمَلَاةِ يَا خَيْرَ الْبَشَرِ
لے لے انسانوں میں سے بہتر! زشتوں کی مہافتہ کر

تاری ہمچوں ملائک از ازا
تا کہ تو زشتوں کی طرف سے نجات پائے
اَوْ لَقَوْتَ كے زکر کس کم زند
وہ وقت میں کہو سے کم ہر مذاب کہتے ہیں؟
اَوْ لَقِشْتِ باز کو چوں رستہ است
بستہ وہ جھڑ سے کب بچا ہے!

لیک از چشم خیمیاں ہیں نہاں
نیک کیوں کی آنکھ سے بہت چھپا ہوا ہے

انکار کردن اہل تن غذائے رُوح را و لرزیدن ایشان
تن پروردن کا رد مانن غذا سے انکار کرنا انسان کا جسمال تھڑی
بَرِ غَدَائِے خِیَمِے جِہَانِے
غدا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے
قسم شاں خاکست گردے گر بہا
قسم شاں خاکست گردے گر بہا
ان کا کھٹ مٹی ہے نواہ خزان ہر خواہ بہار ہو
در میان چوب گوید کرم چوب
کلوڑ کا کب کلوڑ کلوڑ میں کہتا ہے
در میان خاک گوید کرم خورد
چھڑا سا کب کھڑا مٹی میں کہتا ہے
کرم سر گین در میان آن حد
گور کا کب کھڑا اس نہایت میں
جُزِ نَجاست بیچ نشاند کُلاغ
کو نجات کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے

قسم موش و مار ہم خاک کے کُود
چمچے اور سانپ کا کھٹہ چمچے ہی بنی ہے
میر کوئی خاک چوں نوشی چو مار
قر جان کا سردار ہے سانپ کی طرح کھانے کا
مر کر ابا شد جنیں حلوائے خوب
ایک عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!
ایں جنیں حلوا العالم کس خورد
دنیا میں الیہ ملوہ کسی نے انہیں کھایا
در جہاں نکلے نداند جزِ خُشْت
دنیا میں سوائے نہایت کے کوئی نوراک نہیں جانتا
شد نجاست مَرُو لے چشم و چراغ
نہایت ہی میں کچھم و چشم و چراغ ہے

مالت میں لے آیا جلتے
قورمض ناکس ہو جا ہے
مظالم میر کے مصائب
برداشت کرنے سے مالت
مالت ہوتی ہے۔ اچھا جی
النجوع۔ اشعر
المدون از طام غالی اور
تا در کان نور معرفت بینی
واقع۔ ملاکر کی فضا نور
ہے۔
سچے چوں ملک زشتوں
کو تسبیح کے زدیہ غدا نور
حاصل ہوتی ہے جبرئیل۔
جبرئیل کی طاقت نورانی

جدا۔ نورانی غدا
میں موجود ہے۔ یہ کہن وہ
کیوں کی نگاہ سے ہر جہ
ہے وہ صرف ظاہری غذا
پر مہرور کرتے ہیں۔ انکار
کردی۔ دنیا دار غذا رنج
کے حکو ہیں۔ اور مہرور کی جانی
غذا کی طرف آتی ہیں۔
گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ
بن جائے تب بھی چر ہے
اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی
ہے۔ یہی حال ان دنیا دار
کا ہے۔ در جہاں۔ کلوڑ کا
بیز کلوڑ ہی کو بہترین حلوا
سمجھتا ہے۔
سے در جہاں۔ زمین کا کبیرا
زمین ہی کو بنا حلوا سمجھتا ہے
کہ جبرئیل جو بر کے کہنے کو
گوری بہتر غذا معلوم ہوتی
ہے۔ کلاغ۔ کو نجات ہی
کو بہتر غذا سمجھتا ہے۔
منجاست۔ دما۔

ہے ان کی پرداز مرزا رخ گدہ سے بہت زیادہ ہے۔ چیل۔ اچھی لاجم بہار ہر کہہ سکتی
جھڑاں کو ہاک کر سکتا ہے تو ہم کی طاقت پرورد نہیں ہے۔

شرح

یہ مسلم ہے کہ غذائے ایمانی روح اور عقل کی غذا ہے مگر جسم کو بھی اسے حصہ پہنچتا ہے اور وہ بھی اس سے بے بہرہ نہیں رہتا۔ کیونکہ اگر جسم جو کہ شیطان ہے اس کو نہ کھا سکتا۔ تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان علی یدی نہ فرماتے کیونکہ اس حدیث میں شیطان سے مراد جسم ہے پس جب تک کہ وہ غذائے روحانی نہ کھائے جو کہ مردہ کو زندہ کر دیتی ہے اس وقت تک وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے اور جبکہ وہ مسلمان ہو گیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس نے غذائے روحانی کھائی۔

پس ثابت ہوا کہ جسم بھی غذائے روحانی کھا سکتا ہے اور جب وہ غذائے روحانی کھا سکتا ہے تو اس سے غذائے جسمانی میں کمی آ سکتی ہے — اور راز اس کا یہ ہے کہ شیطان جسم یعنی نفس دنیا پر عاشق اور اس کی محبت میں اندھا اور بہرہ ہورہا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک عشق کو دوسرا عشق مضحک کر دیتا ہے۔ پس جبکہ وہ نہان خانہ یقین کی شراب چکھ لیتا ہے اور لذت ایمان سے آشنا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کا عشق دنیا اور اس کی نعمتوں سے غذائے ایمانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اب وہ غذائے جسمانی کا طالب نہیں رہتا اس طرح غذائے جسمانی میں کمی ہو جاتی ہے تو صیغہ اسکی یہ ہے کہ جسم کے اندر غذائے جسمانی کے لیے دو قسم کے تقاضے ہیں ایک تقاضائے طبیعت جس کو حق سبحانہ نے جسم میں اسلئے ودیعت رکھا ہے کہ وہ جسم کی اصلاح کرے اور بوقت ضرورت اس کے لیے غذا حاصل کرے جو کہ بدل مانتھل ہو کہ تغذیہ و تنمیه اعضا کرے اور دوسرا تقاضائے نفس جس کا منشأ محض حرص، تملذ و تنعم ہے پس سے جبکہ نفس غذائے روحانی سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کا تقاضائے غذائے جسمانی مضحک ہو جاتا ہے اور صرف تقاضا

طبیعت باقی رہ جاتا ہے وہ تقاضا بھی اس وقت ختم ہو جاتا ہے جبکہ بقدرت غذا اس کو مل جاتی ہے۔ پس اس طرح غذائے جسمانی میں کمی آ جاتی ہے [پس جبکہ یہ امراض ہن نشین ہو گیا کہ تو اے پیٹ بھرنے کے شائقو! تم کو یوں ہی ترقی کرنی چاہیے اور اپنے نفس کو اولاً ایمان کی چاٹ لگانی چاہیے۔ اور رفتہ رفتہ اسے ترقی دینی چاہیے۔

کیونکہ وصول الی الحق کا صحیح رستہ یہی ہے کہ غذا کو بدلا جائے۔ اور اے مریض القلب لوگو! تم علاج کی طرف توجہ کرو اور اپنے مزاج کی اصلاح کرو۔ کیونکہ حاصل تمام تدبیروں کا یہی ہے کہ مزاج کو بدلا جائے اور طریق اس کا یہی ہے کہ غذائے جسمانی کو کم کیا جائے اور غذائے روحانی کو بڑھا دیا جائے گو ایسا کرنے میں تم کو زحمات پیش آئیں گی — مگر اے مجوسین رہن طعام یاد رکھو! کہ اگر تم نے ان شدائد کو برداشت کر لیا تو تم ہلاکت ابدی سے بچ جاؤ گے۔ دیکھو بھوکے رہنے سے روح کو بہت بڑی غذا ملتی ہے۔ پس اے غذائے روحانی سے وحشت کرنے والو! تم اسے طلب کرو۔ اور اسی کے امیدوار رہو۔ اور غذائے جسمانی کے انہماک کو چھوڑو تم آنکھ کی مانند ہو جاؤ اور نور سے غذا حاصل کرو۔ اور اس امر میں فرشتوں کے مثل ہو جاؤ اور اس طرح بہتر انسان کہلانے کے مستحق ہو جاؤ اور تم فرشتوں کی طرح تسبیح حق کو اپنی غذا بناؤ تاکہ جس طرح فرشتے بنجاسات (ظاہرہ و باطنہ) سے پاک ہیں یونہی تم ہی بنجاست (باطنہ) سے پاک ہو جاؤ۔ تم کو شاید یہ خیال ہو کہ غذائے جسمانی کو کم کر دینے سے ہماری قوت گھٹ جائے گی۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے قوت کا مدار کچھ مُردار خواری ہی پر نہیں ہے۔

دیکھو! جبریل اگر مُردار نہیں کھاتے تو وہ قوت میں کس کس کم نہیں ہیں

جو کہ مُردار کھاتا ہے — تم اہل اللہ کی آہستہ روی سے ان کے صنعت کا
 شبہ نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ اگر ترک غذا سے صنعت نہیں ہوتا تو اس سے ان
 کی رفتار سُست کیوں ہو جاتی ہے اس لیے کہ ماضی اگرچہ زمین میں آہستہ چلتا
 ہے مگر ٹمچر کے قابو سے باہر ہے جو کہ رٹاٹے کے ساتھ گھومتا ہے۔
 غرض کہ عالم میں حق سبحانہ کا عجیب سنگ جاری ہے۔ مگر افسوس!
 کہ پست ہمت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ اہل
 اہل نہیں چنانچہ اگر تمام دنیا نعمتوں سے بسرین باغ ہو جائے تو سانپوں اور چوہوں
 کو کیا ان کی غذا تو خاک ہی رہے گی۔ اور خواہ موسم حشرات ہو یا موسم ہمارے۔
 ان کے حصہ میں تو مٹی ہی ہے۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا
 تم اشرف المخلوقات ہو تم سانپوں کی طرح مٹی (غذائے ناسوتی) کیوں کھاتے
 ہو۔ اس جملہ معترضہ کو بیان فرما کر مضمون سابق کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے
 ہیں کہ اہل دنیا کی حالت ایسی ہے جیسے لکڑی کا یازین کا یا گوہ کا کیڑا۔ یا کوا۔ کیونکہ
 لکڑی کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ بھلا ایسے مزیدار غذا کسی کو مل سکتی ہے اور زمین
 کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ دنیا میں بھی کسی نے ایسا حلوا نہیں کھایا جیسا میں کھاتا
 ہوں۔ اور گوہ کا کیڑا گوہ کے اندر رہتے ہوئے عالم ہر میں غذا بجز گوہ کے
 جانتا ہی نہیں۔ اور کوا بجا ست کے سوا اور کوئی غذا نہیں جانتا اور بجا ست ہی
 اس کے لیے عزیز ہے۔

پس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ غذائے ناسوتی کے علاوہ جانتی ہی
 نہیں کہ کوئی اور بھی غذا ہے۔ بلکہ وہ انہی کو غذا سمجھتے ہیں۔ کلام کو یہاں تک
 پہنچا کر اب مولانا مناجات میں مشغول ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

مناجات

لے غلے بے نظیر ایشا رکھ
اے بے نظیر خدا : عساکت کرنے
گوش ماگیر و بیاں مجلس کشاں
ہمارا کان بڑا اور اس مجلس میں کینچ
چوں بجا بولے رسانیدہ ایزیں
بلکہ تو نے ہم تک اس کی خوشبو پہنچا دی ہے
از تو نوشند از کور و از اناث
ذکر اور نوشت تھم ہی سے بن رہے ہیں
لے دمانا گفتہ از تو متجباب
لے دکانی ہوئی دما ہی تیری باجہ قبول ہو
چند حرفے نقش کردی از رقوم
تو نے حرف میں سے چند حرف تحریر کیے
نون ابر و صا و شیم جیم گوش
ابرو کا نون ، آنکھ کا صا ، مادہ کا نون کا جیم
زاں حروف تہذیر و بار یک لیں
تیرے ان حروف سے مثل دقیق افکار ہو گئے
در خور ہر فکر بستہ بر عدم
عدم پر ہر فکر کے مناسب نام کر دیا ہے
حرف ہائے طرفہ بر لوح خیال
خیال کی حقیت پر عجیب حروف
بر عدم باشم زہر موجود دست
میں عدم کا مانتا ہوں ذکر موجود کا
عقل را خط خوانی ان شکل کرد
عقل کو ان شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا

گوش راجوں ملکہ دادی زیں سخن
جیکہ تو نے اس کام کا ہی میں ملکہ بنا دیا ہے
کز حقیقت میخوندا یں سر خوش
کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں
سر ہمدان مشک الے کپیں
لے دی کے رب : اس مشک کو بند کر
بے درغبی در عطایا مستغاث
اے فرادوس ! فرقیات میں بے حد تک لوک ہے
وادہ دل را ہر دی صد فتح پاپ
تو نے ہر لمحہ دل کی سنگلوں و دعا کی کشادگی رکھا
سنگہا از عشق اوش تہ مجوموم
اے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہوئے
بر نوشتی فتنہ صد عقل و کوش
تو نے لکھے ہیں جو سنگلوں عقل و کوش کیلئے فتنہ
لغ میکن اے ادیب خجہ شنوین
اے خوشنویس ادیب ! خوب لکھ
وہمدم نقش خیال خوش رقم
ہر لمحہ ، جیسی خیالی نقش
بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال
آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے کھینچے ہیں
زانکہ معشوق عدم وانی ترست
کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ دانا دار ہے
تا ہمد تہدیر بار از ازل نور د
تا کہ ان کے بارے میں تدبیروں کو پیش سے

۱۵۲ اے خدا۔ جب تو نے
میں توفیق عطا فرمائی ہے کہ
ہم سر اور دھم شکر رہے ہیں
تو پھر میں اپنی حال کی مجلس
میں پہنچا رہے۔ زیر سخن بینی
اسو در حکم۔ رقیق مشرب۔
سر خوشاں مستان چن چن جب
تو نے میں اپنی دل کی بائیں
سنا دی ہیں تو ان کریم سے
عشق نہ رکھ۔
۱۵۳ اے تیرے عطا مامور
تو میں ہی موم در کرتے دہا۔
تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ
انگی ہوئی دعائیں ہی قبول
فرما رہا ہے۔ ان دلی کیسے کھانا
اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔
چند حرفے معشوق کے کلام
چند حرفوں کے متابہ ہون
ابرو کے اور وہ داکھ کے
ملکہ کے اور جیم کان کے یہ
حضرت حق کی کارگیری ہے
کہ چند حرف اس نے تحریر
فرما دیئے ہیں تاثر سے
سنگدل ماضیوں کے دل
مزمزم ہو گئے ہیں۔ ان۔ ان
حروف کے ذریعہ عقل مضرب
سے صانع پرستہ حال کرنے
کے قابل ہو گئے۔ رقیق۔ رقیق
نکر۔
۱۵۴ اے درخشاں تیری
حق حروف سے مت مدار
مطلب انداز ہے۔ اسی طرح
خیال حلقہ بھی ہیں جو سے
انسان مطلب افکار ہے
اس کے کوہ خیال پر چڑھنا
کے نقش قائم ہیں۔
۱۵۵ ہر قدم مولا فرماتے ہیں کہ
حضرت خیال سے ماضی کا
آئینہ تمام ہولہ ہے اور وہ آئینہ
نما ہے۔ اس نے میری صورت
میں ہی صورت خیال کو تریج

تھو تھو میرا ہر محنت
جس کی روح مختلف ہے
ہیں اس میں عقل ہی ہے
پڑھیں ہے اور نہ یادوں
ماں کرتی ہے، تو کہہ دو
لیب میری ہر ہر مشاق
کے مطالبہ فزکتے ہیں اور
اگلی ماہ میں جیل ہوتے ہیں۔
مجھ کا، ایک نواز کا نام ہے
بہرام شاہ کوٹھی میں مدون تھا۔

لے از خیال مختلف خیالات
کی بنا پر ہر شخص میں ان
لا کر ہے، جھٹیلے۔ کوئی
شخص موتی کی صورت بن جائے
کی بنا پر دیا ہے اس کی جڑوں
ہے۔ تڑپ، رہا نیچھار
کرنا میں خدایا تو توں کو کر
کر کے گواہ میں دیکھ جا۔
کویت میں لہاریں ہر وقت
نہتے۔ بازار پر تھکرائی ہے
عمل کرنا جس سے بہت اور
پہاں حاضر ہو جاتی ہیں اس
کو حاضر کرنا ہے۔
لے از خیال، لے از خیال، لے از خیال
جوان میں ہر شخص دوسرے کے
عبادت پر بہت کا لہار ہے۔
آں جو کہ برائے نام خیال
جدا ہے اس سے ہر شخص
کام میں مختلف ہے۔
مختلف خیالات، اس طرح
مقل ہے جس کا نہیں جانتا
ہے، عقل و حقیقت میں کیا اور
ہر شخص نے اپنی تلاش کے
مطابق جہاں ایک نئے تجربہ
کر کے جس کی طرف توجہ کرنا ہے

تشبیہ عقل بحسب میل و نظر اور غیب مانند نظر جبریل و روح محفوظ
مقل کی احقر جبریل سے شائبہ اداس کی نظر کاغیب ہر محنت، جبریل کی طرف رہنا

چوں ملک از لوح محفوظ آں خرد
مقل، فرشتہ کی طرح روح محفوظ سے
بر عدم تحریر باہیں باہیاں
مہم میں وہ تحریریں دیکھ باجوہ دیں کے
ہر کے شد بخیا لے ریش گاہ
ہر شخص کے خیال میں اعلیٰ بنا ہوا ہے

از خیالے گشتہ شخصے پر شکوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پر شکوہ ہے
وز خیالے آں دگر باہر
دوسرے کے خیال کی وجہ سے تین شخص یکساں
واں دگر بہر تر تہب درشت
دوسرا ہیئت کے لئے گواہ میں ہے
از خیال آں رہزن رستہ شدہ
دو خیال کی وجہ سے بازار کا دو گونا گونا
در پری خوانی کے دل کردہ کم
ایک نے طاقت میں دل کو کم کر دیا ہے
آں کے درشتی از ہر رباخ
ایک لے کے لئے کشتی میں ہے
ایں روشہا مختلف بنید برو
باہر ہر مختلف روشیں نفس آتی ہیں
ایں دل جیالہ کاں بست
اس میں جبریل ہے کہ یہ خیالات کس کی تائید ہیں
آں خیالات از نیند ناموتلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں
قبلہ جاں را چونہاں کرہ اند
چونکہ انہوں نے جان کے جذبہ کو چھپا دیا ہے

ہر صبا ہے در س ہر روزہ برد
ہر صبح کو ہر دن کا سبق ماس کی رہتی ہے
واں سوادش حیرت سودا بیاں
ان کی سیامی درازوں کے لئے راجعہ حیرت
گشتہ در سودا لے گئے گنج گاہ
خزانے کے خیال میں گنج گاہ بنا ہوا ہے
روئے آوردہ بمعہ نہائے کوہ
بھاڑ کی کانوں کی جانب رخ کئے ہوئے ہے
زو نہادہ سوئے دریا بہر در
مہر میں کے لئے دریا کی جانب رخ کئے ہوئے ہے
واں اندر حریص سوئے کشت
دوسرا میں کہیں بازاری کی جانب ہے
وز خیال ایں مہر ہم خستہ شدہ
اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کام میں ہو گیا
بر نحوم آں دیکرے نہادہ کم
دوسرے نے بہتادوں پر قدم کر رکھا ہے
آں کے بافتق دیکر اصلاح
ایک شخص میں ہے اور دوسرا میں
زاں خیالات ملوئن زائدوں
اندر کے دیکھنا ایک ہیئت کی وجہ سے
ہر چنہ آں دگر رانانی ست
ہر چنہ ملا دوسرے کا شکر ہے
چوں بیرون شد و شہا مختلف
نہایت میں وہ شخصیں یکساں مختلف ہیں
ہر کے زو جانے آوردہ اند
ہر شخص ایک جانب کر شہ کئے ہوئے ہے

تمثیلِ روشہائے مختلف و وہمہائے گونا گوں باختلاف
مختلف بدشوں اور مختلف قسم کے دہموں کی اندھیرے میں نساؤ کے وقت
تحریری مختصریاں در وقت نماز قبلہ را بوقت تاریکی و
قبلہ کی آنکھ کھلنے والوں کی آنکھ کے اٹھنے سے اور غوطہ زنی کی سند
تحریری اغوا صاں در قعر بحر
کی تہ میں آنکھ سے مثال

تلفیق حقیقی مقصود
ہر جانے کی صورت میں لوگوں
کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ
قبلہ کی حقیقی سمت معلوم کرنے
کی صورت میں ہر شخص ایک
ایک جانب کرنا پڑتا ہے یا
مختلف غوطہ خوروں کے لئے
مختلف سمتوں میں غوطہ کھانے
ہیں۔

ہم جو قوے کہ تحریری می کنند
جس طرح درگ آنکھ کرتے ہیں
چونکہ کعبہ رو نما ہے صبح گاہ
جب صبح کو تبدد تو نما ہوتا ہے
یا چونکہ اغوا صاں بزمیر قعر آب
ایں طرح غوطہ زن بالی کی گہرائی کے نیچے
برائید گوہر و نور نہیں
جو ہر اوقتی موتی کی امید پر
چوں برآیند از تنگ برآیند زلف
جب گہر سے دیا کی تہ سے باہر آتے ہیں
واں درگر کہ بر در و مارید خرد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے
ہکذا انبلوہم بالساہرۃ
ایں طرح بہان کو بدلی میں آنایں گے
ہمچنین ہر قوم چون وانگاہ
ایں طرح ہر قوم برادران کی طرف
خوشتن بر آتے بر میزند
اپنے آپ کو ایک گاہ پر پہنچ کر رہی ہے
برائید آتش موسیٰ بخت
نصیب کے موتی کی ایک کی امید پر
فضل آن آتش شنیدہ ہر روز
ہر جامت نے ہمیں ہر ایک کی نصیبت میں لی ہے

لے چو کہ جب صبح کو قبلہ
روداد ہوتا ہے تو ہر شخص کو اس
کا احساس ہوتا ہے جیسا کہ
روح غوطہ کا کتب جہت الخ
ہر گاہ تو غوطہ زن شخص کو غوطہ کا
احساس ہوگا تو دشمن کی جہتی
موتی تو تہہ جھلاؤرت
گہرا خشک و مجرب
لے سہارو۔ نئے زمین
میدان۔ انتفاع۔ دوا ہر جان
شعیت یعنی مقصود موتی
حضرت موسیٰ کو خدا کی قسم
ایک درخت پر ساگ کی صورت
میں لٹا کر تھی۔ بیت۔ پٹ
تھلاؤرت۔ جامعیت۔ آن لینی
نور موسیٰ تو غوطہ زد کی نور
شعیت غوطہ میں طعن خداوندی۔

وانما ید ہر یکے چہ شمع بود
 ہر شمع دیکھے گا کر کیا شمع تھی
 بدہش آں شمع خوش ہفتاد پر
 اس کو وہ شمع شراپے پڑ دیدے گی
 ماند زیر شمع بد پر سوختہ
 بڑی شمع کے نیچے بڑی جلی ہوئی رہ جائے گی
 میسکند آہ از ہولے ختم روز
 آئیں ہی دینے والی خواہش انسان کے ہو کر گی
 کے تیرا برا نام از سوز و ستم
 میں جسے سوز اور ستم سے کیسے رانی دے گا
 چوں کہ من غیر را فروختہ
 دوسرے کو کیا روکش کرے گا ؟

چوں بر آید صبح دم نور طلوع
 جب صبح کو بیکسی کا نور طلوع کرے گا
 ہر کر پر سوخت زان شمع مظفر
 جس کے اس کا یاں کی شمع سے پڑ جائے گی
 جوتی پروانہ در دیدہ دوختہ
 دونوں آئیں بند کئے ہوئے ہواؤں کی جہات
 می طید اندریشیانی و سوز
 دوسو شش اور شش رنگ میں تڑپے گی
 شمع او گوید کہ چوں من سوختم
 اس کو شمع کے ہی جسک میں جلی جلی
 شمع او گریاں کہ من سر سوختہ
 اس کی شمع رونے کی کریں سترلی

در تفسیر آیت یا حَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ

”بہت ملال پر حسرت ہے“ آیت کی تفسیر

غزہ گشتم دیر دیدم حال تو
 میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں بھی
 غوطہ خورد از ننگ کثر بینی ما
 غوطہ ادا دیا، بیماری کی جی کی دولت سے
 تَشْكِي سَكُوْی اِلٰی اللّٰهِ اَلْعَبْسَ
 اندھے ہیں کا اٹھ سے شکوہ کرتا ہے
 مُسْلِمًا مِّنْ مُّؤْمِنًا قَائِمًا
 مسلمان ہیں، مومن ہیں ہٹا کر لے والی ہیں
 وَاِنْ غُرِّزَا لَوْ بَعِیْ سُوْكَرَہٗ اَنْدَ
 ہواخت ہیں مومن نے بے سوکڑہ اند
 وِیْنَ کَبُوْتَرٍ جَانِبَ بَیْ جَانِبِیْ
 یہ کبوتر بے جانب کی جانب پر داور کرتا ہے
 وِیْنَ غُفَاہَا لَ رَاسِیْ سَیِّئًا
 ان بازوں کی سسر پٹا لگانی ہے
 دَانٌ مَّا دَانٌ بَیْ دَانِیْ
 ہمارا دانہ بے دانگی کا دانہ ہے

اؤ می گوید کہ از اشکال تو
 ”بے گا کہ حسرتی صورت سے
 شمع مرده بادہ رفته، دل را
 شمع مر کر جلی ہوئی، دل زبا نے
 ظَلَّتْ الْاَحْبَابُ حُسْرًا مَعْرُومًا
 مانع ٹوٹ دالا نقصان ہی گئے
 تَجْتَنُّ اَرْوَاحُ اِخْوَانِ ثَقَاتِ
 لقمہ ہمایوں کی رو میں قاتل مار کھا وہیں
 ہر کے رونے بسوئے بڑوہ اند
 ہر شخص نے ایک جانب رخ کیا ہے
 ہر کبوتر می پر برد در مذہب ہے
 ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے
 ہر غفابے می پر برد از جا بجا
 ہر دان ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے
 مانہ مرغابن ہوا نے خالی
 ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پائو

لے جن، جو کہ حق سیم
 سے ہم میں گناہ شادی
 کے کرب مرده ہوئے گا
 گشت راہ ہوئے گئے تینکدہ جو
 آئیں بند کر کے شہادت ملی
 ہٹا کر گئے ہیں وہ آہیں بھوک
 ختم او گوید میں جلی مہر
 اُن سے برکت کر گئے
 لے چوں کہ جلی مہر
 غلاب میں ہوئے دو دروں
 کو کیا پاس کیں گے آؤ جلی
 پست شمع میں جلی مہر
 شمع جلی میں گے غلاب
 نفع و امانت ہوگا اور ہو کر
 اپنے اندھے ہی کا شکوہ کر گئے
 لے جفا سوسن کی دوسری
 سلامت ہوں گی غلاب
 جو کہ حق پست ہیں اور
 اُنوں نے اپنا روح لاجتو
 کی طرف کیا ہے وہ ہواخت
 ہوئے، تو کبوتر، وہ دوسری
 ہیں جو رسالت لے کر جاتے
 میں ذات حق جو ہست ہے
 سوز ہے، ہر شکا ہے ہر شکا
 کا ایک جانب کو رخ ہے
 لیکن انہوں نے غلاب کا
 مکان ہے۔ کدو۔ یہ کہتے
 ہیں۔

زائے فراخ آمد جنیں روزی ما
ہی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے

کہ درین شد قبادوزی ما
کہ ہمارا چہاڑا تبا کو سینا ہے

در بیان آنکہ فرجی را چہا فرجی نام نہا دند اول

بیس کا بیان کو سرور میں لڑی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفی بدرید جتہ در حرج
ایک مولیٰ نے تکی میں جتہ پہنا ڈالا
کردہ نام اک دریدہ فرجی
اس نے بھی بچے ہوئے اچھے ہونام لگا دی دلا لکھا
ایں لقبے فاش فاش شیخ بُرد
یہ لقب مشہور ہو گیا اور اس کی حقیقت شیعہ گیا
ہنچیں ہر نام صافی دانستہ است
اس طرح ہر نام جو صفائی رکھتا تھا
ہر کہ گفوا رست روی را گرفت
جوئی کھانے والا ہے اس نے ہمیشے لی ہو
گفت لاید در را صافی بُود
مولیٰ نے کہا: ہمیشہ کے لئے صفائی لازمی ہے
دُر دُسر افتاد صافش بُسر او
تعلقی ہمیشہ ہے اس کا صاف اکی کٹا دی ہے
عُسر بایسرست ہی کیس مباحش
تعلقی کٹ دی کے ساتھ ہے خبردار! ایس نہ ہو
صاف خواہی جبہ شکاف بُسر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے تو کھجواڑے

پیشش آمد بعد بدیدن فرج
بھاڑنے کے بعد اس کو فرجی میسر آگئی
ایں لقب فاش فاش زائے فرجی
اس برکزیہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا
ماند اندر طبع حلقاں حرف دُر
دُر کی طبیعت میں حرف ہمیشہ باقی رہتی
اسم را چون رُوی بگذاشتہ است
اس نے نام کو ہمیشہ کی طرح چھوڑا
رفت صوفی سُوئے صافی ناشگفت
صوفی صاف کی جانب توجہ کے بغیر چلا گیا
زین لالت دل بصفت میرد
اس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب ہلکا ہے
صاف چوں خردا و دُر دی بُسر او
صاف خردائی طرح ہے اور ہمیشہ اس کا کپڑا ہے
راہ داری زین ممت اندر معاش
اس سہولت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے
تا زائے صفت برآری و دُر
تاکہ اس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

لہذا مشہور و مقول ہے
کہ گھر گھر دے سے ایسوں
زادوں ہو جاتا ہے اور قبا
پک کر دینے سے روزی
زادوں ہو جاتی ہے اس کے
آستر ابر سے وغیرہ کر دفت
کر کے گوارا کیا جا سکتا ہے،
یعنی اسباب ظاہری کو ختم
کر دینے سے اندر کوئی ہو
جاتا ہے۔ دُش پختہ عقل
اللہ فکرو خجہ و در بیان
بجیہ کو شروع میں فرجی اسے
کہانی کو ایک نیر نے ایجاد
بھاڑ کر عزت کر دیا اور
اس سے اس کو زراعتی
ماصل ہو گئی یعنی اس نے
دور و ظاہری کو خاک کا ترس کر
بادان بقا حاصل ہو گئی اس
لئے اس نے پٹے ہوئے بڑے
س نام فرجی یعنی کٹا دی والا
نکھ دیا۔ حق تعلقی لڑی کٹا دی
لہذا فرجی یعنی اس جیت کا
نام کٹا دی والا پڑ گیا کیونکہ
اس کے پٹنے سے اس فقر کو
کٹا دی حاصل ہوتی تھی۔
خاص مشہور۔ قد ہمیشہ
ہمیشہ۔ دنیا کا کام ہے
کہ امتداد کوئی نام کسی حقیقت
کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے،
لیکن پھر اس نام میں سے
حقیقت کم ہوجاتی ہے اور
صرف لفظ رہ جاتا ہے۔ جس
لہذا کھجواڑے یعنی دنیا پرستوں
نے ہمارا کو غیبت یا دکر دیا اور
حقیقت تک پہنچنے کی حقیقت
پرست مولیٰ حقیقت تک پہنچنے
کیا گفت: ہمارا پرست کھجواڑے

ہے کہ ہمارے حقیقت پنہاں ہے۔ صفت: نیز صاف۔ جتہ: مجاز کی مثال تعلقی اور کچھ کھجواڑے
ہے اور حقیقت کی مثال بُسر اور ہی کھجواڑے ہے۔ ہر صفت تعلقی کے بعد بُسر اور سہولت میسر آتی ہے
تاکہ خدا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف: اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو کھجواڑے پرستی
اور حق پر روزی چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔



ملہ بہت تعترف مصل
کس پر دوش اور پرہیز و پرہیز
گروڑی اور اسی کو مقش کرنے
لا نام نہیں ہے۔ باتم کیے
لوالت۔ اقام خبریں ہیں
یک پہنچنے کے لئے نیکوں کا
باس اختیار کرنا مفید ہوگی
مصل باس اختیار کر لینا اور
نبیوں کے سے کام کرنا ہو۔
اچھا نکات غنائت سے غزلی
مفسر دیکھنا چاہیے
مصل نشان حاصل کرنا کافی نہیں
ہے۔
ملہ جو کسی چور کو خبر ہو
اُس چور تک پہنچا سکتا ہے۔
حضرت یعقوب حیدر صاحب
کو فیض عشق کے بیانیے
اس کی آغوش روشن ہو گئی۔
وہ باش۔ وہ درخشاں نور ہو
پہ بار بار شاہوں کے آئینے
نکل کر کبشا کا جوا ہلکا ہوا
جواز کھنسا اور ہار لایا
خدا کی غیبت کا نقش ہے جو
اس کی گوش کے صبر سے بنا
وہ ہے۔ جہد فیض حقیقت
یک نہیں پہنچتا ہے۔ جو۔
توقی خداوندی کی کاسات
دش ہے وہ ہمارے حقیقت
یک پہنچتا ہے۔

ہست صوفی آنکشد صفوت طلب
سرمی دو ہے جو صفائی کا طالب ہو
صوفی گشتہ بیشیں ایں لایم
ان کیوں کے لئے صوفی ہوتا میں کیا ہے
برخیال آں صفا و نام نیک
صفا کے خیال اور مجھے نام کی وجہ سے
برخیاش گر روی تا اصل او
اگر اس کے خیال سے حقیقت کی طرف نہ جائے
تو قلا و وزت اے جو یارے عشق
اے عشق کے کش کرنے والے : بزرگ ہے
دور باش غیرت آمد خیال
والا سماں تیرے لئے درخشاں نیزہ ہے
بستہ ہر جو زندہ را کہ راہ نیست
جس نے ہر حال کر کرنے کو ماندہ دیا کہ تیرا ہے
جو ملکہ اس تیز گوش و تیز ہوش
سوائے اسی تیز کان والے اندر دوش والے کے
بجہ از تخمیلہا بے شہ شود
وہ شہوت سے بھل جاتا ہے بیکہ بھلا ہے
ہر کہ را در دست تیر شہ بود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیسرہ ہو

نہ باس صوفی خیاطی و دب
ذکاروں کا لباس اور سینا اور نقش
الخیاطۃ و اللواطۃ والسلام
سینا اور لہووم : والسلام
رنگ پوشیدن نگو باشد ولیک
رنگین پہنا اجتناب ہوگا لیسک
پہناں کہ گر بہ سوائے ناں ہو
جو ہرے کوئی خوشبو کے ذریعہ رون کی جانب
نے زکویہ یعقوب خدیناے عشق
کیا تو کہ جسے حضرت یعقوب عشق کے بیانیے
گرد بر گرد سراپردہ جلال
جلال کے پرے کے اور گرد ہے
ہر خیاش بیش می آید کہ بیت
ہر خیال اُس کے سامنے آتا ہے کہ شہر رہا
کیش بود از بیش نعر تہاش چشم
جس کو مددوں کے لشکر سے جوش مہل ہے
تیر شہ نہاید و سیر و لایم
سایہ تیر کا تا ہے اور ہر صحن ہا ہے
راہ یا بد تا بمنزل می رود
راست پا لیتا ہے مسند تک چلا جاتا ہے

شرح

چونکہ اوپر مولانا نے غذائے روحانی کی تفصیل بیان فرمائی
تھی اسلئے اب اس کی درخواست کرتے ہیں اور فرطے
ہیں کہ اے خدائے بے نظیر! جب کہ تو نے اسی گفتگو کو ہمارا حلقہ گوش کیا
ہے اور ہمارے کانوں تک پہنچایا ہے تو اب تو بخشش کر اور ہمارا کان بچھڑ
کہ بقدر ہم کو اس مجلس تک پہنچا دے جس میں یہ مست لوگ (اہل اللہ) تیری

وہ شراب یعنی شراب ایمانی پیتے ہوں تاکہ ہم کو بھی اس شراب کا کچھ حصہ مل جائے۔ اور جبکہ تو نے اس مشک (ایمان) کی خوشبو ہم تک پہنچائی ہے اور اسی صفت ہم کو معلوم کرائی ہے تو اب اس کے ڈبر کو بند مت کر۔ اور اس ہم کو مستفید کر۔ کیونکہ آپ بڑے دینے والے ہیں چنانچہ کیا نہ کر کیا مونٹ۔ سب کو آپ بے دریغ دیتے ہیں اور وہ سب آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں آپ بے مانگے دیتے ہیں اور قلوب عارفین پر ہر دم علوم و معارف کے سینکڑوں دروازے کھولتے ہیں اور آپ نے کتنے ہی ایسے عمدہ حروف ان کے لوح قلب پر نقش کئے ہیں جن سے سنگیں دنوں کا دل ہی موم ہو گیا اور آپ نے ایسے لون ابرو و صا و چشم و جیم گوش (معارف نفیسہ) اس تختی پر لکھے ہیں جنہوں نے سینکڑوں عقل و ہوش کو مفتون کر لیا۔ اور جن سے عقل باریک بین رخصت ہو گئی پس اے خوشنویس ادیب وہ پاکیزہ و ہوش ربا ہمارے لوح قلب پر بھی لکھئے۔ اور جس طرح آپ نے علوم و معارف کو قلوب اہل اللہ پر القا فرمایا ہے یونہی ہمارے قلب پر بھی القا فرمائیے۔ چونکہ مناجات میں تحریر نقوش کا تذکرہ تھا۔ اسلئے مولانا اس تحریر کے متعلق مفصل گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

کہ حق سبحانہ ہر دم، ہر فکر کے مناسب اس کے غیر محسوس لوح پر۔ نفیس نفیس نقوش و صورت ہفیفہ منقش فرماتے ہیں اور اس لوح خیال پر عجیب عجیب حروف تحریر فرماتے ہیں جو باوجود نفیس حس میں مشترک ہونے کے چشم و اُبرو و خط و خال کی طرح خصوصیات حس میں مختلف ہوتے ہیں۔ میں ان صورتوں کی اسلئے تعریف کرتا ہوں کہ میں غیر محسوس پر عاشق ہوں نہ کہ محسوس پر۔ اسلئے کہ غیر محسوس معشوق میں وفا اور پائیداری زیادہ ہے بہ نسبت محسوس کے۔ دیکھو ہر خیر! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اصل مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ اُس نے لوح خیال پر صورتِ ذہنیہ ترسم کیں اور عقل کو ان کا پڑھنے والا اور مدرک بنایا۔ تاکہ وہ ان کو پڑھ کر تدبیرات میں ان کے مناسب تصرف کر سکے اور جس طرح فرشتے لوح محفوظ سے احکام روزانہ معلوم کرتے ہیں یوں ہی وہ اس لوح خیال سے ہر صبح کے وقت ہر روز کا سبق پڑھ لیتے ہیں یعنی ان امور کو معلوم کر لیتے ہیں جو اس کو ہر روز کرتے ہیں (ہر صبحی درس اور ہر روز کے قیود لازمی نہیں کیونکہ نہ یہ ضرور ہے کہ عقلی امور کو صبح ہی کے وقت سوچے اور نہ ہی یہ ضرور ہے کہ ہر روز سوچے اور نہ یہی کہ تمام دن کے کام سوچے پس یہ قیود اتفاقہ ہیں) — تم دیکھو کہ لوح غیر محسوس پر کیسے اُضحیٰ حروف لکھے ہوئے ہیں۔ جس کی سیاہی کی خوبی سے اہل خیال متحیر اور اس پر فریفتہ ہیں۔ چنانچہ ہر شخص ایک خیال کو لپٹا ہوا ہے اور اس کی بنا پر ایک حیزانہ کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے کھوج میں لگا ہوا ہے مثلاً ایک شخص ایک خیال کی شان و شوکت سے متاثر ہو کر پہاڑ کی کانوں میں سونے چاندی کی تلاش میں جاتا ہے۔ دوسرا شخص دوسرے خیال کے سبب پوری کوشش سے موتیوں کی خاطر دریا کی طرف چلا ہے۔ تیسرا شخص راہب بن کر گر جا میں بیٹھا ہے۔ چوتھا حرص کی بنا پر اپنے کسب میں لگا ہے۔ پانچواں، محض خیال کی بنا پر لوگوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ چھٹا شخص محض خیال کی بنا پر ایک مجروح کا مرہم اور ایک بتلائے رنج کے لئے موجب راحت ہے۔ ساتواں شخص عملیات پر دل کھوئے ہوئے ہے۔ آٹھواں نجوم پر قدم جمائے ہوئے ہے۔ نو اُن منافع کے لیے کشتی پر سوار ہے۔ دسواں فسق میں مبتلا ہے گیا رہتا ہو نیک ہے۔ پس یہ مختلف روشیں جو عالم بیرہ فی واندرونی رنگارنگ خیالات کے سبب دیکھتا ہے یعنی جو مساعی شتی اس عالم میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ اپنے خیالات مختلفہ کا اثر ہیں؛ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی روش میں حیران ہے اور کہتا

ہے کہ یہ شخص یہ کام کیوں کرتا ہے اس کو یہ نہ کرنا چاہیے بلکہ وہ کرنا چاہیے جو میں
کرتا ہوں اور جو شخص کام کو اچھا سمجھتا ہے وہ اسی کو مانتا ہے اور دوسرے کاموں
پر انکار کرتا ہے۔ پس یہ دلیل ہے اختلاف خیالات کی۔ کیونکہ
اگر خیالات مختلف نہ ہوتے تو روشوں میں یہ تضاد کیوں کر ہوتا

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ مختلف خیال ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ
اس حالت میں ان کی ایسی مثال ہے

جیسے سمت قبلہ نامعلوم ہوتی ہے تو لوگ تحسری کرتے ہیں اور ہر شخص بدیں خیال
کہ قبلہ ادھر ہے ایک ایک طرف رخ کر لیتا ہے مگر جب صبح ہو جاتی ہے اور کعبہ
ظاہر ہو جاتا ہے اس وقت انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون غلطی پر تھا۔ یا مثلاً
ہر غوطہ زن پانی کے نیچے کچھ نہ کچھ جلدی سے اٹھالیتا ہے اور بیش بہا موتی کی توقع
میں جو کچھ ہاتھ لگتا ہے اس کو تو برہنہ کر لیتا ہے لیکن جب وہ اس گہرے دریا کی تہ
سے باہر آتے ہیں اس وقت وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جسے بڑا موتی ملا اور وہ بھی
چھوٹا موتی ملا اور وہ بھی جسے کس کس اور پوتہ ملی۔ کیونکہ مطلوب ان غنی رہا اور ہر ایک نے
اپنے ان کوئی ٹھاپس جس طرح ظہور صبح کے بعد متحرک یاں قبلہ اور دریا سے نکلنے کے بعد
غواصین کا امتحان ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا زمین حشر
میں زبردست امتحان لیں گے جو بہت سوں کے لئے رسوائی بخش ہوگی کیونکہ اس وقت
انہیں معلوم ہوگا کہ جس کو ہم قبلہ و مقصود سمجھے ہوئے تھے وہ حقیقت میں ایسا
نہ تھا اور جس کو ہم گوہر شاہوار خیال کرتے تھے وہ گوہر شاہوار نہ تھا۔ نیز جس طرح
شب تاریک میں متحرک یاں قبلہ ایک ایک جہت کو قبلہ سمجھے ہوئے ہیں اور غواصین
جو کچھ ان کے ہاتھ آتا ہے اس کو موتی سمجھ کر تو برہنہ میں بھرتے ہیں۔

یوں ہی تمام لوگ پر دانوں کی طرح دنیا میں ایک شمع مقصود کے گرد اڑ رہے

ہیں اور اس خیال سے اپنے کو آگ سے ٹکراتے اور اپنی شمع مقصود کے گرد طواف کرتے ہیں کہ یہ ہمارے موسکبخت کی مطلوب آگ ہے۔ جس کے شعلہ سے ہماری... امیدوں کے خشک درخت... ہرے بھرے ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے حقیقی آتش موسکبخت (مقصود حقیقی) کی چھوٹی مستی ہے اور ہر شر کو وہ ہی آگ سمجھ لیا ہے یعنی جس شخص جس چیز کے اندر خوبی مشاہدہ کی اس کو مطلوب حقیقی خیال کر کے اس کے پیچھے ہولیتا ہے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے اسلئے جب یہ شب ظلمانی یعنی دنیائے فانی ختم ہوگی اور بوقت صبح قیامت نور بقا جلوہ گر ہوگا۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ وہ کیسی شمع تھی۔ جس پر وہ فریفتہ تھا اس وقت بعض کو معلوم ہوگا کہ وہ شمع تھی جس کی طلب کی تھی۔ اور اسی کی طلب میں انہوں نے اپنے قویٰ جسمانیہ کو صرف کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو وہ شمع ظفر (حق سبحانہ) ان سوختہ پروں اور صرف کی ہوئی قوتوں کے معاوضہ میں بکثرت اُن سے بہتر پر اور قویٰ عطا کرے گی۔ اور بہت پروانے اندھے ہوں گے۔ جو بری شمعوں کے نیچے پر جلے پڑے ہوں گے یعنی انہوں نے اشیاء غیر مطلوبہ فی نفس الامر کے لئے اپنے قویٰ کو صرف کیا ہوگا یہ لوگ پشیمانی اور سوز و رمنے سے تڑپتے ہوں گے اور آنکھ بند کر دینے والے خواہش نفسانی کے ہاتھ سے فریاد کرتے ہوں گے اور ان کی شمعیں بزبان حال کہتی ہوں گی کہ جبکہ ہم خود ہی جلی ہوئی ہیں تو تمہیں جلن سے کیونکر رہائی دے سکتی ہیں اور وہ رو کر کہتی ہوں گی کہ ہمارا سر تو خود ہی جلا ہوا ہے۔ اس لیے ہم خود روشن نہیں ہو سکتی تو ہم تمہیں کیونکر روشن کر سکتی ہیں یعنی ہم خود ناقص اور عاری عن الکمال ہیں۔ پھر ہم... تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

ان کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہوں گے کہ ہمیں تمہارے اشتباہ بالمقصود الحقیقی سے دھوکا ہوا۔ اور افسوس ہے کہ ناوقت تمہاری حقیقت کھلی کیونکہ شمع گل

ہو چکی ہیں شراب ختم ہو چکے ہیں۔ محبوب ہماری غلط بینی کی عار سے محجوب ہو چکا ہے
یعنی اب مطلوب کا ملنا ناممکن ہو گیا ہے اور ہمارے منافع خسران ہو چکے ہیں اس
وقت ہم اپنے اندھے پن کی خدا سے شکایت کرتے ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بڑے اچھے ہیں ہمارے معتمد بھائیوں۔ اہل اللہ کی
روصی کہ وہ مسلمان اور مومن اور عابد ہیں اور دیگر لوگوں نے تو اپنا رخ ایک ایک
جانب کر رکھا ہے مگر وہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہیں جو کہ ازہات ہیں اور دیگر
کبوتر... ایک ایک خاص سمت میں جا رہے ہیں مگر یہ لوگ اس طرف جا رہے ہیں
جس کے لئے کوئی جہت نہیں اور دوسرے تمام عقاب ایک جگہ سے دوسری جگہ
اڑ کر جا رہے ہیں لیکن یہ عقاب ایسی جگہ جا رہے ہیں جو فی الحقیقت کوئی جگہ
یا گھر نہیں ہے یعنی عالم غیب کی طرف۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نہ ہوائی جانور ہیں نہ خاکی
جو طاب جہت یا مکان ہوں اور ہماری غذا تو عدم الغذا ہے۔ دون الجوع طعام
الصدیقین۔ رہی یہ بات کہ اس قدر فراخ ہماری روزی کیوں ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ ہماری طبیعت تمہارے خلاف ہے کیونکہ دریدن قبار ہمارے حق میں قبا دوزی ہے
اور جو شے ہمارے لیے موجب فساد ہے وہ ہمارے لیے موجب اصلاح ہے پس
جیسے کہ تمہاری طبیعتوں میں اختلاف ہے تو اس کے آثار میں یہی اختلاف ہوگا۔
پس اسی وجہ سے تمہاری غذا ہوگی ہماری غذا اس کے خلاف نہوگی۔ پس چونکہ
تمہاری غذا دانہ ہے اسلئے ہماری غذا بے دانگی ہوگی۔ چونکہ اوپر قبا چاک
کرنے کا ذکر آیا تھا اسلئے مولانا اسکی ایک قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔
اور کہتے ہیں کہ ایک صوفی کو قبض پیش آیا تھا تو انہوں نے متوحش ہو کر کڑتہ پھاڑ
ڈالا۔ اس کے پھاڑ ڈالنے کے بعد اس کو بسط ہو گیا اس پر انہوں نے کڑتہ
کا نام فرجی رکھ لیا اور ان کا رکھا نام لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

القصد ! یہ نام مشہور ہو گیا اور اس کی حقیقت تو شیخ مذکور نے لیلیٰ اور لوگوں کے اندر اس کی صورت اور نام رہ گیا اور کچھ فرجی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر ایسے نام سے جو دو چیزوں پر مشتمل تھا جن میں ایک کارآمد اور بمنزلہ حصہ صاف کے۔ تھی یعنی مغز اور دوسری ناکارہ اور بمنزلہ تپکھٹ کے یعنی صورت۔ کارآمد اور صاف شے کو لے لیا اور دوسری شے کو جو کہ بمنزلہ تپکھٹ کے تھی چھوڑ دیا یعنی اس کا مغز لے لیا اور وہ صورت جو کہ بے کار تھی اسے چھوڑ دیا۔

[فائدہ :- یا درکھو کہ یہ تجزیہ وہیں ممکن ہے جہاں حقیقت اور مغز بدوں صورت کے پائی جا سکے اور صورت مقصود ہو لیکن جہاں حقیقت و مغز بدوں صورت کے پائے ہی نہ جا سکتے ہوں اور صورت بھی مقصود ہو جیسے صوم و صلوة وغیرہ امور شرعیہ وہاں یہ تجزیہ ممکن نہیں۔ فافہم ولا تنزل]

خیر ! یہ حالت تو شیخ مذکور کی تھی اب اوروں کی حالت سنو: ان میں جو گل خوار تھے انہوں نے تپکھٹ اور صورت غیر مقصودہ کو لے لیا اور جو صوفی تھے انہوں نے حصہ صاف اور مغز لے لیا کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ہر درد کے لیے صاف ہوتا ہے اور درد کی دلالت بر صفا کے سبب اس صافی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کا ذہن درد سے صاف کی طرف منتقل ہوا۔ اور چونکہ درد بمنزلہ عسر کے تھا اور صاف بمنزلہ یسر کے اور صاف بمنزلہ پختہ چھو ہمارے کے تھا اور درد بمنزلہ کچے چھو ہمارے کے۔ اس لیے درد کو چھوڑ دیا اور صاف کو لے لیا۔ آگے مضمون ارشاد دی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اول اتنا سمجھ لو کہ ہم لوگوں کی ریاضات و مجاہدات۔ جو حالاً عسر میں مالا یسر ہیں۔

پس تم کو سختی حال کو دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہیے اور اس کو اختیار کرنے سے گھبرانا نہ چاہیے۔ کیونکہ تم اس موت (عسر) سے حیات (یسر) تک پہنچو گے۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو آپ کہتے ہیں کہ اگر تم کو صفا کی ضرورت ہے تو تم قبلے
 ہستی کو چاک کرو۔ اس کی تم بجز صفوت سے سر نہ کا لو گے اور صفا تم کو مل جائیگی
 ایسا کرنے سے تم کو اس طریق کی دشواری مانع ہو سکتی تھی۔ سو اس کو تم پہلے ہی دفع
 کر چکے ہیں اب کوئی مانع نہ رہا۔ پس تم کو ضرور صفا حاصل کرنی چاہیے کیونکہ صوفی وہ
 ہے جو طالب صفا ہو۔ اور پشیمینہ پہننا۔ گذری سینا۔ اعلام کرنا تصوف نہیں ہے
 مگر کیا کیجئے کہ نا اہلوں نے تصوف کو خراب کر دیا۔ ان پاگلوں کے نزدیک حقیقت تصوف
 صرف اتنا ہے کہ گذری کا بنڈل اور رنڈی بازی کر لی۔ اس لئے وہ واقعی حقیقت تصوف
 کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور عوام بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی روش پر چلتے ہیں۔

ہاں تو ہم نے کہا تھا کہ صوفیانہ لباس تصوف نہیں یہ صحیح ہے۔ مگر اس نیت
 کہ اس صفا کا خیال رہے۔ — بایں طور کہ اس سے تصوف اور صوفیہ کی طرف
 ذہن منتقل ہو اور ان سے صفا کی طرف اور اس نام نیک کے سبب کہ یہ اہل اللہ
 کا لباس ہے اگر کوئی رنگین لباس پہنے تو اچھا ہے مگر اس شرط سے کہ اس خیال ہی
 پر نہ جم جائے بلکہ اس حقیقت کی طرف یو نہی ہے جس طرح بلی روٹی کی بو سے
 روٹی کی طرف۔ یہاں تک ان لوگوں کی اصلاح فرمائی تھی جو لباس صوفیانہ پہنتے
 تھے اور صوفی نہ تھے اب اسکی اصلاح فرماتے ہیں۔ جو بوجہ حقیقت تصوف حاصل
 نہ ہونے کے لباس صوفیانہ کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ اے طالب عشق! یہ لباس مطلقاً بے سود نہیں ہے کیونکہ اس
 صورت صفا جس کو بوائے صفا کہنا چاہیے حاصل ہوتا ہے اور جو حقیقت کی طرف
 رہنما ہوتی ہے۔ دیکھ یعقوب علیہ السلام بوائے یوسف ہی سے توحید عشق ہو گئے
 تھے۔ یعنی ان کو بوائے مطلوب ہی سے تو مطلوب کا پتہ چلا تھا۔ پس اے بوائے
 صفا بے سود کیونکر ہو سکتی ہے اور جب وہ بے سود نہیں تو لباس صوفیانہ مطلقاً

بے سود کیونکر ہو سکتا ہے۔

خیر! یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو! کہ جو چیز تم کو خدا تک نہیں پہنچنے دیتی۔ وہ تمہارا خیال غیر اللہ ہے کیونکہ خیالات مذکورہ سرا پرہ جلال رب ذوالجلال کے ارد گرد پہرہ دار ہیں جس کو غیرت خداوندی نے اسلئے قائم کیا ہے کہ وہ ناقابل حضوری لوگوں کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ بنا بریں وہ طالب کو یہ کہہ کر روکتا ہے کہ ادھر جدھر تم جانا چاہتے ہو رستہ نہیں ہے۔ اور ہر خیال یہی کہتا ہے کہ ٹھہرو! آگے نہ جاؤ۔ بجز ان تیز گوش اور تیز ہوش لوگوں والی جگہ۔ جو جیشِ نائیدات ربانہ کے سبب سے جوش میں لڑتے ہوئے ہیں ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔ پس یہ لوگ تخیلات سے گذر کر مات سے پہنچ جاتے ہیں اور تیسرے شہ پہلا کر باہر نکل جاتے ہیں اسلئے کہ ان کے پاس تیرشہ ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس کے پاس تیرشہ ہوتا ہے اس کو رستہ مل جاتا ہے اور وہ حضر شاہی تک پہنچ جاتا ہے [فائدہ: توضیح اسکی یہ ہے کہ زمانِ قدیم میں یہ قاعدہ تھا تیسرے بادشاہ کا نام لکھا ہوتا تھا پس جو شخص پہرہ والوں کو وہ تیر دکھلا دیتا تھا پہرہ دلے اُسے نہ روکتے تھے گویا کہ وہ پروانہ شاہی ہوتا تھا۔

پس حاصل یہ ہوا کہ اہل اللہ کے پاس پروانہ شاہی ہوتا ہے یعنی تائیدِ حق

اس کے شامل حال ہوتی ہے اسلئے ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔

(فائدہ: یہ بھی ممکن ہے کہ تیرشہ سے مراد عشقِ حق سبحانہ مراد ہو)

فی المناجات

اے قدیم رازدانِ ذوالمنن

لے احاطوں والے، راز کو کھانے والے قدیم

ایں دلِ سرگشته را تدبیر بخش

اس حیران دل کو تدبیر عنایت کر دے

جرعہ بر رقیق زانِ خفیه جام

تو نے اس خفیہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے

جُست زلفِ رخ از جرعہ نشا

گھونٹ کا نشان زلف اور رخ پر تراش کیا؟

جرعہ حُسنِ ستکاینِ کست کش

حُسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھل چو

جرعہ خاکِ مینو چوں بخنوں کند

مٹی میں لا ہوا گھونٹ جبکہ مینو مٹا دیتا ہے

ہر کسے پیشِ کلونے جامِ چا

ہر شخص ایک علی کے پیچھے کے سامنے پہنچے جانتے ہے

جرعہ بزمِ ماه و خورشید و محل

ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور محل پر

جرعہ گویشِ اے عجب یا کیما

تعب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیما

جد طلبِ کسبِ اولے و ذوقوں

لے ہر نہ! اس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے

جرعہ بر بعل و بر زرد و زور

ایک گھونٹ ہے بعل اور سونے اور سونچ پر

جرعہ بر رُوئے خوابِ لطاف

ایک گھونٹ ہے نازک انعام حیرتوں کے مرغ پر

چوٹ ہی مالی زباں را اندرین

جبکہ تو اس پر زبان کر لست ہے

در رہ تو عا جسزیم و متعن

تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور سخت میں ہیں

وین کما نہلے دو تو را تیر بخش

ان عیدہ کاؤں کو تیر عنایت کر دے

برزین خاکِ مین کا س الگزام

خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

خاکے اشا ہاں بھی لیسن ازاں

اسی وجہ سے مشاہ خاک کو چانتے ہیں

کبصد دل و زو شب می پوشش

کہ تو دل و زبان سے دن رات میں کچھ مٹا ہے

مترانا صاف او خود چوں کند

تو تجھے اس کا صاف کیا بناوے؟

کاں کلونخ از حُسن آمد جرعہ خاک

کیونکہ وہ دیبا حُسن سے گھونٹ ماں کے پیش ہے

جرعہ بر عرش و کرسی و زطل

ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زطل پر

کز آسبش فنا گرد و بقا

کہ اس کے اثر سے فنا بن جاتی ہے

لَا تَمَسُّ ذَاكَ إِلَّا الْقَطَا هُزُون

اس کو نہیں چوسکتے ہیں مگر پاک و گ

جرعہ بر خمر و بر نقتل و عمر

ایک گھونٹ ہے شراب اور چینیہ اور پھولوں پر

تا چگونہ باشد آں رواقِ صاف

تو اس چمنے ہوئے اوصاف کا کیا مال ہوگا؟

چوں شوی چوں مینی آنرا بے رطس

تو تیر کیا مال ہوگا جبکہ اس کو بے رطوبت کے بجائے

لے جرعہ بر زلفِ مین

تو نے وہ زلف مین کی عنایت سے

جرعہ بھلے ہی جرعہ

تیر عداوت ہوئی حق میں کہ

و کما کاؤں ہر گز ہاے خدا

تو کماؤں ہر گز ہاے خدا

لے جرعہ

کماؤں ہر گز ہاے خدا

کے پیالے سے زمین کو بھی

جستہ ہے محبتِ مظاہر

تندست میں حُسنِ ازلی کی حق

نودام ہوئی ہے جس کا جو

سے وگ ان کے خیراں ہیں

گلش خوش، بخار پرست

اس کے حُسنِ ازلی کی وجہ

سے ہو رہی ہے خاکِ آئینہ

وہ جن کو آیات میں ظہور

بند ہے، تب اس نے دیا

بناوے کما ہے تو جو حق اس

سے مترو ہے، جس کا کیا مال

ہوگا

لے جرعہ جس قدر مظاہر

میں وہ حقِ حقیقی سے برابر

میں خواہ وہ چاند اور سورج ہو

یا وحی و کبریٰ وہ گھونٹِ حُسن

حق ہے مائل ہوتا ہے اس

سے فنا ہو جاتا حاصل کرینا

ہے جرعہ اس گھونٹ کے

مائل کرنے کے لئے ہر کسے

کا ہر دل کی ضرورت ہے

اگر باطنی عنایت مائل ہو سکے

..... جرعہ دنیا کی ہر مرغوب

چیرنے میں حُسنِ ازلی سے

گھونٹ حاصل کر لیا ہے جس

معلق جس کے جودِ نشتی

لے جرعہ جبکہ اس گھونٹ جود

کو دیکھ کر تیر کا مال ہوئے اگر

صاف جود کو دیکھے گا تو کیا مال

ہوگا چو کہ جس عنایت سے موت

کے وقت وہ جرمہ واپس نہ لیا
جاتا ہے تو تواسر دکھا بھی پس
نہیں کتا ہے اور بہت جلد
کو دل کرنا جو اور پس سے
اپنی رفاقت پر غیب کر لے
لے جان۔ صاف نہ تھی سے
وصل کی لقت کا بیان نہیں
ہے۔ مگر دیا و حق کا لطف
اور شرح انافیل بیان ہے
جدا ایشا اپنی حق میں کے
روایت سے جو لفظ میں مامل
کہ ہے میں وہ عیب و فوج
میں کہ جو دیکھتا ہے جس کے
فوج میں ہیں وہ خوش قابل
کے صاحب کا ہے۔ جدا دریا۔
مصری لڑاؤ کا دریا اس قدر
وہ ہے کہ اس وقت مستند
اس کے ساتھ شہر کا موقوف
از بہت ماحول۔
تھے جوش کرو مطلقا بقوت
مالے جو ہے ہم جوش میں ہی
ہم عاجزوں کو اور جوش میں ہی
مطالعہ کرے۔ اگر کہ
گھڑت کے لئے ہمارے فرار
جائز ہو تو ہم فرار کریں وہ
خاموشی اختیار کریں۔
تھے آج صوفیا کی اصطلاح
میں ملنے سے مراد انسانی کیفیت
حس ہے مراد اس کا بیان
کر رہے تھے وہ بیان میں دیکھا
تیس لکھتے۔ اب اس کا بیان
ختم کر کے دوسری مذہب متنا
کا بیان شروع کرتے ہیں۔

چونکہ وقت مرگ آں جرمہ صفا
چونکہ موت کے وقت وہ مسنون گھڑت
اسی مانڈی مینکی زودوش رفس
جورہ میں اس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا جو
جال چوبے ایں جیفہ بنامید جمال
جان۔ جب اس مردار کے تیر خوش دکھا سکی
مہر چوبے ایں ابر بنامید ضیا
چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا
جندا آں مطبخ پر نوش و قند
سمان اللہ وہ کیسا شہد و شکر ہے پر مطبخ ہے
جندا آں خرمن صحرائے میں
وہ دین کے سہارا خرمن کیا ہی عمار ہے
جندا دریا نے عمر بے غے
بے فم عمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں
جرمہ جوں ریخت ساقی الت
الت کے ساقی نے جب ایک گھڑت پہنایا
جوش کر داکا خاک نازاں جوشیم
اس خاک نے جوش ملا اور ہم اس جوش میں ہیں
گر روا بدنا کہ آدم از عدم
اگر مانو ہو تو عدم (گھڑت) کا دار کر دیا
ایں بیان بطرح صفتشست
ہے جس کی ادویہ بط کا بیسیا ہے
ہست در بط غیر ایں بن خیر شہر
بط میں اس کے وہ اور بہت سے خیر و شر ہیں

زیر کلوخ تن بگردن شد جدا
جسم کے اس ٹھیکے سے اُٹھنے پر جدا ہو گیا
کیں چنین نشسته و دو چرخ بقرین
کی یہ ایسا بونا اور کم رتب کیوں ساتھ تھا!
کے تو ائم گفت لطف آںصال
اس وصال کا لطف میں کیا کر سکتا ہوں
شرح ستوان کردانان کار و کیا
اس سالہ اور پاکیزگی کی طرح نہیں کی جاسکتی
کیں سلاطین کا لیسان ویند
کی یہ شہنشاہ اس کا پیار جانتے والے ہیں
کہ کو دہر خرمن آں را خوشہ چین
کہ ہر خرمن اس کا خوشہ چین ہوتا ہے
کہ کو دہر زوہفت دریا شبنم
کوس کے ستارہ ساتوں دریا شبنم ہیں
بر سر ایں شورہ خاک نے یر دست
اس بخیل جسم زمین پر
جرمہ دگر کہ بس بے کوششیم
(لے خدا) دوسرا گھڑت کو ہم نے طاقت میں
ورینہ و ایں گفتنی یک تن نوم
اور اگر یہ آئی کہنی ہے تو میں بچھڑا ہوا
از خلیل آموز کاں بط ششست
علین (اللہ) سے کہ لے یہ بطاٹاٹے کے تاج
ترسم از قوت سخنہائے دگر
میں دوسری باتوں کے محبت بلکہ قوت کا بڑا

شرح
اے قدیم اور راز داں اور صاحب انعامات بکیراں۔ ہم آپ کے
راہ میں عاجز اور مصیبت زدہ ہیں پس آپ ہمارے دل
سرگشتہ تیسرے ضلالت کو چارہ کار اور اس سے نکلنے کی تدبیر سمجھائے اور ان بڑی

کمانوں (ہمارے دہانے کٹر) کو تیر (رائے صائب) عطا فرمائے۔ آپ بڑی قدرت والے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کمال مخفی کے جام سے جس اہل اللہ شرابِ مجت پیتے ہیں۔ خاک پر جرعه گرایا اور اس کی بھینٹ زلفِ سخ حینال پر پڑی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ تک انہیں چاٹتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جس طرح حسن ہے جس کے یہ خاک اجسام حینال اس قدر اچھی ہے کہ تم رات دن اسے چومتے ہو پس تم خیال کرو کہ جب وہ جرعه حسن جس میں خاک کی آمیزش ہے آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے تو وہ حسن جو اپنی محضت اور حرکت پر باقی ہے کیا حالت کرے گا لیکن افسوس! کہ لوگوں نے اس حسن کو نظر انداز کر دیا ہے اور ہر ایک شخص اس ڈھیلے بردار ہے جو اس حسن سے ایک جرعه حاصل کئے ہوئے ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر بیان قدرت شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جرعه آپ نے چاند اور سورج اور برج حمل پر ڈالا ہے اور ایک جرعه عرش و کرسی و زحل پر۔

اب مولانا کو جوش ہو گیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اسے جرعه کہا جائے یا کیمیا۔ نہیں اسے تو کیمیا کہنا چاہیے کیونکہ اس میں قلبِ ماہیت کی خاصیت ہے اور اس کی اثر سے عدم منقلب ہو جاتا ہے۔ لوگو! تم اس عجیب الخاصیت جرعه کے اثر کو نہایت کشش سے حاصل کرو۔۔۔۔۔ تاکہ تمہاری قلبِ ماہیت ہو جائے اور تم نقصان سے کمال پر پہنچ جاؤ۔ مگر ایسے وہی ہو سکتے ہیں جو بنیاد و حانیہ اور اخلاق و ذیل سے پاک ہوں۔ بس اول تم پاک ہو جاؤ۔

دیکھو! ایک جرعه اس کا لعل اور سونے اور مومنوں پر پڑا ہے اور ایک جرعه شراب اور نقل اور پھلوں پر پڑا ہے اور ایک جرعه حسینوں کے چہروں پر پڑا ہے

جس سے ان اشیاء کی وہ حالت ہو گئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو — اب تم غور کرو کہ اس خالص اور خوش آئند شراب کی کیا حالت ہوگی۔ اور جبکہ تم اس جرعه آمیز مٹی کو زبان سے چاٹتے ہو تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب اسکو بلا آمیزش خاک دیکھو گے۔

اور دیکھو! جبکہ انتقال کے وقت وہ جرعه صفا اس جسم خاکی سے طریان موت کے سبب جدا ہو جاتا ہے تو جو کچھ رہ جاتا ہے اس کو تم فوراً دفن کر دیتے ہو اور تعجب سے کہتے ہو کہ ایسی مکروہ اور بری شے کیسے ہم سے مفرد نہ تھی پس جبکہ وہ جرعه حسن اس قدر مکروہ شے کہ اس درجہ محبوب بنا دیتا ہے تو جس وقت وہ جان جہاں بدوں اس جسم مردار کے جب جلوہ دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ وصال کس قدر پُر لطف ہوگا۔ اور جس وقت وہ چاند بدوں اس امر (جسم) کے اپنی چمک دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت اسکی کیا شان ہوگی۔

اے وہ شیرینی وقت سے بھرا ہوا مطبخ جس لکے یہ سلاطین (اہل اللہ) کا لیس ہیں۔ یعنی مطبخ جمال حق سبحانہ نہایت عمدہ شے ہے اور وہ خرمین صحرائے دین یعنی کمال جس کے ہر خرمین کمال خوشہ چین ہے نہایت پاکیزہ چیز ہے اور وہ دریائے عمر تنعم یعنی یہ حیات بے غم کمال جسکی سامنے ساتوں سمندر بمنزلہ شبنم کے بے حقیقت ہیں نہایت عجیب شے ہے پس اسکی ضرورت متبع ہونا چاہیے اسکی یہ شان ہے کہ جب ساتی است (حق سبحانہ) نے اس عاجز اور شورہ خاک کے اوپر اپنے سر اس کمال کا ایک جرعه ڈالا تو اس خاک کو جوش ہوا۔ اور اسکی ارضیت سے انسانیت تک ترقی کی۔ اور ہم اسی جوش نتیجہ ہیں۔ جب حال یہ ہے تو اے اللہ! تو ایک اور جرعه ڈال دے کیونکہ ہم میں ابھی نقصان موجود ہے اور ہم بہت بے کوشش ہیں تاکہ ہم اس قفس نقص سے نکل کر اوج کمال انسانی پر پہنچ جائیں جب دعا کر چکے تو اب مولانا پر حال غالب ہوا اور خیال ہوا کہ معلوم

نہیں کہ ہماری یہ درخواست زیبا ہے یا نازبا۔ اسکی حق سبحانہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر میرا یہ فعل مناسب تھا تو اس عدم کوشش کا روزگار و چکاٹو قبول فرما۔ اور اگر نامناسب تھا۔ تو معاف کیجئے۔ لیجئے میں خاموش ہو گیا اب آپ کو اختیار ہے۔ جو صادر فرادیں۔ آپ حکم ہیں۔ ہم آپکی مصلحت میں دخل نہیں دیتے۔ خیرا یہ بیان تھا بط حرص کا۔ جو اشیاء ناسوتہ پر راعب ہیں اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تم کو حضرت خلیل اللہ سے سبق لینا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے۔ بط حرص میں علاوہ مذکورہ بالا اوصاف کے اور بھی بہت بڑے اوصاف ہیں۔ مگر میں ان کو بیان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اور مضامین ضرور یہ رہ جائیں اسی لیے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔

صفت طاؤس و طبع او و سبب شستن ابراہیم خلیل
مردک صفت اور انکس کا مزاج اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام اورا
کے انکس کو اردو لے ۲ سب

۱۵ بہت اور محبت جاہ
میں انسان و گروں کو چاہنے
کی کوشش کر رہا ہے اور کب
کے لئے جائزہ نامزد شد
انتخاب کرتا ہے۔ جھجھک
خاؤں اسی طرح و گروں کو
پسند آتا ہے جس طرح انعام
سے بے خبر حال پسند آتا ہے
لئے تیار و خستہ جاہ میں مبتلا
کی روشنی نامیاد ہوتی ہے
وہ حصول مقصد کیلئے ہمت
بناتا ہے اور اپنا ناماد ہوتا
کے دوستوں کو فراموش
کر دیتا ہے۔

آدمک انکس و طاؤس اورنگ
اب ہم در خطہ سرکے و کر پر آئے
ہمست او صید خلق از خیر و شر
اس کا ارادہ اپنے بڑے طریقوں پر خلق کا شکا کرنا
بے خبر چوں دام میگردد و شکار
ایسا ہی ہمارے جس طرح مال شکار جانتا ہے
دام را چہ ضرور چہ نفع اگر گرفت
گرفت اگر کرنے میں مال کا کیا نفع و فتنان؟
اے برادر دوستاں فرشتی
اے بھائی: قرعہ دوستوں کو بلند کیا
کارت این بودہ از وقت فراز
پیدا نش کے قفس سے تیرا ہی کام رہا ہے
کوکن جلوہ برائے نام و رنگ
کردہ غزوہ بابا ات کے ذریعہ نانش کر رہا ہے
وز نتیجہ وفائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدہ سے بے خبر ہے
دام را چہ علم از مقصود کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کس علم؟
زین گرفت سپیدہ اش آدم شکفت
انکس کی جس سپردہ گرفت سے مجھے تیرا ہے
باد و صد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اللہ چھوڑ دیا
صید مردم کردن از دام و داد
جال اور بخشش کے ذریعہ و گروں کا شکار کرنا

۱۰۰۰ نان۔ خب جامہ دینو
 کو جو چنانچہ کسی کی محلات
 سے اس کو کیا مصل ہوا۔
 بہت تر۔ یہ شخص نہیں ترو
 باقی میں تو کو برساتا ہے
 آت کے۔ جس کو پھنسا
 ہے پھر اس کو چڑھتا ہے،
 دوسروں کو پھنسا تا ہے
 کہ یہی طغیانہ حرکات جاری
 رہی ہیں
 ۱۰۰۰ خب خرد۔ روز مر
 ختم ہو جائے کہ خب کو
 سرت آتی ہے وہ دوسروں
 کا شکار کرتا ہے لیکن خود کو
 کا شکار نہیں جاتا ہے۔ دروازہ
 وہ شکاری ٹرا اٹھ ہے جو
 شکاری بھلے خود شکار ہی
 جانتے ہیں۔ وہ اگر پھنسا
 شکار کا شکار نہ کرے کہ چڑی
 صحبت سے حال میں پھنسا
 ہے اور اس کا مانتا ہو جو
 لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 تر عشق کا شکار کر لیکن یاد وہ
 شکار ہے جو ہر کس دنا کے
 بال میں نہیں پھنستا ہے جو
 عشق کا شکار جب کرے کوئی
 کہ خود اس کا شکار بن جائے
 عشق عشق کی صدا ہے کہ
 شکاری بنے سے شکار ہی
 جانا بہتر ہے۔ گل عشق کے
 ساتھ میں اپنے آپ کو بے
 عشق بنا دو اور سوچ بننے
 کی بجائے تڑپ بن جاؤ تڑپ
 یہ عشق کا مقلد ہے۔ سماں
 پر باد ہی کہ میرے در پر
 آئے عشق ہونے کے دعوے
 کو چھوڑ کر پرواز نہ جا۔
 ۱۰۰۰ ناہی۔ جب کیفیت
 ہو جائے کہ حقیقی لذت پس
 ہوگی اور پھر انسان خود ہی
 شکاری کرے گا۔ (شعر)

زان شکار و انہی باد و بود
 اس شکار اور تک دو کی کثرت سے
 بیشتر زلفت و بیگاہ است و ز
 دن بیشتر چاہیگا اور لذت ہوگی
 آں یکے کی گیر و اس می ہل دام
 ہر ایک کی کہ اور اس کو بال میں سے چھوڑ دے
 باز اس را می ہل و می جو در گر
 پھر اس کو چھوڑ دوسرے کی تھپس کر
 شب شود در دام تو یک صید
 رات ہو جائیگی تیرے بال میں کوئی شکار نہیں
 پس تو خود را صید میکردی بدام
 تو نے بال سے خود اپنا شکار کر لیا
 در زمانہ صاحب دام بود
 کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہوگا
 چون شکار خوک آمد صید عام
 عام کو جاننا سوز کے شکاری مرے ہے

آنکہ از صیدِ عشق شہس
 جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ روز عشق ہے
 تو مگر آئی و صید او شوی
 بن تو آ اور اس کا شکار بن جا
 عشق میگردد بگو شہس پست
 میرے کان میں عشق آہ آہ کہت ہے
 گول میکن خویش را و غرہ شو
 اپنے آپ کو جوتوت بنائے اور غفرہ بنجا
 بر درم ساکن شود وینا نہ باش
 تیرے دروازے پر نہ رہے اور بے گھر بن جا
 تا بہ بینی چاشنی زندگی
 تاکہ تو زندگی کا نطفہ دیکھے

دست در کن بیجا بی تار و بود
 (جال میں) ہاتھ ڈال کر تار و پود
 تو بجد در صیدِ خلقا نے ہنو
 تو اب تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے
 ویں در گر را صیدی کن چون کام
 کیسوں کی طرح دوسرے کا شکار کر
 اینت لعب کو در کان بے خبر
 عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے
 دام بر تو جز صداع و قید نے
 تیرے لئے جال والے درد و قید کے گھر ہیں
 ک شدی مجبوس و محرومی ز کام
 کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا
 ہجو ما احمق کہ صید خود کند
 ہم جیسا احمق کہ خود کو اپنا شکار کرے؟
 رنج بید لقمہ خوردن ز حرام
 مشقت بید اور اس میں سے لقمہ کھا کر حرام

یک او کے گنبد اندر دام کس
 لیکن وہ کس کے جال میں پھنستا ہے؟
 دام بگذاری بدام او روی
 اپنا جال چھوڑ اس کے جال میں گر تار ہو جا
 صید بودن خوشتر از صیادیت
 شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے
 آفتابی را ربا کن ڈرہ شو
 سورج بننے کو چھوڑ ڈرہ بن جا
 دعویٰ شمع میکن پروانہ باش
 شمع بننے کا دعویٰ نہ کر پروانہ بن جا
 سلطنت مینی نہاں در بندگی
 بادشاہی کو غلامی میں بچہ ہوا دیکھے

نعل بینی باثر گوند در جہاں
دنیا میں نعل بندی دیکھ لے
بس طناب اندر گلو و تاج دار
نعل میں شول کا پستدا اور تاج ہے
ہچو گور کا فسران بیزن مل
جس طرح کا ذوق کی تہہ کو پاہر نہیں پڑے جس
چوں قبور اک را جھقص کر داند
خردوں کی طرح اس بندہ کبھی جزا کر دیا ہے
طبع مسکنت جھقص از مہتر
تیری بھاری طبیعت ہنسے آراستہ

تختہ بند از القب گشتہ شہاں
بھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ پر کیا
بروے انہو ہے کہ اینک تاجدار
انہی پر جمع ہے کہ = بادشاہ ہے
واندروں تہر خدائے عزوجل
اور اندر ضلئے غزوہ جل کا تہسہ ہے
پردہ پندار پیش آور داند
غمیہ کا پردہ سامنے دکھ دیا ہے
ہچو خسل موم بے برگ و ثمر
موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

بیس چھ گز یا مثنیٰ اور نیم
شاہی ہے کہ خضر دین کے لئے
نیل میں دینا کے نام لے
جس جودیا کے قیدی ہیں ملک
انکوشہ کہتے ہیں اور حور گز
شاہ میں انکوشہ اور گولڈا کے
جس تاج دار و سولہ دیکھے
وقت مر اور کھول پر ایک
لوہی اور عادی جاتی ہے -
تاجدار بادشاہ مثنیٰ مثنیٰ
جمع ہے۔ دباس کا چورہ
سے جھقص چوئے اور کھجور
سے پاہر۔ نعل حرم کھجور کا
سوی رخت۔ دہیاں جھقص
حق قالی کے مہر تہر کرہ
نعل جاتا ہے اور یہ نعل
مہر کا طالب اور تہرے کرہ لے

شرح اب ہم منافق طاؤس جاہ کی طرف آتے ہیں جو کہ شہرت اور عزت کے لئے اپنی شان و شوکت ظاہر کرتا ہے اسکی حالت یہ ہے کہ وہ پہلے

بڑے لوگوں کو دام میں لاتا ہے مگر نتیجہ اور فائدہ اپنے فعل کا نہیں جانتا وہ اس طرح نتیجہ سے بے خبر رہ کر شکار کرتا ہے۔ جس طرح کہ جال۔ کیونکہ جال کیا جانے کہ بڑے جانوروں کو پھانسنے کا کیا مقصد ہے۔ نیز جان کا اس کے پکڑنے سے کیا نفع نقصان۔ کچھ بھی نہیں۔ پس سے یہی حالت اس طاؤس کی ہے پس اس لغو حرکت پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کیوں کی جاتی ہے اور یہ لوگ طالبین جاہ باوجود دعویٰ عقل کے لوگوں کے شکار کے کیوں درپے ہیں۔

صاحبو! تم نے بہت ہی دلداروں سے دوست کھڑے کئے اور پھر اسکو چھوڑ دیا۔ اور بچپن سے تمہارا یہی کام رہا کہ تم لوگوں کو دوستی کے جال میں پھانستے گئے۔ بھلا اس تمہیں کچھ ملا؟ تم یہی کہو گے کہ کچھ نہیں۔ پھر یہ حالت تو تم کو چاہیے کہ اس شکار کرنے اور کثرت ساز و سامان سے دست کش ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ دیکھو تمہاری

عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا ہے اور وقت نا وقت ہو گیا ہے مگر ہنوز تم نہایت
 کوشش کے ساتھ لوگوں کو دام میں لانے میں مشغول ہوئے اور اسے پکڑ اسے
 چھوڑ۔ اسے پھانس اسے چھوڑ۔ اسے ڈھونڈ۔ غرض کہ عجیب بچوں سا کا کھیل
 کر رہے ہو۔ تم یاد رکھو کہ جب رات ہو جائے گی یعنی موت آ جائے گی اس وقت
 تمہاری حالت یہ ہوگی کہ تمہارے جال میں ایک بھی شکار نہ ہوگا یعنی نہ تمہارا کوئی
 شناسا خواں اور مجلس گرم کرنے والا۔ تمہارا مونس ہوگا نہ غمخوار بلکہ اس رات میں
 تم تنہا ہو گے اور اپنے کئے کو بھگت رہے ہو گے۔ اور تمہارا جال تمہارے
 لیے بجز درد سرا در قی کے کچھ نہ ہوگا۔ اور ثابت ہوگا کہ تم دوسروں کو نہیں
 پھانتے تھے بلکہ خود پھنس رہے تھے کیونکہ تم اس کام میں مجبوس ہو گئے اور
 اصل مقصد سے محروم رہ گئے۔

بھلا عالم میں کوئی ہم سا احمق جال والا ہی ہوگا جو خود اپنا شکار کرے ہرگز
 نہیں۔ بلکہ صرف ہم ہی احمق ہیں جو خود اپنے کو جال میں پھانس رہے ہیں پس جب
 یہ معلوم ہو گیا کہ دوسروں کو جال میں پھانسانا اور معتقدین و شناساں پیدا کرنا خود اپنے
 کو جال میں پھانسانا اور سراسر حماقت ہے تو اسے چھوڑنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ عوام
 کو پھانسانا بالکل ایسا ہے جیسا کہ سور کا شکار کہ اس میں تکلیف تو بے حد ہے۔ مگر اس
 کا ایک لقمہ کھانا بھی حرام ہے کیونکہ اس پھانسنے میں بجز نقصان کے نفع کچھ بھی
 نہیں۔ اچھا تو پھر شکار کرنے کی کیا چیز ہے وہ صید عشق ہی ہے اسے شکار کرنا۔
 چاہیے لیکن وہ کب کسی کے دام میں آ سکتا ہے اسلئے اسکی صورت یہ ہے کہ تم خود اگر
 اس کے دام میں پھنس جاؤ اور اپنے دام صیاد کو۔۔۔ چھوڑ کر اس کے جال میں آ جاؤ
 عشق میسر کان میں چپکے چپکے کہتا ہے کہ صیاد و مردم سے صید عشق ہونا بہتر ہے
 اسلئے تم دنیوی ہوشیاری کو چھوڑو۔ اور بے وقوف اور بھولے بن کر میرے دام

میں آجاؤ اور عزت و وقوت دنیوی کو چھوڑ کر تذلل و تمسک اختیار کرو اور گھر
 بار چھوڑ کر میکہ در پر پڑ جاؤ۔ اور مطلوبیت کو چھوڑ کر طالب بن جاؤ۔ تاکہ ..
 تمہیں لطیف زندگی حاصل ہو۔ اور اس غلامی میں تمہیں سلطنت حاصل ہو جائے
 تم خور کرو گے تو تمہیں معاملہ برعکس نظر آئے گا اور تم دیکھو گے کہ قیدیوں کو یہاں
 کے عرف میں بادشاہ کہتے ہیں۔

اور بہت سے لوگ جن کے گلوں میں علاقہ دنیا کی رسیاں پڑی ہیں اور سونپی
 پر ٹکے ہوئے ہیں لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ سلامت ہیں
 اور ان کی حالت قبور کفار کی سی ہے کہ ظاہر تو نفیس لباسوں آراستہ ہیں اور باطن
 میں قبر حق سبحانہ بھرا ہوا ہے۔

یعنی ان کا دل اخلاقِ رذیلہ اور نجاساتِ معنویہ سے پُر ہے ان لوگوں نے
 اپنے ظاہر کو قبور کفار کی طرح آراستہ کر رکھا ہے اور اس طرح اپنے عیوب پر
 ایک پردہ ڈال دیا ہے جو منشا ہے انکے غرور اور دعوے اور تعلیٰ کا۔ یہ تو ان
 جاہ پرستوں کی حالت تھی جو صرف ظاہری شان و شوکت رکھتے ہیں اور باطن میں
 کوئی کمال نہیں رکھتے۔ مسگرے صاحبِ کمال دنیوی تو اس دھوکا نہ کھانا اور
 اپنے کو صاحبِ کمال نہ سمجھنا۔ مانا کہ تیری طبیعت کمال دنیوی سے آراستہ ہے مگر وہ
 ایسے ہی ہے جیسے موم کا درخت کہ اس پر نہ پتے ہیں نہ پھل۔

در بیان آنکہ لطف حق را ہمہ کس مانند و قہر را نیز ہمہ کس
ہمہ بیان کہ اشقائے کی ہر کسب جانتے ہیں اور قہر کو بھی
وانند و ہمہ از قہر حق گریزانند و بلطف او آویزانند اما
سب جانتے ہیں اور سب اس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اس کی ہرے دہشت ہیں

حق تعالیٰ قہر باراد لطف پنہاں کردہ و لطفہا را در قہر
لیکن اشقائے نے قہر کو نہیں پریشیدہ کر دیا ہے اور قہر کو قہر میں
پنہاں کردہ نعل باڑ گونہ و تلبیس و مکر اللہ بود تا اہل تمیز
پریشیدہ کر دیا ہے اہل پال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤد تھا کہ اہل تمیز
وَنَظَرُ یُورِیْهِ اَنْ یُّبَیِّنَ اِلَیْہِمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور مال کو دیکھنے والوں اور ظاہر و باطن
مجاہد شوند کہ لیس بلو کہم ایتکہ احسن عملًا
سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ نہیں آرائے کہ کوئی لک کے اہل ہمارے اچھے

لے قہر تعالیٰ میں دہشت حق
کی چٹائی آقا ہیں بیان ہے
لیکن سمجھانے کے لئے کہو
بیان کیا جا رہے۔

سے آؤ گے۔ لڑائی و فتنہ
آخرت میں بصورت اور
کثرت نہایاں ہوں گے اور
مجاہدات و مجاہدات کی مشیت
بصورت مرد و عورت آخرت
میں نہ ہوں گی یہ اشقائے
نے آزمائش کے لئے ایک
تہہ ہیر فرمائی ہے انسان اگر
دنیا میں نفسانی مذاکرہ میں
لگے گا جو دنیا پر حوض کوثر
میں تودہ آگ کو حاصل کر لے
ہے اور اگر عبادت کی مشیت
میں لگے گا جو عطا ہوگا
وہ حوض کوثر حاصل کر لے گا
نہاں۔ بیروانی۔

گفت درویشے بدرویشے کہ تو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو نے
گفت پیچوں دیدم اما بہر حال
اس نے کہا میں نے بے شاں دیکھا لیکن کہنے کیلئے
دیدش سوئے چپ او آؤتے
میں نے اس کی بائیں جانب ہنگ دیکھی
سوئے پیش بس جہاں سوز آتے
اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے
سوئے آں آتش گروہے بردہ دست
ایک گردہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا
لیکن نعل باڑ گونہ بود سخت
لیکن آتش چال سخت ہوتی ہے
ہر کہ در آتش ہی رفت و شرر
جو آگ اور جگہ دیوں میں گیا
ہر کہ سوئے آب میرفت از میل
جو آگ کی سمت گیا

چوں بدیدی حضرت حق را بگو
حضرت حق کو کیسا دیکھا ہے۔ بتا
باز گویم مختصر آں را مثال
اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں
سوئے دست راست حق کو شے
اور دائیں جانب حوض کوثر دیکھی
سوئے دست راست حق جوئے خوشے
اس کے دائیں ہاتھ کی جانب مہمہ نہر ہے
بہر آں کوثر گروہے شاو دست
ایک گردہ اس نہر کے لئے شاو دست ہے
پیش پائے ہر شقی و نیک سخت
ہر شقی اور نیک سخت کے لئے
از میان آب بر میگرد سر
اس نے پانی میں سے سر اٹھایا
اودر آتش یافت میشد در زل
وہ غور آگ میں پایا گیا

ہر کوئے راست واپس لال
 جو دامن جانب اور نیرانی کی طرف کی
 وانکہ شد سوئے شمال آتشیں
 چراگ والی بانیں جانب گیا
 کم کے بر سر ایں مضمز دے
 اس پر مشیدہ راز سے بہت کہ کوئی قصہ جو
 جز کے کہ بر سرش اقبال رخت
 سوائے نہیں شخص کے جس کے سر پر قبائلی ناز
 کردہ ذوق نقد را معبود خلق
 لوگوں نے نقد زائد سے کہ معبود بنا یہ ہے
 جوق جوق وصف از حرص و شتاب
 گردہ و گردہ اور صف وصف حرص اور محراب
 لاجرم ز آتش بر آوردند سر
 لامحار میں نے آگ میں سے سر اُٹھا
 بانگ میزد آتش لے گیان گل
 آگ پکار ہے اے بے وقوف و حق
 چشم بندی کردہ اندلے بے نظر
 اے اندھے! انہوں نے نظر بندی کر دی
 اے خلیل لہ نجاشر اردو و نیست
 لے خلیل! یہاں جنگ ہی اور دھواں نہیں ہو
 چون خلیل حق اگر فرزانہ
 اگر تر اندھ کے عین کی طرح مفلکند ہے
 جان پروانہ بھی دارد دندے
 پروانہ کی جسان بھارتی ہے
 تا ہی سوزید ز آتش بے آماں
 تاکہ دے آماں آگ سے جل دے
 بر من آرد رحم جاہل از خری
 نادان کو کہہ دے ہیں سے ہم پر حرص آتا ہے

سر ز آتش برزد از سوئے شمال
 اس نے بانیں جانب آگ میں سے سر اُٹھا
 سر بڑوں میگرد از سوئے عین
 وہ نانیں جانب سے سدا بھارتا ہے
 لاجرم کم کس دریاں آذر شدے
 لامحار بہت تھوڑے لوگ نہیں آگ میں گئے
 کور ہا کر واپس در آتش گریخت
 کس نے بانی کو چھوڑ دیا تو آگ میں گئے
 لاجرم زیں لعب مغبول بولخلق
 لامحار میں کھیل سے لوگ ٹوٹے ہیں
 محتر ز آتش گریزاں سوئے آب
 آگ سے بچنے والے ہیں بانی کیونکہ اندھ لے گیا
 اعتبار را لا اعتبار لے بے خبر
 اے بے خبر! محبت حاصل کر محبت
 من نیم آتش منم چشم قبول
 میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشم ہوں
 در بین آویج مندیش از شرر
 مجھ میں آ جا اور چنگاروں کی ٹکر نہ کر
 جز کہ سحر و خدعہ نمر و نیست
 سوائے نمرود کے دھوکے اور باد کے کچھ نہیں
 آتش آب تست و تو پروانہ
 آگ حیرانی ہے اور تو پروانہ ہے
 کالے دریا صند ہزارم پر بیلے
 کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے
 کور می چشم و دل نا محرم
 نا محرم کی آنکھ اور دل کے اندھے ہیں
 من برورحم آرم از دانشوری
 میں غفلت کی وجہ سے میں دانشوری کا ناپا

لے عین۔ داپنا قصہ
 پر مشیدہ۔ ذوق نقد
 دنیاوی فقاہتوں کا ذوق
 ٹوٹے میں مبتلا
 لے چشم بندی۔ نظر بندی
 شرر۔ ناز و زور کی آگ
 محبت حین اللہ کے لئے
 بھگت پر آگ اور حقیقت عمار
 نمی۔ بے آواز خری
 گد جاہل۔

[illegible]

خاصہ اس آتش کہ جانِ آبست
خسرنا وہ آگ جہان کی جان ہے
اوپر بید نور و درناے رُود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے
انہیں لعب آمد از رب جلیل
ربت جلیل کی جانب سے یہی کہیں ہے
آتشے را شکل آبی واوہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے
ساحرے صحن برنجی را بہ فن
جادوگر چادوں کے جہانِ کوئی کے زیر
خانہ را اُپر ز کُشت و مہا نمود
گھر کو پھرنڈوں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے
چونکہ جادومی نہاید صحنیں
جبکہ جادو اس میں سے بیکٹھیں تہایں دکھا دیتا ہے
لاجرم از سحرینِ رواں قرنِ سخن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ
لاجرم از سحرینِ رواں مردوزن
لامحالہ خدا کے جادو سے مردوزن
ساحراں شاں بندہ بوند غلام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے
ہیں نخواست قرآن میں سحر حلال
آگاہ: قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ
من نیم فرعون کا یم سنے نیل
میں اُردو میں نہیں ہوں کہیں اور اُردو کیا ہے کہیں
نیست آتش ہست آگ کا میں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے

کالہ پر وارہ بیکس کار ماست
 پر وارہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہو
 دل بہ بیند نار و در نوئے شود
 دل آگ دیکھتا ہے اور نرمی پہنچ جاتا ہے
 باب بنی کیست از آل خلیل
 تاکہ تو دیکھ لے کہ نبیؐ کی اولاد میں سے کون ہے؟
 و اندر آتش چشمہ بکثادہ اند
 اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے
 می کند کرشمس میان اجن
 اجن میں اس کو کیڑا ٹیس بنا دیتا ہے
 از دم سحر و خود آں کثر دم نمزد
 جادو کے اثر سے ماما کو وہ بھرتی نہیں ہیں
 چون بودستان جادو افزا
 تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہوگی؟
 اندر افتادند چون زن زیر پرچین
 عورتوں کی طرح پیچے چلتے گھر سے ہیں
 رفتہ اندر چاہ جاہ بے رن
 بچھ گئے ہیں جاہ کے بے رن کے کنویں میں
 اندر افتادند چون صعوه بدام
 مومے کی طرح جال میں پھنس گئے
 سترنگونی مکر تائے کالجبال
 (اور) پہاڑوں جیسے مکر کے انڈھا جھونکے
 سوئے آتش میروم بہچوں خلیل
 میں غلیل (اشک) کی طرح آگ کی طرح جانا پڑا
 و اں دگر از مکر آب آتشیں
 اور وہ دوسرا مکر کی دیو سے آتشیں پانی ہے

پس نگو گفت اس رسول خوش حجاز
اس خوش رفتار رسول نے عرب کہاے

ذَرَّةٌ عَقَلْتُ بِهِ از صوم و نماز
تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ ہوئی (اور) نمانے

زانکہ عقلت جو تہا پس دو عرض
کیونکہ تیری عقل جو تہا پس یہ دونوں عرض ہیں
تا جلا باشد مراں آئینہ را
نہ کہ اس آئینہ پر بلا جو جلنے
لیک گز آئینہ از بن فاسدست
لیکن اگر آئینہ اس سے خراب ہے
و اگر بن آئینہ کو اکیس است
وہ آئینہ نے جو زیادہ زہمی ہے

ایں دو در کسب آں شد مقصود
یہ دونوں اس کی کسب کے لئے فرض کیئے ہیں
کہ صفا آید ز طاعت سینہ را
کیونکہ طاعت سے سینہ میں صفائی آتی ہے
صیقل آں را در بار آرد بدست
اس پر صیقل دینے سے غرمتی ہے
انکہ صیقل گری اور اس است
اس کے لئے تھری صیقل گری کا یہ ہے

۱۵ ماگز ہر بلا تا، مرشد
کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے
مرد دل کو کھینے جس کے
دل تھری ہی صیقل سے ہو کہ
انہیں مابین تفاوت عقلوں
میں طری تفاوت ہے اور
ان کے مختلف مراتب ہیں۔
۱۶ عرض ایک عقل کا فرد
سمجھ جیسا ہے اور دوسری
عقل کا فرد نہرو وغیرہ تاریکی
سے بھی کہ ہے تاکہ عقل کی
میں دل اذکر عقل کے سامنے
ہے جب ماسوی اذکر اب
ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری
عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا
در ملاحظہ ہے عقلیہ
حدود کی عقلیں اس کی عقل
سے فیضیاب ہیں۔

۱۷ عقل کی عقل کی عقل
نکل رہی ہے جس کا مطلب
انسان ہے۔ اور جو انسان
کا دل چلنے میں اس نفس کی
ہے اس سے حق کی جستجو کر۔
عقل چڑھی۔ مام انسان کی
عقل ہی اگر عقل کی کل سے
مستفاد ہے لیکن دوسری
مشائے اس کی عقلیہ قصد
بنادیا ہے۔ آن یعنی عقل
کاں نے اپنے آپ کو عشق
حق کے مال کا شکار بنا کر
شیاد کا منہ نہ کو بائیں وہ
أعلاق خداوندی سے تشف
ہو گئی اور عقل ناقص ہو گئی
کو مال میں بھانسا جا ہمو
مال میں پیس گئی۔ آن عقل
کاں نام نہ کہ خود میں عقل
ناقص نے خود میں بنایا ہوا
عزت کے راست سے ہو کہ
گئی۔ ترقی و غنی زہمی نے
خود نیست پسند کی تو دیا

تفاوت عقل در اصل فطرت برخلاف معتزکہ می گویند کہ
عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزکہ کے برخلاف کہتے
در اصل عقل جزوی برابر اندامیں افزونی و تفاوت از
ہو کہ دراصل خصوصیتیں برابر ہیں ان میں جزوئی اور فرق تعلیم اور
تعلیم ست و ریاضت و تجربہ
یافت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

در مراتب از زمین تا آسمان
مرتبی ہیں زمین سے آسمان تک
ہست عقلی کمتر از نہرو و شہاب
ایک عقل نہرو اور دھڑنے والے تار سے کہو
ہست عقلی چوں ستارہ آتش
ایک عقل آگ کے ٹھنڈی طرح ہے
نوریز راں ہیں خروہا بردہ
وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور ملاحظہ کرتی ہے
عقل اوشکست و عقل خلق ہو
انکی عقل شک ہے اور مخلوق کی عقل ایکی مشورہ
عرش و کرسی را ہاں کز می جدت
یہ نہ سمجھ کہ بخش اور کرسی اس سے بڑا ہے
زود بحق را و از دیگر مجو
اس سے اندک طالب بن اور دوسرے بڑا

ایں تفاوت عقلہا را ایک راں
عقل کے اس فرق کو خوب سمجھو
ہست عقلی تجو قرض آفتاب
ایک عقل سورہ کی نمیک کی طرح ہے
ہست عقلی چوں جہاں سرخو
ایک عقل مست ہسرا کی طرح ہے
زانکہ ابرائیش اوچوں واجہد
کیونکہ جب ابرائش کے سامنے ہے ہٹ جاتا
عقلہا ہی خلق علس عقل او
مخلوق کی عقلیں اس کی عقل کا مکس ہیں
عقل کل و نفس کل مرد و نسا
مرد و نسا عقل کل اور نفس کل ہے
متطہر حق ذات پاک او
اس کی پاک ذات خدا کا منظر ہے

میں غور کر گیا۔ پہلی خادم
اور تیسری بنا تو قافوں میں
شمار ہوا۔
۱۵ لقب مکوس بیٹی تاکو
سے محدودیت حاصل ہونا
انسانی تدبیر سے ممکن نہیں
ہے بلکہ فطرتی خداوندی پر
موقوف ہے انسانی نگاہی
تدبیر فطرتی خداوندی کے
سامنے ہے۔
۱۶ مکون کہن انسان پر نگاہی
کی تدبیر پر نشانہ رکھے کہ قابض
کے اخلاق سے متصف ہو
جائیکا انسانیت سے ہونے
اسی میں انبیاء کے اعصاب
پیدا ہو جائیں گے۔ مگر کہن۔

کریں نہ کہن کی تدبیر کے ساتھ کہن کی تدبیر

عقل مجزوی عقل را بدنام کرد
مجزوی عقل نے عقل کو بدنام کر دیا ہے
آں ز صیدی حسن جیتاے بدید
اُس نے شکاری بن سے شکاری کا حسن دیکھا
آں ز خدمت ناز محمدوی پیا
اُس نے خدمت کے ذریعہ محمد بن ہونیکا ناز حاصل کر لیا
آں ز فرعونی اسیر آب شد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا
لقب مکوس ست فرزیں بند
اُن کیل اور ست فرزیں بعد (جال) ہے
بر خیال حیلہ کم تن تار را
سچ خیال اور کم تنی بنا پر تانا ز تن
مکر کن در راہ نیکو خدمت
اچھی خدمت کی راہ میں مکر بیکر کر
مکر کن تا دامن از مکر خود
تدبیر کر تاکو اپنے مکوسے نجات پالے
مکر کن تا کست بر بند شوی
تدبیر کر تاکو ناچیسر بند نہ رہے
ز وہی و خدمت اگر گ کہن
اسے پرانے بیرونیے شکاری اور خدمت
لیک چوں پروانہ دلکش تراز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا
نور را بگذار و زاری را بگير
نور کو چھوڑا زاری اختیار کر
گر گشتی زاری بیاباںی رحم او
اگر تو ماجزی کرے گا نہ کامیاب رہے گا
زاری مضطر کہ تشہ مضوی ست
بہرہ سہیاء کی ماجسی جیتی ہے
گر تیر اخوان یوسف حیلست
یوسف کے بھائیوں کی ماجزی نگاہی ہے

کام دنیا مَر در ا بے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو کام کر دیا ہے
وین ز قیادی غم صیدی کشید
اُس نے شکاری بن سے شکاری کا غم دیکھا
وین ز محمدوی ز راہ عزت یافت
اُس نے محمد بن ہونیکا عزت کے راستے سے شہرہ پزیر کیا
وز اسیری بسط ازار باب شد
اور بسط قیدی ہونے کی وجہ سے آقا بن گیا
حیلہ کم کن کار اقبال ست شہوت
تدبیر کر اقبال اور نصیب کا معاملہ ہے
کہ غنی رہ کم دہد مکار را
(اشارہ) بے نیاز مکار کر رہا نہیں دیتا ہے
تا نبوت یابی اندر آمتے
تاکو آمت میں (وہ) نبوت کا جذبہ پیا
مکر کن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکو حسد سے بیحد ہوجائے
در کمی مفتی خداوندہ شوی
کمی اختیار کرے گا، آفت بن جائے گا
نیچ بر قصد خداوندی کن
آفت آن کے خیال سے کہیں نہ کر
کیسے زور بر مرد و در پاک باز
سونے کی تھیلہ دسی اند پاک بن جا
رحم سونے زاری آید لے فقیر
لے فقیر (رحم خداوندی) ماجزی کی کھانسی تاکو
رحم او در زاری خود باز خو
نہ کامیاب رہے گا
زاری سرود و مرغ آن غوی ست
جھوٹا، غمشہی ماجزی، گمراہ کی ہے
کا ندروں شاں پر ز رشک عظمت
اُن کا باطن رشک و باری سے بڑھے

۱۷ لقب پہلی خادم ہے
نصراذانی نہ کر ماجزی اختیار
کر اندر فانی ماجزیوں پر
رحم فرماتا ہے۔ زاری جیتی
ماجزی ہونا دلی ماجزی
سے مقصد پر لمانہ ہوگا۔
۱۸ کہن تیر برادران یوسف
بہرہ صندی روانہ دے گئے
اسی گریہ زاری بیکار ہے
حکایت جس حکایت سے
یہ سمجھا جائے کہ کشتی بدو کی
طرح رونامیکار ہے۔

شرح

ہم نے اوپر کہا تھا کہ تم اس عالم میں معاملہ برعکس دیکھو گے

اب اس کی مزید توضیح سنو! ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ

نے کہا کہ آپ نے حق سبحانہ کو کس حالت میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے انہیں

بے کیف دیکھا کیونکہ وہ کیف سے منزہ ہیں۔ مگر سمجھانے کے لئے بطور تمثیل کہتا ہوں

کہ میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے بائیں جانب آگ ہے اور دائیں طرف

حوض کوثر اور بائیں ہاتھ کی طرف عالم سوز آگ ہے اور دائیں ہاتھ کی طرف عہدہ

نہر۔ سو کچھ لوگ آگ کی طرف ہاتھ بٹھا رہے ہیں اور کچھ لوگ حوض کوثر کے شوق میں

خوش اور مست ہیں لیکن ان لوگوں میں سے ہر بد بخت اور سعادت مند کے سامنے

الٹا معاملہ تھا کیونکہ جو شخص آگ میں جاتا تھا وہ حوض کوثر میں جا کر نکلتا تھا۔ اور

جو شخص پانی میں جاتا تھا وہ آگ میں دیکھا جاتا تھا۔ اور جو شخص دائیں جانب اور

آب شیریں کی طرف جاتا تھا وہ بائیں طرف آگ میں سے نکلتا تھا۔

اور جو بائیں آگ والی جانب جاتا تھا وہ دائیں طرف نکلتا تھا چونکہ اس راز

سر پرستہ سے بہت کم لوگ واقف ہوتے تھے اس لئے ہجران لوگوں کے جن کے

سر پر خوش اقبال کا مینہ برس رہا تھا۔ کیونکہ ایسے لوگ پانی کو چھوڑتے تھے

اور آگ میں بھل گئے تھے۔ اور منشا اس کا یہ تھا کہ حق سبحانہ نے نفع عاجل کی

چاٹ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی اس لئے خواہ مخواہ لوگ اس تماشہ سے

خسارہ میں پڑتے تھے۔ کیونکہ جو جوق درجوق اور صرف بصف لگ بطن نفع عاجل

آگ سے بچتے تھے اور پانی کی طرف جلتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آگ میں جا کر

نکلے تھے جو کہ سراسر خسارہ تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! اس تمثیل

سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ تمثیل ہے۔ لذات نفسانیہ اور مکروہات نفسانیہ

کی۔ کیونکہ لذات نفسانیہ میں نفع عاجل ہے اور ضرر آجمل اور مکروہات نفسانیہ

بالعکس ہیں کہ ان میں ضرر عاجل ہے اور نفع آجبل۔ بس تم لذات نفسانیہ کو چھوڑ کر مکروہاتِ نفس کو اختیار کرو۔ تاکہ تم کو راحت نصیب ہو۔ اور اٹل کام نہ کرو۔ اس نصیحت کو حتم فرما کر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان بزرگ نے کہا کہ آگ بزبانِ حال کہہ رہی تھی کہ اے محقو! میں آگ نہیں کہ تم مجھ سے احتراز کرو بلکہ میں قابلِ قبولِ چشمہ ہوں۔ ارے اندھو! قضا و قدر نے مصلحت امتحانِ نظر بندی کر رکھی ہے۔ پس تم ہمارے اندر آؤ اور ضرر کا خوف نہ کرو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مومن! یہاں نہ آگ سے حقیقاً آگ ہے نہ دھواں۔ بلکہ نظر بندی ہے حق سبحانہ کی جو کہ مشابہ ہے طلسمِ فریبِ فرد سے جو انشِ خلیل علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

(فاتحۃ: خبر کہ سحر و خدعہ... فرونیست کی یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ سحر اور فریبِ شیطان ہے واللہ اعلم) پس اگر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح عاقل ہے تو آگ میں گھس جا۔ اور مکروہاتِ نفس کو اختیار کر لے کیونکہ یہ آگ (مکروہاتِ نفس) ہی تیرے حق میں پانی۔ (موجبِ آرام) ہے اور تو حقیقت میں اس کا پر وانہ اور اس کی نہ بھاگنے والا ہے اور اس پر عاشق اور طالب ہے۔ دیکھو! پر وانہ آگ پر عاشق ہوتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ بزبانِ حال کہتا ہے کہ اے کاش! میں لاکھوں پر ہوتے تاکہ ان سب کو اس آگ میں جلا دیتا۔ گو نامحرم میری اس لذت سے واقف نہ ہوں۔ اور ان کی چشم بصیرت اور ان کے دل اندھے ہوں۔

ناواں لوگ اپنے گھہ پن سے مجھ پر ترس کھاتے ہیں۔ مگر میں اپنی دانائی سے ان پر رحم کھاتا ہوں اور کہتا ہوں۔ افسوس یہ بیچارے اندھے ہیں اور انہیں میری لذت کی خبر نہیں۔ پس جبکہ اس متعارف آگ کی یہ حالت ہے تو اس آگ کی جو عام

پانیوں سے ہزار گونہ بڑھ کر ہے کیا حالت ہوگی۔ اور جب پروانہ کی اس آگ کے لحاظ سے وہ حالت ہے جو مذکور ہوئی تو ہماری اس آگ کے لحاظ سے کیا حالت ہونی چاہیئے کہ پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے۔ چنانچہ وہ اسے نور اور راحت بخش سمجھتا ہے مگر حقیقت میں وہ نار بہت نفی ہوتی ہے اور دل اس آگ (مکروہات نفس) کو آگ یعنی مضمر سمجھتا ہے مگر جب اس میں گھستا ہے تو نور میں پہنچ جاتا ہے۔ اور بے حد راحت پاتا ہے۔

اب سنو! کہ حق سبحانہ کے اس تماشہ کا منشا کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ لوگوں کا امتحان اور ظاہر ہو جائے کہ کون گروہ غلیل علیہ السلام سے اور مومن ہے اور کون نہیں۔ اسلئے آگ کو پانی کی شکل عطا کی ہے اور آگ کے اندر چشمہ آب جاری کیا ہے یعنی راحت کو تکلیف میں مخفی کیا ہے اور تکلیف کو راحت میں۔

شاید یہ مضمون کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ کہے کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے تو اسکی لیے ہم کہتے ہیں کہ ایک جادوگر چادلوں سے بھری صحنک کو بھری محفل میں کیڑوں سے پر کر دیتا ہے اور چادلوں کو کیڑے بنا دیتا ہے اور لوگ ان چادلوں کو کیڑے ہی دیکھتے ہیں اور کیڑے ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ واقع میں وہ چادلوں سے ہوتے ہیں۔ اور گھر کو جادو کے زور سے مچھروں سے بھر دیتا ہے حالانکہ وہاں واقع میں مچھر نہیں ہوتے بلکہ محض نظر بندی ہوتی ہے۔

پس جبکہ جادوگر ایسے ایسے سینکڑوں تماشے دکھلا سکتا ہے تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ خود حق سبحانہ کا تصرف کیسا ہوگا۔ جس نے جادوگر کو پیدا کیا اور اس میں یہ قوت رکھی — پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ کا تصرف نہایت زبردست ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ حق سبحانہ کی نظر بندی سے ہر زمانہ میں سینکڑوں جادوگر (عقلاء مدبرین) چاروں شانے چت گرے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں

مرد عورتیں حق سبحانہ کی نظر بندی سے جاہ کے پلے پناہ کنوئیں میں گر پڑے ہیں اور باوجود یکہ لاکھوں ساحر انکے غلام تھے۔ مگر یوں جال میں پھنس گئے۔ جیسے کمزور مولا۔ اور جادو گروں کی جادوگری نے اس میں کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور حق سبحانہ کے جال سے انہیں نہ بچا سکے۔ تم حق سبحانہ کے اس سحر حلال کا اثر قرآن میں پڑھ لو۔ اور ساحروں کے پہاڑوں کی مانند زبردست جادوؤں کے سرنگوں دیکھ لو۔

خیر! یہ مضمون تو استطراذی تھا۔ اب سنو! میں تو خلیل علیہ السلام کی طرح آگ کو پسند کرتا ہوں اور اسی میں جاؤں گا۔ میں فرعون نہیں ہوں کہ دریا نیل میں جساؤں۔ اور ہلاک ہوں کیونکہ جو آگ معلوم ہوتی ہے وہ آگ نہیں بلکہ شیریں پانی ہے اور دوسرا جو پانی معلوم ہوتا ہے وہ پانی نہیں ہے بلکہ تصرف حق سبحانہ سے آگ پر شکل پانی ہے۔ اور یہ انتخاب اثر ہے میک عقل سلیم کا۔ ایسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا ہے کہ تھوڑی سی عقل روزہ و نماز سے بہتر ہے کیونکہ عقل جو ہر ہے اور یہ دونوں عرض۔ اور یہ دونوں اسی کی تکمیل کے لیے فرض ہوئے ہیں تاکہ ان سے آئینہ عقل کو جلا ہو۔ کیونکہ یہ عبادت ہیں اور عبادت کا خاصہ ہے کہ اس کے صفائے باطن حاصل ہوتی ہے پس لامحالہ ان سے تجلیہ عقل ہوگا۔ پس نماز و روزہ خادم ہوئے اور عقل مخدوم۔ لہذا عقل روزہ و نماز سے بہتر ہوتی۔

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لو کہ عبادت کا خاصہ تصفیہ باطن و تجلیہ عقل ضروری ہے مگر اختلاف منفعل سے اس کے اثر میں تفاوت لازم ہے اسی لیے جو آئینہ عقل بجز فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے وہ صیقل گر کے بہت دیر میں قابو میں آتا ہے اور اس کی اصلاح بہت مشکل سے ہوتی ہے لیکن جو اعلیٰ درجہ کا آئینہ عقل دانا اور سلیم الفطرت ہوتا ہے مگر اس پر غبار جہل وغیرہ پڑا ہوتا ہے وہ بہت

جلد صافی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے محوڑی سی ریاضت کافی ہو جاتی ہے
اب تم کو جملہ معترضہ کے طور پر سمجھنا چاہیے کہ عقول کے مراتب آپس میں زمین و
آسمان کا مثل ہے اور اس تفاوت کو تم کو غور سے سمجھنا چاہیے۔

تفصیل اس تفاوت کی یہ ہے کہ محض عقول تو مثل قرص خورشید ہے اور بعض
عقلیں زہرہ ستارہ کی مانند ہیں اور کچھ چراغ روشن کی طرح اور کچھ چراغ مدھم
کی طرح۔ جب یہ تفاوت معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہم نے ادھر کہا تھا کہ
جو آئینہ عقل دان ہے اس کے لئے محوڑی سی صیقل گری کافی ہے۔ سو وجہ اسکی
یہ ہے کہ ظلمت رنگ اسکی ذات میں نہیں ہوتی۔ بلکہ فی حد ذاتہ تو وہ روشن ہوتا ہے
لیکن اس پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔ جو اس آفتاب کے لئے بمنزلہ ابر کے سا تر ہوتا ہے

پس جب اذن تحریر سے وہ حجاب مرتفع ہو جاتا ہے اور وہ ابر دور ہو
جاتا ہے تو اس کا خدائی نور ظاہر ہوتا ہے۔ اور دوسرے عقول کی تربیت
کرتا ہے۔ جس کی عقل کی حالت نہایت عظیم الشان ہے کہ مخلوق کی عقل گویا کہ
اس کا عکس ہیں اور اسکی عقل گویا کہ مُشک ہے اور دوسروں کی عقل بُو یعنی
اسکی عقل متبوع ہے اور دوسروں کی عقل تابع اور یہ شان اہل اللہ کی ہے
لہذا ان کو کہنا چاہیے کہ عقل کل اور نفس کل اہل اللہ ہیں۔ اور تمام عقول و نفوس
ان کے اجزاء۔ بلکہ عرش و کرسی کو بھی ان سے جدا نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اسکو بھی
انہی کے اجزاء خیال کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ لوگ حق سبحانہ کے جملہ صفات کے
منظر تمام ہیں اور اشیائے دیگر یا بعض صفات کے مظہر ہیں جیسے عرش و کرسی
وغیرہ یا کل صفات کے مگر حجاب کے ساتھ جیسا کہ مجھ میں۔ پس جبکہ ان کی
حالت یہ ہے تو تم کو انہی سے حق کو طلب کرنا چاہیے۔ نہ کہ غیر سے۔ کیونکہ جو تعلق
ان کو حق سبحانہ سے ہے وہ اور کسی کو نہیں۔

خیر! تو اصلی اور حقیقی عقل تو وہی ہے جس

کا اور پر بیان ہوا اور عقل دنیاوی حقیقت میں عقل نہیں بلکہ اس نے تو عقل کو بڑا ہی کیا ہے کیونکہ وہ نام میں تو اس کے ساتھ مشارک ہے۔ مگر صفت میں نہیں اس لئے اس کے نقص کو دیکھ کر مطلق عقل کے نقص کا شبہ ہوتا ہے اور مقصد دنیوی نے جو کہ اس عقل دنیوی کا مقصد ہی ہے آدمی کو ناکام کیا کیونکہ وہ اس میں پھنس کر اپنے اصل مقصد سے دُور ہو گیا۔

اس عقل یعنی عقلی مجاز نے تو جسدِ عشق ہو کر صیادی کا لطف پایا کہ ان کا مطلوب اسے مل گیا اور یہ عقل دنیاوی صیاد مردم ہو کر خود جال میں پھنس گئی اور اس نے تو حق سبحانہ کی اطاعت کر کے نازِ مخدومی عالم حاصل کیا۔ اور یہ مخدوم الناس بن کر عزت و شرف حقیقی کی راہ سے منحرف ہو گئی۔

شاید تم کو تعجب ہو کہ خدمت کا نتیجہ مخدومی اور مخدومی کا اثر ذلت کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظریے سے سمجھاتے ہیں۔

سُونا فرعون نے کمرشی کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا اور بطلی نے حق سبحانہ کی اطاعت کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسے سلطنت مل گئی۔ پس یہ الٹا کھیل اور سخت پیچ ہے۔ تم کو چاہیے کہ مخدوم بننے کی تدابیر کو چھوڑ دو اس لئے کہ اس کا تعلق تدبیر سے نہیں ہے بلکہ قحط سے ہے اور تم عقل و تدبیر کے اعتماد پر کام نہ کرو کیونکہ اس کا میا بی ناممکن ہے۔

دیکھو؛ دولت مند لوگ فقیر کا مکر نہیں چلنے دیتے۔ بشرطیکہ انہیں معلوم ہو جائے۔ پس خدائے علیم و خبیر تمہاری چالوں کو نہ چلنے دیگا۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ بالکل تدبیر چھوڑ دو۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو تدابیر مخالفتِ حق سبحانہ کے لیے کی جاتی ہیں انکو چھوڑ دو۔ اور اطاعتِ حق سبحانہ کے لئے ضرورت تدابیر کرو اس کا

نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم کو ایک ادنیٰ امتی یعنی خود اپنے اندر نبوت یعنی مرتبہ ارشاد ملے گا اور تم باوجود ایک عامی آدمی ہونے کے ولی اللہ ہو جاؤ گے۔

اور یہ تدبیر اس درجہ تک کرو کہ تم کو مرتبہ فنا حاصل ہو جائے اور تم اپنی تدبیر سے چھوٹ جاؤ اور تمہاری شان ہو جائے کہ تمہاری تدبیر خدا کی تدبیر ہو جائے اور بے سمع و بے بصر الخ کے مرتبہ کو پہنچ جاؤ اور یہاں تک تدبیر کرو کہ تم حد وغیرہ اخلاق رفیہ سے پاک ہو جاؤ اور اس حد تک تدبیر کرو کہ تم حق سبحانہ کے عبد مکین بن جاؤ اور تم اپنے کو گھٹاؤ تاکہ تم مخدوم ہو جاؤ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے اطاعت حق سبحانہ کرو کہ مخدوم ہو جاؤ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم پروا نہ کی طرح بدن نتیجہ کے آگ میں گر جاؤ اور حق سبحانہ کی بے غرض اطاعت کرو مگر نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ تم مخدوم ہو جاؤ گے۔ ان دو باتوں میں بہت فرق ہے۔ غور سے سمجھو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ تم زور کو چھوڑ دو اور زاری کو اختیار کرو یعنی تدبیر مخدومی چھوڑو اور انقیاد حق سبحانہ اور تذلل اور تسکین اختیار کرو اور اس صورت سے اس کا رحم طلب کرو۔ مگر یہ بھی سمجھ لو۔ انقیاد اور تذلل و تسکین کی دو صورتیں ہیں ایک خلوص اور صدق دل سے دوسری بناوٹ اور مکر سے اول تو نتیجہ بخش ہے اور ثانی بے نتیجہ اور گمراہ کا فعل ہے۔

دیکھو! اخوان یوسف کا یوسف کے گم ہو جانے پر اڑنا جھوٹ اور فریب، کیونکہ ان کا ان کے دل میں حسد اور رشک بھرا ہوا ہے جو مقفیٰ ہے خوشی کو نہ کہ رونے کو۔ برخلاف یعقوب علیہ السلام کے کہ ان کا رونا دل سے تھا بس یہی حالت تم طاعت کی سمجھو کہ وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لہذا تم گریہ مکر نہ اختیار کرو۔ بلکہ گریہ خلوص اختیار کرو۔

حکایت اہل اعرابی کہ سگ اواز گرسنگی می مرد و انبان
 اس بد ساقہ جن کا کتا ہو سک سے مرہا تھا اور اس کا چیلہ دھیں
 اوپر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگفت
 سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر زور کرتا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور دوتا
 و طباخچہ بر سر درویش و درویش می آمد کہ تقدیر ان ازل انبان
 تھا اور سر اور منہ پر چلے بارتا تھا اور اس کے اس میں تان تھا کر دلی سا گودا
 سگ دہد و سوال کردن شخص از و جواب شنیدن از و
 خیلے میں سے کتے کو لے اور ایک شخص کا اس سے سوال کرتا اور اس سے جواب سنتا

تھ کہ یہ مناسب ہے کہ
 یعنی کتے سے کہتا تھا گفت
 بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

اں گے می مرد و گریاں اں عرب
 کتا مرہا تھا اور عرب دوتا تھا
 ہیں چہ سازم مر مر تدبیر چیست
 انہیں کیا کروں میرے لئے کیا چاہ ہے؟
 سائے بگذشت گفت ایس گریست
 ایک سال گزرا اور یہ کیا دوتا ہے؟
 گفت در لکھم گے بد نیک خو
 اس نے کہا میری لکھ میں ایک شخص دوتا تھا
 اشک می بارید میگفت اگر تھ
 آنسو بہا تھا اور کہتا تھا، اپنے طبیعت
 زیں سپس من چون تو نم ہے تو زیت
 اس کے بعد میں تیرے لیے کتے تھا ہونگا؟
 نوحہ و زاری تو از بہر چیست
 تیرا درد اور کھڑا، کس چیز کے لئے ہے
 بک تہی میسر دیاں راہ او
 وہ ابھی شکر پر مر رہا ہے

لہ روز بین وہی بزر
 نے شکار کے لانا تھا کہ
 کو میری حفاظت کرتا تھا
 پاس حفاظت تھا یعنی
 حضور کی عورت پر گزرا کرتا
 تھا جمہاں ملک بگنے کی
 ہو کہ
 لہ گفت اس شخص نے
 بدو سے کہا کہ کتے کے مرے
 پر صبر کرنا صابر بن کر لیا تھا
 بدو سے کہتا ہے جو آزاد
 آجیاں تھیلا۔ کتہ مرہا تھا۔

روز صیاد دم بد و شب پاسبان
 وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا
 تیر چشم و زردران و صید گیر
 تیر بڑا والا، چمک رہا تھا نیلا شکار کر کے لایا تھا
 صید میکردے و پام داشتے
 دوش کا کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا
 قانع و آزاد شد و خشم راں
 صابر اور آزاد ہو گیا اور خشم کو بھگتا لایا تھا
 گفت رخس چیتے خوردہ آ
 اس نے کہا میں کو کھانسی ہو رہا ہے زخم لگا ہوا
 گفت صبر کے کن پرین رخ و رخس
 اس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر
 شیر زب و او ذہ سگ ایس پہلوں
 اسے لومہاں! وہ کتا تھا ترشہر تھا
 می دہیے در پئے صید او ختیر
 وہ شکار کے مجھے تیرا کھسرو دوتا تھا
 دزدانزدیک من گنڈا شتے
 چور کو بیکہ پس ڈالنے دیتا تھا
 نیک خو و با وفا و مہرباں
 نیک طبیعت اور با وفا اور مہربان تھا
 گفت جوع الکلب زارش کردہ آ
 اس نے کہا جوع الکلب نے شکم بھال کر کہا
 صابر اں رافضل حق بخشد خو
 اشد کی مہربانی میرے کتے کو بخشا اور خوش حال کر لیا

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ آخر

اِس کے بعد اُس نے کہا اے آقا سرورِ اُمّت

گفت نامِ زاد و لوٹ و دُش من

میں نے کہا اِس کی روئی اور توڑ اور وہ کھانڈ ہے

گفت چوں مہی بدنِ سنگانِ نادر

اُس نے کہا اِس کئے کو روئی اور توڑ کیوں نہیں بکا

دستِ نایابِ بے درم درِ راہِ بہا

راست میں روئی کی تیر چیس کے نہیں ہتی ہے

گفت خاکِ بر سرِ اے پُر بادِ مشک

بگنے کا لے ہر لے بری ہوئی مشک تیرے سر پر

اشکِ خونِ است و غمِ آبِ شدہ

سُرخوں ہے جو غم سے پانی بن گیا ہے

کلِ خود را خوار گرداؤ چوں ملیس

اُس نے اپنے آپ کو شیعہ کی طرح ذیل کر دیا

من غلامِ آنکہ نفرو شد وجود

میں اِس کا غلام ہوں جو خود کو نہ فروخت کئے

چوں بگرد آسماں گریاں شود

جب وہ دھڑکے تو آسمان رونے لگے

من غلامِ اُس میں ہمتِ بدست

میں اِس صاحبِ ہمتِ تاجے کا غلام ہوں

دستِ اشکتِ بر آوَر در دُعا

دعا میں ماجسنہ ہاتھ اُٹھ

گر زہائی بایدت زیں چاہے تنگ

اگر تجھے اِس تنگ کنوں سے رہائی دے گا

مگر حق را بین و مگر خود بہل

اللہ آقا نے کی تدبیر پر نظر کرنا اپنی تدبیر پر ہنس

چونکہ مکرِ خدا فتنائے مکرِ رُب

چونکہ تیری تدبیر اللہ کی تدبیر سے زیادہ نیک

چیت اندر پشتِ اِس اُنبانِ چہر

مگر یہ بھرا ہوا تحصیل کیا ہے؟

می کشم از ہر قوتِ اِس بدن

اِس جسم کی خوراک کے لئے آٹھے کئے ہوئے ہر

گفت تا اِس حدِ نادرِ مہر و داد

یہ تو اِس ملک بھری ہمت اور کشش نہیں ہے

لیک بہت آبِ و ویدہ را میگا

دین دونوں آنکھوں کے آنسوِ مفت کے ہیں

کہ تاں پیش تو بہتر ز اشک

کہ روئی کا ٹھکانہ تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

می نیز ز دُخوں بخاکِ اے پیدہ

اے چہرہ! غوی خاک کی قیمت کا نہیں ہو

پارہ اِس کلِ نباشد جزوِ خیس

اِس کل کا جزو نہیں اِس کے علاوہ کیا ہوگا؟

جز بیداں سلطان با انفالِ خود

اِس کو، مہرِ ایزد اور سلطنت کے شاہ کے ہوا

چوں بنالِدِ چرخِ یاربِ اِس شود

جب وہ فرار کرے تو آسمان فرار ہی میں جائے

کہ بغیرِ کیمیا نادرِ شکست

جو جادو کیا کئے اِس کے سامنے، ماجری نہ کھاتا

سوئے اشکتِ پیر و فضلِ خدا

اللہ آقا نے، کافضلِ ماجری کی جانب ذکر کرنا جو

اے برادرِ زورِ بر آوَر بے درنگ

اے بھائی! بلا تاخیر آگ پر چل، پڑ

اے زکمرِ ششِ مگر مکارِ اجل

اِس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر خربند ہے

بر کشائیِ یکِ کینے بواِ معجب

تو ایک عجیب گھات کی راہ، کشادہ کرے گا

سے دستِ ناپہ میں روئی

قیمت سے جی توڑ دے

میں ان ارٹھ کے لئے خرچ

کیا جا سکتا ہے۔ آٹھے بچ

میں خونِ آنسو بہتا ہے

تھک بیٹھ روئی میں ملی

بہادر سے جی ہے غیور

اِس فرشتے اپنے کو زین کیا

بھڑا اُس کے آنسو، اسی

جیسے دس میں

سے آنکھ میں ہر شد کا مل

..... حق غلامِ اِس

مرضی کا کل غلام ہوں جیسا

بہت کیا پرست ہے کہ وہ

ماجری کیا (میں) ذیابری

قانی کے سامنے جی رہا ہے

حسبِ شکستِ مجر و شعلی

کے ساتھ دھاک جاتی ہے تو

فصلی عمارت دکھاتا ہے۔

سے عورتوں میں ماضی

کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں

کہ عبادت کی آتش کی طرف

پہن پڑتے دینا ہے نجات

لے گی جہن۔ شرمندہ چو تنگ

جب انسان اپنی تدبیر کو نکالے

تدبیر میں ناکار دیتا ہے تو

عجیب راہیں مل جاتی ہیں

کہ کینہ اُن راہوں کا ادنیٰ

درجہ ہے کہ انسان کو باری

موجود اور بقا حاصل ہو جاتا

ہے اور اِس طرح کے بعد

اِس کو علمِ لدنی موصول ہو

جاتا ہے۔

سے لڑکر انسان جیسا

مقام کو خوب سمجھتا ہے تو

اُسے حصولِ کینے کی ہر دوش

کرتا ہے اور ضرور نہیں بنتا

ہے۔ دربان۔ انسان کی
خود بینی انسان کیلئے سب سے
زیادہ مہلک ہے ہاں اگر
وہ صفات خداوندی سے
متصف ہو گیا ہے تو پھر
اُس کی خود بینی اپنی خود بینی
نہیں رہتی ہے۔

کہ کیسہ اس میں باشد بقا
کس محنت کا ادنیٰ درجہ بقا ہوتا ہے
از برائے اس کیسے سب سے کم
بیس محنت کئے کو بخش کر
گرتو احوال عروج خویش را
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو
تا ابد اندر عروج و ارتقاء
بیشہ عروج اور رفتی میں
تا بری ہوئے ز علیم من لدن
تا کہ تیرے علم برداری کی خوش خبری میں ہر جا
نیک دانی نیک باشد مرزا
ابھی طرح سمجھ لے تیرے لئے اچھا ہوگا

شرح

اب مولانا گربہ دروغ کی نظیر میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک کتا جان
توڑ رہا تھا۔ اور ایک عرب اس کے پاس بیٹھا ہوا نالہ و فغاں کر رہا تھا اور کہہ
رہا تھا کہ اے میں کیا کروں اور کیا تدبیر کروں کہ تونچ جائے۔ میں تیرے بغیر کیوں کر جیوں گا۔ اتفاقاً
ایک شخص کا ادھر کو گذر ہوا۔ اور کہا کہ یہ رونا کیسا ہے اور یہ تیری گریہ زاری کس کے لئے ہے
اُس نے جواب دیا کہ میرے ملک میں ایک کتا تھا جو بہت ہی نیک خصلت تھا۔ وہ رستم میں
مر رہا ہے۔ میں اس کی غم میں رہتا ہوں۔ کیونکہ وہ دن کو میرے لئے شکار کرتا تھا اور رات کو
پاسبانی کرتا تھا اُسے کتا نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ وہ ایک شیر بہر تھا۔ اُس کی نظر نہایت
تیز تھی۔ چوڑوں کو بھگاتا تھا۔ شکاری تھا اور شکار کے پیچھے یوں جاتا تھا جیسے تیر جاتا ہی وہ شکار
کرتا تھا اور میرا خیال کرتا تھا یعنی خود نہ کھاتا تھا۔ بلکہ میرے لئے محفوظ رکھتا تھا۔
چور کو میرے پاس بھٹکنے نہ دیتا۔ تانے تھا۔ آزاد تھا۔ تیز تھا و شمن کو بھگاتا تھا۔ غرض کہ
وہ نیک خصلت اور با وفا اور مہربان تھا اُس نے کہا کہ اس کو تکلیف کیا ہے کیا کوئی زخم لگ گیا ہے
کہا نہیں۔ بلکہ جھوک نے اُسے مار رکھا ہے اُس نے یہ خیال کر کے کہ کھانا نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ اس تکلیف اور مرض الموت پر صبر کرو۔ حق سبحانہ تمہیں اس کا بدلہ
دیں گے۔ کیونکہ وہ صابروں کو نعم البدل عطا فرماتے ہیں اُس کے بعد اسے کچھ شبہ ہوا اور پوچھا کہ۔
تمہارے ہاتھ میں یہ بھرا ہوا پھیلا کیسا ہے اُس نے کہا کہ اس میں میرا کل کا کھانا ہے اس کو میں
اپنے جسم کے غذا کے لئے لے جاتا ہوں اُس نے کہا کہ اس کھانے میں سے تم لے کیوں نہیں دیتے
اُس نے کہا کہ جناب! مجھے اتنی محبت نہیں ہے رٹی تو راہ میں بدوں ٹٹوں کے ہاتھ نہ لگے گی۔ اور

آنسو مفت ہیں اسلئے بجائے روٹی کے آنسو خرچ کرتا ہوں۔ اس نے کہا: ادا نماشی اور بناوٹی شخص تیرے سر پر خاک کہ تیرے نزدیک روٹی کا ٹکڑا آنسوؤں سے بہتر ہے۔ ارے ملائق: تو آنسو کی حقیقت جانتا ہے کیا ہے؟

سُن لو! آنسو وہ خون ہے جو کہ غم سے پانی بن گیا ہے تجھے واضح ہو کہ خون کی قیمت خاک (نان) نہیں ہو سکتی تو نے اسکو بہت سستا بیج ڈالا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحب گریہ دروغ کی بھی ایسی حالت ہے جیسے اس کتے والے کی۔ اور اس نے اپنے کل کو ذلیل کر لیا۔ کیونکہ اس نے اطاعت حق سبحانہ چھوڑ دی۔ اس لئے اس کے آنسو بھی بے قدر ہو گئے۔

کیونکہ ذلیل محل کا جزو بھی ذلیل بھی ہونا چاہیئے۔ پس میں ایسے ذلیل شخص کی کوئی وقعت نہیں کر سکتا۔ میں تو اس شخص کا غلام ہوں جو اپنا وجود سولے حق جل و علا شائد گئے جو کہ صاحب افضال وجود میں دوسرے کے ہاتھ نہ نیچے اور خدا کے سوا کسی کا غلام نہ ہوا اور جس کے وقعت کی یہ حالت ہو کہ جب وہ رُئے تو آسمان بھی رُنے لگے اور جب وہ رُئے تو آسمان بھی اس کے لئے دست بدعا ہے اور میں اس عالی ہمت تاجہ کا غلام ہوں۔ جو بدوں کے کسی چیز سے شکستہ نہ ہو۔

یعنی اس آدمی کو ماننا ہوں جو حق سبحانہ کے سوا کسی کے سامنے اپنے کو ذلیل نہ کرے۔ — خیر یہ مضمون تو استطردی تھا اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تذلل اختیار کرو۔ اور اپنے دست تصرع کو دعا کے لیے اٹھاؤ کیونکہ متذلل و متمسکین ہی کی طرف فضل خدا متوجہ ہوتا ہے۔

اور اگر تم کو اس چاہ ننگ ناسوت سے نجات پانے کی خواہش ہے تو بے دھڑک آگ میں گھس جاؤ اور مکروہات نفس کو اختیار کرو۔ اور اے ایسے مدبر و جن کی تدبیر کے سامنے بڑے بڑے مدبرین کی تدبیر شرمندہ ہیں: تم حق سبحانہ کی تدبیر کو پیش نظر رکھو۔ اور سمجھو کہ اس کے سامنے تمہاری نہ چلے گی۔ اسلئے اپنی تدبیر کو جو اس

کے مخالف ہو چھوڑ دو۔ اور وہ تدبیر کرو۔ جس کو وہ پسند کرتا ہے پس جبکہ تم اس کے تدبیر میں اپنی تدبیر کو فنا کر دو گے اور اپنی تدابیر کو اس کی تدبیر کا تابع کر دو گے۔ تو وہ... تمہارے لیے ایک عجیب کمین گاہ کھول دیگا۔ جس میں سے تم بہت بڑے بڑے مفاد پر فحتمد ہو سکو گے اور جس کا ادنیٰ درجہ یہ کہ تم کو بقا باللہ حاصل ہوگی۔ اور ہمیشہ تم کو عروج اور ترقی و رفائی ہوتی رہے گی۔ پس تم اس کمین گاہ کے حاصل کرنے کے لئے سعی کرو۔ تاکہ تم کو علم لدنی اور وہی حاصل ہو۔

در بیان آنکه هیچ چشم بد آدمی را چنان مہلک نیست کہ چشم پند
 اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کون نظر بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ
 خوشنشین مگر کہ چشم او مبدل شدہ باشد بنور حق کہ
 خود پسندی کی نظر ان اگر اس کی آنکھ اللہ کے ذریعہ تبدیل ہوگی جو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)
 بِنِي يَسْمَعُ وَبِنِي يُبْصِرُ وَاَزْخُوشِیْنِ اُوْیُخُوشِیْنِ شَرُّهُ بَاشِدْ
 د میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بخود ہو گیا ہو۔

۱۷۔ پرتلاوت انسان
کو اپنے صوبہ پر نظر رکھیں
چاہیے ورنہ اس کی نیکیوں کو
نظر ہو جگ جائے گی کہ کفر
نظر ہو کہ بہت بُری یاد دہری
آخر سے بہتر شک حاکم
ہاں کہ جس سے : ان یحکّم
الذین یفکّر الذین یفکّر
یابصار وھذا اور دے بر
کردہ نہیں اپنی عمر سے
پھسلادہی : جیسے کل : زارت
کیس کیس فی : بارش : درجہ
اس حالت میں پس پہلے سے
آئندہ کو حقیقت مرا۔

۱۷۔ ابیاد۔ احمد کے پہلے
کی وجہ سے خداوندی سے ملنے
جوئی کر تھے۔ آنحضرتؐ نے
کہا کہ یہ نظر ماس قعد
محنت حتی کہ تم کو مرے پہلے
اگر کروں اور میرا تارک ہو
ہو جاتا۔ مثنیٰ مجرب۔ اس
آیت کو پڑھ کر نظر ہلکا جوتے
سمجھو۔ آنحضرتؐ جو کہ معصوم
تھے لہذا ان پر اس کا آخر
خصوصی فی تاثیر دکھانے کیلئے ہوا

پڑھا دست مبین و پائے میں
لہنے ملاوسی برکونہ دیکھ پاؤں کو دیکھ
کہ بلغزد کوہ از چشم ہاں
کیونکہ بر نظروں سے پہاڑیں جاتا ہے
احمد چوں کوہ لغزید از نظر
پہاڑیے احمد نظریے پس گئے
در عجب ماند کایں لغزش نہایت
وہ نسبت میں رہ گئے کہ ہمیں کس چیز سے حق
تابیہا مد آیت و آگاہ کرد
میان تک کہ آیت نازل ہوئی اور عجب وار کر دیا
گر مبدے غیر تو در دم لاشدے
اگر تیرے سے سوا کوئی بڑا فرما ہاک ہو جاتا
معنی چشم بد آخسر بازواں
بالآخر نظریہ ہر کے معنی سمجھ لے

تا کہ سورۃ العین نکشاید کیس
تا کہ نظریہ بد گھمات نہ کھولے
یٰ زلفونک از بنے برخواں عیاں
دور تھے بھلا دیگے قرآن میں مانتہ ہرے
در میان راہ بے گل بے مطر
ایسے راست میں بر بغیر کچھ اور اداسی کے تھا
من نہ پندارم کہ این حالت تہمت
میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس خاص، محال حال ہو
کایں چشم بد رسیدت و زہر زرد
کہ وہ نظریہ بد اور مصومت سے ہوئی
حیدر چشم و سخن و آفتاب شدے
نظر کا شکار اور فتنے کے تابع ہر مانا
ان یکا دار چشم بد نیکی کو بخواں
نظر بد کے سلسلہ میں ان یکا دار بڑھ لے

ایک آمد عصمتے دامن کشاں
لیکن دامن کینہتی ہوئی مخالفت آہنی
عبرت لے گیا اندراں کہ کن نگاہ
عبرت حاصل کرے باس تہیاب زکریا

وہیں کہ لغزیدی بڈاز بہر نشان
جہاں آپ جیسے پہچان کے لئے تھا
برگ خود عرضہ ممکن اے کم زکاہ
اسے تنکے سے کہ! اپنی شان نہ دکھا

ملے جہتے ہاتھوں کے ہاں
واقعہ سے عورت مائل کر دیکھ
ہاتھوں میں سے کہ ہر اس کا یہ اختیار
جہاں گاہیں جہت ہاں کی
تائید کر کہ رسول یا رسول اللہ
نے ہاتھوں سے ہاتھ کیا کہ
اس راوی کے وہ ہاتھ ہزار
گردہ کہیں اپنی جہت سے
متاثر کرنے میں۔ آخر نظریان
کی نگاہوں میں۔ اترے کہ غیر
کی کہہ پڑی شہ جہاتی ہے

تَفَاسِيرُ وَاِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا تَسْمَعُوا لَكَ
اور قریب ہیں کافر کہ جس اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انہوں نے ذکر سنا اور
وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّعَالَمِينَ
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور یہیں ہے وہ مگر جانوں کا ذکر آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دران ادی کمال
لے اللہ کے رسول! اس داری میں ایسے دو گئے
از نظر شاں کلمہ شیر عریں
ان کی نظر سے جہادی کے خیر کی کہہ پڑی
میزند از چشم بد بزرگ گراں
جو گردہوں پر نظر سے برگدا دیتے ہیں
واشگافہ تا کثرت شیرین
بحث باقی ہے یہاں تک کہ وہ شیر زبا ہے

بزرگ چشم افگندہ بچوں حمام
اونٹ پر موت میں نظر زوات ہے
کہ برد از پیہ ایں اشتہر سفر
اکہتا ہے کہ جہاں ایں اونٹ کی چری خرید لا
سہر بریدہ از مرض آل اشترے
مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہے
کز خسد و ز چشم بد بے بیج شک
بے سبب خسد اور نظر سے بے
آب پنہان ست و دلا آب شکار
پانی پوشیدہ ہے اور درہٹ ظاہر ہے
چشم نیک کو شد دوائے چشم بد
نظر نیک کی دوا اپنی نظر سے ہے
سبق رحمت سداویار از رحمت
رحمت کہ سبق مائل جہادی (خدا کی رحمت کا
رحمتش بر نقش غالب شود
رحمت کی رحمت اس کے غلبہ پر غالب آجاتی ہے
دائنگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے
ببند اشتہر اسقط اوراہ در
وہ راستہ میں اونٹ کو مرہہ دیکھتا ہے
کو تنگ با اسپ میکڑے مے
جو درڑ میں گھڑے کا مقابلہ کرتا تھا
سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کرنا دکھاتا ہے
لیک ز گردش بود آب اہل کا
لیکن گردش میں پانی کام کی جہت ہے
چشم بد را لا کثرت زبر لکد
جو نظر بد کو پاؤں کے پیچے سدھم کر دیتی ہے
چشم بد محمول قہر و لعنت است
نظر بد قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے
چیرہ زان شد نہری بر صم خود
اسی نے نہری اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

لہ جہتہ اگر کسی اونٹ کا
گوشہ اُن کو پھٹا جاتا ہے
تو اس پر پانی نکلے ڈال کر
فورا غلام کو اس کا گوشہ
خیر لے کے لئے مدد کر دیتے
ہیں مگر خسد جہاد نظر بد
کے اثر سے آسان کی گردش
آہنی ہو جاتی ہے۔ سبب پنہاں
چشم نیک کی تائید اگرچہ بظاہر
چشم نیک بے منتقلی سے یکس
اصل سبب تقدیر الہی ہے جو
منفی ہے جس طرح دولاپ
بظاہر عریں نظر اہل سبب پنہاں
حرکت حاصل سبب پانی
ہے۔
ملے چشم نیک چشم نیک کی اس
تائید کہ ماری کی نظر نیک کی
ہے سبق رحمت نظر نیک کی
تائید کہ یہی ہے اور نیک نظر
کی تائید رحمت الہی ہے اور
رحمت کبریا غلبہ ہے۔

۱۰۰
 کہ کو تیرے ہی وقت ہے
 اور کہ تو کہہ کر کہہ کر ہے جس
 بد بخت جاہ کی جاہی شہرت
 میں ہے بہت بڑی ہولناکی
 اور تو بہت بخت جاہ میں
 اور بہت میں فخر کا دعویٰ
 ہے اور شک و شبہ آسانی
 گناہ ہے۔ زلت، جھوٹا دم
 کی لغزش شہوت میں د
 باہ کی وجہ سے حق خطا
 کی سمیت امت مادی
 سے بھی
 ۱۰۱
 لے لاجرم حضرت آدم
 کی فعل کا اثر ان پر گیا
 شیطان سمیت میں خطا
 حرم حق کھلے اور شرع
 کی شہوت میں ہوا اور کساری
 سے کام بنا کر جسے
 خبت جاہ کی دلت گئے
 وہ روزگار ہے اس پر کش
 رکش گھر سے میں نکلا
 جاہ کے اس کو شیطان کیا
 ہے کہ ہے جس میں شہوت
 میں ہے اس کو شیطان میں
 کیا گیا
 ۱۰۲
 لے شہوت، نیت میں
 شہوت سرکش اور تو کہ
 کیا جاہ ہے ہی لئے صف
 نیت کی سختی ہے۔ قد
 کھانے والے ایک دسترخوان
 پر وہ جمع ہوا تھے میں
 بادشاہ دنیا میں ہی میں
 ہر گز میں متاثر نہ ہو
 بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے
 کہ وہ دنیا ساری دنیا پر حلا
 کرے
 ۱۰۳
 لے آن شہوت، اذہات
 کہ باہر کیا گیا ہے اس کی
 وہ ہے کہ بادشاہ شہرت
 کے لئے سب رشتے کاٹ
 دیتے ہیں۔

گو تیرے رحمت ست و صد او
 کہ کہ وہ رحمت کا تیرے اور اس کی صد
 حرص بطیکہ اس میں بجاہ است
 بطح کی حرص اکبری اور یہ بچاں گناہ ہے
 حرص بطا از شہوت خلق ست فرج
 بطح کی حرص خلق اور شرع کی شہوت کی وجہ سے
 از الوہیت زند و رجاء لاف
 غدا کی وجہ سے مرید کی فریاد کرتا ہے
 زلت آدم زرا شکم بود و باہ
 حضرت آدم کی لغزش بیت اور باہ کی وجہ سے
 لاجرم او زود استغفار کرد
 لاجرم انہوں نے جلد توبہ کر لی
 حرص خلق و فرج ہم خود بد رفت
 خلق اور شرع کی حرص میں فرق ہے
 تیغ و شاخ اس ریاست اگر
 جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر
 اس پر کش راعب شیطانی خواہ
 وہ نے سرکش گھر سے کو شیطان کہا ہے
 شیطنت گردن کشی بد رفت
 شیطنت نیت میں سرکش ہے
 صد خوردہ گنبد اندر گرد خواں
 ایک خان کے گرد گردن کا کھانا ہے سنا جاتا ہے
 آن خواہیں بود پریشناک
 وہ نہیں چاہتا کہ وہ نہ رہیں پریشان
 آن شہوتی کہ الملک عظیم
 قتلے بہت ہے کہ سعادت باجمہ ہے
 کہ غقیم است و ورا فرزند نیت
 کہ کہ وہ باجمہ ہے اور ان کے اولاد نہیں ہے

از تیرے قہر بوداں زشت و
 ہر صورت قہر کا نتیجہ ہے
 حرص شہوت منصب اڑ حالت
 شہوت کی حرص سانسے اور جاہ کی حرص اذہات
 در ریاست بیت چنداں درج
 دستہ جاہ میں اس کا نہیں تھا داخل ہے
 طامع شہرت کجا باشد معاف
 شہرت کا لالچ کسبیاں صاف ہوتا ہے
 و آن ملیں از تکبر بود و جاہ
 اور شہوت کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے بھی
 و آن لعین از توبہ استکبار کرد
 اور اس ملعون نے توبہ سے انکار کیا
 یک منصب نیت آن است
 لیکن وہ جاہ نہیں ہے نہ توبہ ہے
 باز گویم دسترے باید در
 میں بیان کروں اور ایک دوسرا فرمایا
 نے ستورے را کہ در مرغی بماند
 نہ کہ اس گھر سے کو جو جاہ میں رہا
 مستحق لعنت آمد اس صفت
 یہ صفت لعنت کی سختی ہے
 دوریاست جو بختیگر در جہاں
 دور سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں ملتے ہیں
 تا ملک بکشید پدرازا اشتراک
 شہرت کے لئے دوسرے بادشاہ ہاپ کو قتل کر دیا
 قطع خویشی کرد ملک جو زیم
 سلطنت کے لئے اپنے کو قتل کر دیا
 ہچو آش بکش پیوند نیت
 آگ کی طرح اس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یاد آو بسوزد بر درد
 جس کو یاد ہے جادوئی ہے ہمارے ہی ہے
 بیچ شوکارہ تو از دندان او
 بچیزیں با اس کے دانتوں سے نہات پاتا
 جو کہ گشتی بیچ از بندان قمریں
 جب تو ناچیز بن گیا اس سے زور
 ہست الوہیت مدائے ذوالجلال
 الوہیت اللہ (قلیے) کی چسار ہے
 تاج از آن اوست و آن ماکر
 تاج اس کی گلیت ہے اور ہمارے گلیت بینی جو
 فتنہ تست ایں پر طاعت
 تیرا یہ طاعتیں پر تیرے لئے فتنہ ہے

چوں نیابد یہیج خور را میخورد
 جب کسی کو نہیں پانی ہے خود کو کما بینی
 رحم کم جواز دل بسندان او
 اس کے بہن ایسے دل سے رحم نہیں کر
 ہر صباح از فقر مطلق میردیں
 ہر صبح کو فقر مطلق سے سچے میں کرے
 ہر کہ در پوشد بر او گرد و بال
 جو اوڑھتا ہے وہ اس کے لئے بال بناتی جو
 وائے اوگز مخورد وارد گذر
 اس کے لئے جو تیرا ہی ہے جو اپنی نہ ہے بڑے
 کاشتر آت باید و قد و سیت
 کیونکہ کئے شکر اور قد و سیت دیکار ہے

لے ہست کلا و اساتیت
 اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو
 اس کو اوڑھے گا اس کے لئے
 وہ بال بنے گی تاج تاج
 خدا کی گلیت ہے ہمارے لئے
 خود شکنہ از کی بینی ہے نشہ
 گرد و بال جو پر طاعت ہے
 یہ خدا کی میں شکر کا دعویٰ
 ہے۔

شرح

اد پر تحصیل عروج روحانی کی ترغیب دی تھی مگر چونکہ عروج
 مذکور کی حالت میں عجب کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے اس کی
 اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم کو عروج روحانی حاصل ہو جائے تو تم کو
 چاہیئے کہ حالات عروج کو ٹھیک طور پر جانو۔ یعنی اس کو اس طرح نہ جانو کہ
 اس عجب پیدا ہو بلکہ اس طرح جانو کہ عجب نہ پیدا ہو کیونکہ اگر تم اس کو اس
 طرح جانو گے تو تمہارے لئے شر ہو گا۔

پس جب کہ تم کو یہ دولت حاصل ہو جائے تو تم کو اپنی خوبیوں پر نظر نہ
 کرنی چاہیئے۔ بلکہ تم کو اپنے عیوب پر نظر کرنی چاہیئے تاکہ تمہیں اپنی نظر نہ ہو
 جائے اور اس تمہارے کمالات کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ نظر بد بہت
 بُری بلا ہے اس پہلو کو لغزش ہو جاتی ہے آدمی تو کیا چیت ہے۔

تائید کے لیے ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک با بصرارہم
 پڑھ لو۔ شان نزول اس آیت کا (علی مادی واللہ اعلم بصحت) یہ ہے

کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ وقار میں مانند کوہ تھے ان کو اثرِ نظر بد سے درمیانِ راہ لغزش ہوئی۔ حالانکہ نہ وہاں کیچڑ تھا اور نہ بارش یہ حالت دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا کہ یہ بے وجہ لغزش کیسی! میں نہیں سمجھتا کہ یہ حالت بھید سے خالی ہو۔ بلکہ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے آخر کار وحی آئی اور آپ کو مطلع کیا کہ یہ صدمہ آپ کو نظر بد اور اس کی مزاحمت سے پہنچا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو فوراً فنا ہو جاتا اور چشم بد کا شکار اور منقاد فنا ہو جاتا۔ مگر عصمت و حفظ خداوندی آپہنجی جس نے آپ کو بچالیا اور یہ بات کہ جب عصمت حق سبحانہ تھی تو پھر لغزش ہی کیوں ہوئی سو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو اثرِ نظر بد کا پتہ لگ جائے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات سے تم کو نظر بد کی حقیقت معلوم ہوئی چاہیے اور چشم بد سے محفوظ رہنے کی آیت ان یُکَادُّ الخ کو پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں دفعِ نظر کی خاصیت ہے اور اس کوہ وقار یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو دیکھ کر اس عبرت حاصل کرنی چاہیے اور تم جو کہ برگِ کاہ سے بھی کم وزن ہو تم کو چاہیے کہ اپنے کو صرصرِ چشم بد کے مقابلہ میں لاؤ خیر یہ مضمون تو بطورِ جملہ معترضہ کے تھا۔ اب سنو! کہ حق سبحانہ نے

فرمایا کہ اے ہمارے رسول اس وادی میں کچھ لوگ موجود ہیں۔ جو بلند پرواز گرگسوں پر بھی اپنی نظر بد کا اثر پہنچاتے ہیں ان کی نظر میں شیرانِ بیشہ کا غول درہم برہم ہو جاتا ہے تاآنکہ وہ شیر رو دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ موت کی طرح اونٹ پر نظر ڈالتے ہیں اس کے بعد اپنے کمالِ تاثیر کے اعتماد پر اس کے پیچھے آدمی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں جاؤ اس اونٹ کی چسبہ خرید لاؤ۔ چنانچہ وہ جاتا ہے اور اونٹ کو رستہ میں پڑا پاتا ہے اور وہ اونٹ جو دوڑ میں گھوڑوں کا مقابلہ کرتا تھا ایک لمحہ میں بیمار ہو کر مرجاتا ہے

یا ذبح ہو جاتا ہے کیونکہ نظر بد بُری بلا ہے اس میں یہ اثر ہے کہ اس کے ذریعہ سے
آسمان کی گردش بدل سکتی ہے (وہو مبالغۃ فی عظیم التأثير و ہذا ہو لصیح لاماقال
ولی محمد را د ا علیہ بالنظر الی قولہ بیچ مشک وقال ان ہذہ اللفظۃ ینادی با علی نذار
ان المقصود ہو التحقیق - لا المبالغۃ)

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اچی کیسی چشم بد موثر تو فی الحقیقت ارادہ خداوندی ہے
ا ف چشم بد تو اس کے تابع ہو کر موثر ہے۔ اسلئے یوں کہنا چاہئیے کہ پانی (ارادہ الہی)
مخفی ہے۔ اور پینچکی (چشم بد) ظاہر۔ مگر حرکت میں اصل پانی ہے اور پینچکی
کی حرکت تو اس کے تابع (ہذا ہو المراد فلا نلتفت الی ماقال ولی محمد)

جب یہ مضامین استطراد یہ ختم ہو چکے تو ہم پھر ماضی کی طرف غور کرتے
ہیں۔ کہ تم اپنی نظر کو ٹھیک رکھو تاکہ نظر بد سے محفوظ رہو۔ کیونکہ نظر نیک علاج ہے
نظر بد کا۔ اور یہ نظر اس نظر بد کو فنا کر دیتی ہے کیونکہ چشم نیک اثر ہے رحمت
کا اور چشم بد نتیجہ ہے قہر و لعنت کا۔ اور حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری رحمت
میرے غضب پر غالب ہے اس بنا پر چشم نیک چشم بد پر غالب ہوگی۔ اور یہی
وجہ ہے کہ انبیاء اپنے دشمنوں پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ انبیاء رحمت سے پیدا ہوتے
ہیں اور مخالفین قہر و غضب سے۔ اسلئے انبیاء کو ان پر غالب ہونا چاہیئے۔

یہاں سے مقصد اصلی یعنی مذمت جاہ کی طرف عود فرماتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ حرص جاہ نہایت ہی بد بلا ہے۔ حرص
بط (یعنی حرص کا موزون، جماع) تو ایک ہی درجہ میں خطرناک ہے اور یہ یعنی
حرص جاہ اس کے پیاس گونہ بڑھی ہوئی ہے اور ان دونوں حرصوں میں وہی تمیز ہے
جو سانپ اور اژدھ میں۔ پسے حرص شہوت تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور حرص
منصب و جاہ بمنزلہ اژدھ کے۔ کیونکہ طالب جاہ۔ جاہ کی حالت میں گویا کہ وہ

مدعی الوہیت ہوتا ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ بڑائی حق سبحانہ کی صفت ہے اور وہ اسے اپنے ہی ساتھ مختص رکھنا چاہتے ہیں اور کسی کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے۔ پس جبکہ کوئی شخص طالب جاہ ہوتا ہے تو وہ اس صفت میں حق سبحانہ کا شریک بننا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ طالب شرکت قابل درگزر نہیں ہو سکتا۔ (الا ان یعفو اللہ عنہ بمنہ و فضلہ) برخلاف حریص شہوت کے۔ کہ وہ عاصی ہے مگر طالب شرکت نہیں اسلئے طالب جاہ کی نسبت سے اس کا جرم بہت کم ہے اور وہ قابل معافی ہے۔ ایک فرق تو یہ تھا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ حُب جاہ میں توبہ کا احتمال بلیغ ہے بہ نسبت حرص شہوات کے۔

چنانچہ دیکھ لو۔ آدم علیہ السلام کی جو لغزش ہوئی تھی اس کا منشا حرص شکم اور حرص شہوت تھی (حرص شکم کا منشا ہونا تو ظاہر ہے۔ یہی حرص شہوت سوا اس کے منشا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دانہ گندم آپنے حضرت حوا کی ترغیب کھایا تھا اور جس چیز نے حضرت حوا کی بات مان لینے پر مجبور کیا تھا وہ ان کی محبت تھی اور محبت کا منشا شہوت تھی۔ پس شہوت کا سبب ہونا ظاہر ہو گیا) اور ابلیس نے جو گناہ کیا تھا اور اس کا منشا تکبر اور حُب جاہ تھی اسلئے حضرت آدم علیہ السلام نے تو فوراً ہی توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ کرنے سے بھی تکبر کیا۔

د اور راز اس کا یہ ہے کہ شہوت بطن و فرج سے آدمی سیر ہو جاتا ہے کما ہوا ظاہر برخلاف حُب جاہ کے کہ اسکی سیری نہیں ہوتی۔ بلکہ جس قدر بھی جاہ ہو آدمی اسکی زیادہ چاہتا ہے پس جبکہ شہوت بطن و فرج سے سیری حاصل ہو جاتی ہے تو آدمی کے عقل پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اور عقل شلعت ہونے کا ادراک کر کے آدمی کے اندر انفعالی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

برخلاف حُب جاہ کے کہ اسکی سیری نہیں ہوتی کہ عقل کے اوپر سے حجاب دور

ہو اور وہ اس فعل کی شناخت کا احساس کرے اور اس کی ندامت پیدا ہو)
 اس کی معلوم ہوا کہ حرص بطن و فرج بھی بد ذاتی ہے مگر وہ جاہ نہیں ہے
 بلکہ اس کی سبب تذلّل ہے کیونکہ وہ شفیع ندامت ہے نہ کہ جاہ۔

اس لئے جس قدر حرص جاہ مذموم ہوگی اس قدر حرص بطن و فرج مذموم نہ ہوگی۔
 الف حرص جاہ نہایت ہی خطرناک چیز ہے اگر میں اس کا منشا اور اس کی
 شاخیں بیان کروں تو اس کے لیے ایک دوسرے دفتر کی ضرورت ہے
 اس لئے مختصر طور پر اس کا بیان کیا گیا ہے — اچھا! مکتویٰ سی تفصیل اس کی
 اور سن لو۔ دیکھو اسپ سرکش کو عرب شیطان کہتے ہیں۔ مگر اس گھوڑے کو
 جو حرص بطن کے سبب چراگاہ میں رہ جائے شیطان نہیں کہتے کیونکہ لغت میں
 شیطن کے معنی گردن کے ہیں۔

پس یہ صفت سرکش گھوڑے میں تو پائی جاتی ہے اور چراگاہ میں وہ جانے
 والے گھوڑے میں نہیں پائی جاتی اس لئے وہ لقب شیطان کا مستحق ہے۔ نہ کہ یہ۔
 غرض کہ یہ صفت تکبر و تجبر مستحق لعنت ہے کیونکہ یہ صفت نہایت ہی مذموم
 ہے۔ دیکھو! سوکھانے والے (حرص بطن) ایک دسترخوان پر بے تکلف کھانا کھا
 لیتے ہیں مگر دو طالب ریاست جہاں میں نہیں سہلتے اور ایک دوسرے کا
 زندہ رہنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ بیٹا اگر ایک ملک کا بادشاہ ہو اور اس کا باپ دوسرے
 ملک کا۔ تو تخت و سونے والا مشترک کے سبب بیٹا باپ کو مار ڈالتا ہے۔

تم نے سنا ہو گا کہ الملک عقیق یعنی ملک بانجھ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلطنت
 تعلق قرابت کو قطع کر دیتی ہے حتیٰ کہ اولاد سے بھی تعلق منقطع کر دیتی ہے اس لئے
 وہ بانجھ ہے اور اس کی اولاد نہیں اور وہ آگ کی طرح ہے جس کو اس علاقہ
 نہیں۔ بلکہ جو کوئی اس کی سامنے آتا ہے سب کو تہس نہس کر دیتی ہے اور جب

کسی کو نہیں باقی تو بیچ و تاب سے خود اپنے کو کھا جاتی ہے۔

پس اگر تم کو جاہ کے غائلہ سے بچنا منظور ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ اسے
تم نہ کرو۔۔۔۔۔ اور خودی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خودی کو قائم رکھ کر اسکی توقع
رکھنا کہ جاہ تم پر رحم کرے گا اور تم کو ضرر نہ پہنچائے گا بالفضل ہے پس تم کو اس
دل سخت سے رحم نہ ڈھونڈنا چاہیے لیکن جب کہ تم خودی کو چھوڑ دو گے اسوقت
تم کو اسکی سختی اور بے رحمی دل سے کوئی خطرہ نہیں۔۔۔ پس تم کو ہر روز
فقر کامل کا سبق لینا چاہیے اور رفتہ رفتہ فقر کامل حاصل کرنا چاہیے۔

دیکھو خدائی صفت ہے حق سبحانہ کی۔ پس جو کوئی اس کو اپنی صفت
بنائے گا تو وہ صفت اسکی لیے وبال جان ہو جائے گی۔ شہنشاہی حق سبحانہ
کا حق ہے اور ہمارا کام خدمت و اطاعت ہے۔ پس جو شخص اپنی حد سے بڑھ
جائے اور شاہی کا طالب ہو اسکی حالت افسوس کے قابل ہے کیونکہ اسکی اسکو سوائے
ضرر کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔

یاد رکھو کہ یہ تمہاری شان و شوکت تمہارے لئے بڑے خطرہ کی چیز ہے
کیونکہ اس کی بنا پر تم صفت خداوندی میں شرکت چاہتے ہو اور تم کو مخدوم مطاع
بننے کی خواہش ہوتی ہے اور تم معائب سے پاک بننے کے خواہاں ہوتے ہو اور چاہتے ہو
کہ بس لوگ ہمارے تنزیہ و تقدیس کیا کریں۔ لہذا اس کو چھوڑنا چاہیے اور تذلل و
تمسک اختیار کرنا چاہیے۔



۱۵۰۰ سن گنہا۔ دروغ۔ افسوس۔

دشت۔ جھل گشت۔ سیر و
سیاحت۔ بستی۔ بیش قیمت۔
محل۔ لباس کا جڑوا۔ دھن۔
کپڑا۔

۱۵۰۰ سن گنہا۔ دروغ۔ افسوس۔
کپڑا۔ سیر و سیاحت۔ بیش قیمت۔
محل۔ لباس کا جڑوا۔ دھن۔
کپڑا۔

۱۵۰۰ سن گنہا۔ دروغ۔ افسوس۔
کپڑا۔ سیر و سیاحت۔ بیش قیمت۔
محل۔ لباس کا جڑوا۔ دھن۔
کپڑا۔

۱۵۰۰ سن گنہا۔ دروغ۔ افسوس۔
کپڑا۔ سیر و سیاحت۔ بیش قیمت۔
محل۔ لباس کا جڑوا۔ دھن۔
کپڑا۔

قصہ اک حکیم کے طاؤس را دید کہ پر زربائے خود را بر می کند
اُس دانا کا قصہ جس نے سور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پردوں کو بچکے سے
بہینقا رومی انداخت و تن خود را کل وزشت میکرد و از تعجب
اکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنہا اور بدنام بنا رہا ہے اُس نے
طاؤس را پر سید کہ در لغت نمی آید گفت می آید اما پیش ما
تقبے سے مراد دریافت کیا کہ جسے افسوس نہیں ہوتا ہے اُس نے کہا ہر رہا ہے
جان از پر عزت تراست و ایں پرند تو جان من ست ایں
لیکن مجھے جان پردوں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پرند میری جان کے دشمن میں اسوجہ
جہت بر می کنم
سے میں اکھاڑ رہوں

پر خود می کند طاؤس بدشت
ایک سور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا
گفت طاؤس اچنیس پر سنی
اُس نے کہا اوسور! ایسے بڑا سب پر
خود را چوں میدہتا ایں حل
خود تیرا دل کیسے (اجانت) دیتا ہے؟ کہ یہ کیا
ہتر پرت را از عزیزی و پسند
مگر افسوس اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو
بہر تحر یک ہوائے سودمند
مغیہ ہوا کو چلانے کے لئے
یک حکیمے رفتہ بود آنجا بگشت
نہلت ہوا ایک غنچہ وہاں پہنچ گیا
بید ریخ از بیخ چوں بر می کشی
تو بلا تاق، جڑ سے کیوں اکھاڑ رہا ہے؟
بر کنی و اندازش اندر و کل
تو اکھاڑتا ہے اور اُس کو کچھ میں پھینک دیتا ہے
حافظاں در طی مصحفی نہیںند
حفاظ قرآن کے سورتوں میں رکھتے ہیں
از پر تو باد بیزن می کنند
تیرے پردوں کا پست کما بدلتے ہیں

لیچہ ناشکری و چہ بیباکی ست
یہ کیا ناشکری اور وہ دانی ہے
یا ہی دانی و نازے می کشی
یا تو ہانتا ہے اور ناز دہا رہا ہے
لے بسا نازا کہ گرد و اں گناہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ میں جاتے ہیں
ناز گردن خوشتر آید از شکر
ناز دہنا سے زیادہ سلاگت ہے

ہے زخم پیدا کر دیتا ہے
تو جو مرد بنے گا اس کو وہ
زندگی صاف کر دے گا۔
چونکہ زخم سے مراد ہے جو مرد
زندہ سے مراد بھی پیدا کرتا
ہے لہذا اگر تو نفس کو نہ
مارے گا تو وہ مردہ ہو جائیگا۔
مردہ شو۔ قرقانی بن جابر
وہ تجھے حیات ابدی عطا
کر دے گا۔ دسے شری۔ تو اپنے

اگر تیرا حال غاری کرے گا تو تیرا
قربان کا پیرا بن کر رہے گا۔
نفس دیکھے گا رات بے گام

لے کر کنی۔ بظاہر یہ حکیم
متوڑے جو اس نے ظاہر
سے کہا۔ عزائم تا پختل
خسب چہرے کو جلا دیت
بڑی عقل ہے۔ لاج بجز
در بیان۔ انکار کی وجہ سے
نفس ملتے کی صفائی میں
مس پڑتا ہے جیسا کہ تیرے
اگر کہ گھوڑے پر وہ مسکرتا
ہو کر وہ لاچار و بے نشان
باقی ہے۔

لیکن آبادست آں براہ نیاز

عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے

اے بے نیاز آوری زویر تہال

بہت سی ناز آوریں نے ہر دہان نکالے

خوبی ناز اردے بفر ازوت

نازی کوئی، اگر فرما تجھے اونچا کر دیتی ہے

وین نیاز ابرجہ کلاغ میسند

یہ نیاز اگر تجھے ڈب کرتا ہے

چون زمرہ زنده میریں میسند

جو کہ وہ رات قتلے مرے سے زندہ پیدا کرتا ہے

چون زمرہ مردہ میریں میسند

جو کہ وہ مردہ سے مردہ پیدا کرتا ہے

مردہ شوتا فتحیجہ الحی الصمد

مردہ میں تاکا لاش زہی کو پیدا کرنا اپنے نیاز

دے شوی مینی تو اخرج بہار

تو خواں ہی ما، تو بہار کا پیدا کرتا دیکھے گا

بزرگن آں پر کہ نہ پذیرد ر قو

ہر دہان کو نہ لگاؤ گیونکین پر وفود ہو سیکے گا

آپنھاں دی کہ چون مس ضعی

وہ چہرہ جہاشت کے سورج کی طرح ہے

زخم ناخن برنیاں رخ کا فیت

ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کا فیت ہے

یامنی بینی تو روی خویش را

یا تو اپنا چہرہ جس میں دیکھتا ہے

ترک نازش گیر با آں رہ ساز

ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے اس پر جا

آخر الامر آں برل کس شد تہال

بالاخر وہ اس شخص پر وہاں بنیں

بیم و ترس مضمشر بگد ازوت

اس کا بچھا ہوا خوف اور دہرے تجھے گھلاتا ہے

صدر راجوں بدر انور میسند

سینہ کر دے شیش ہاندا کی طرح بناتا ہے

ہر کہ مردہ گشت او دار در زند

جو مردہ بن گیا وہ ذاتیت یافتہ ہے

نفس زنده سونے مرگے می تند

زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

زندہ زیں مردہ بیروں اور

زندہ کو، اس مردے سے پیدا کر دے

لیل گردی بینی ایلا ج نہار

رات بن جا، قرون کا داخل کرنا دیکھے گا

رودی مخراش از عزالے خوب کو

ایسے حسین اقامت میں چہرے کو نہ چھیل

آپنھاں رخ را خراشدن خطا

ایسے چہرے کو چھیلنا غلط ہے

کہ رخ مرد در فراق او گریت

جس کے فراق میں چائنا چہرہ نہ دیکھ

ترک کن خوئے لجاج اندیش را

جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

شرح

فتنہ تست اس پر طاؤسیت کی تائید میں مولانا ایک قصہ بیان

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھڑ رہا تھا۔

اتفاق ایک حکیم بھی گھومتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ اور کہا کہ ایسے مور! یہ عمدہ پر تو یوں بیدار

کیوں کھینچتا ہے تیرا جی کیسے گوارا کرتا ہے۔ کہ اس قدر عمدہ لباس کو اتار کر کچھ پٹر میں ڈال دے۔ تجھے ان پروں کی قدر معلوم نہیں۔

اچھا مجھ سے سُن۔ یہ وہ باوقفت پر ہیں کہ ان کی گرامی قدر اور پسندیدہ ہونے کے سبب حفاظ ان کو قرآن میں رکھتے ہیں اور ہوا کو حرکت دینے کے لئے لوگ ان کا پنکھا بناتے ہیں۔ پس یہ کیا ناشکری ناسپاسی ہے کہ ایسی نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ ارے تو جوان کو یوں پامال کرتا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ ان کا نقاش کون ہے۔

اور یہ کس بنائے ہیں اگر تو نہیں جانتا تو مجھ سے سُن! یہ حق سبحانہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ پس جبکہ تو ان کی یوں بے وقعتی کرے گا تو وہ ضرور تجھ پر عتاب کریں گے یا تو جانتا ہے مگر ناز کرتا ہے اگر ایسا ہے تو یاد رکھ! کہ بہت سے ناز جُرم قرار پاتے ہیں اور غلام کو شہنشاہ کی نظر سے گرائیتے ہیں۔ ناز کرنا گو شکر سے زیادہ لذیذ ہے مگر اس میں خطرات بھی بہت ہیں اسلئے اس شکر کو کھانا نہیں چاہیئے۔ اور ناز کو اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ عجز و نیاز اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ پس تو ناز کو چھوڑ اور راہ نیاز اختیار کر۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ صاحبو! بہت ناز کرنے والوں نے بلند پرواز کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ بلند پرواز ان کے لیے وبال ہو گئی پس تم کو ناز نہ کرنا چاہیئے۔ اور عجز و نیاز اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ناز میں خوبی ہے جو کہ تم کو کچھ دیر کے لئے سرفراز کرتی ہے تو اس میں خوف مخفی بھی ہے جو تم کو گھٹلا دے گا۔ یعنی حق سبحانہ بعض اوقات لوگوں کے ناز اٹھا کر ان کو سرفراز فرماتے ہیں۔ مگر یہ ناز برداری دائم نہیں ہے بلکہ کسی کو اس پر عتاب بھی ہو جاتا ہے۔ جو ناز کرنے والوں کو گھٹلا دیتا ہے۔ اور نیاز اگر چہ خوف اور شکر ناغوشی حق سبحانہ کے سبب لاغر کرتا ہے مگر فائدہ اس میں یہ ہے کہ وہ سینہ کو

جو دہویں رات کے چاند کی مانند منور کر دیتا ہے۔

دیکھو جبکہ حق سبحانہ کی شان یہ ہے کہ وہ مردہ میں سے زندہ نکالتا ہے تو جو شخص مردہ ہو جائے اور عجز دنیا ز اختیار کرے وہ ہی ٹھیک راہ پر ہے کیونکہ حق سبحانہ اس کو اس مردگی کے سبب حیات روحانی عطا فرمائیں گے اور جبکہ وہ زندہ میں سے مردہ نکالتا ہے تو اس کا اثر یہ ہے کہ نفس زندہ موت معنوی پاتا ہے۔

الحاصل! موت کا نتیجہ حیات ہے اور حیات کا نتیجہ موت۔ پس تم مردہ ہو جاؤ یعنی اپنی خواہشات کو بالکل چھوڑ دو جن میں سے ناز بھی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مردہ میں سے زندہ نکلنے والا آتی ہوا۔ اس مردہ میں سے زندہ نکلے گا یعنی اس مردگی کے سبب تم کو حیات معنوی عطا فرمائے گا۔ اور تم خزاں ہو جاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس کو بہار پیدا کرتے ہیں اور اگر تم رات اور معرے الگ الگ ہو جاؤ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس میں دن اور کمال کو داخل کرتے ہیں۔ ————— القصد تم نقص اور کمی اختیار کرو۔ اس کے تم کو کمال حاصل ہوگا۔

خیر! یہ مضمون تو استطردی تھا اب سنو کہ اس حکیم نے مور سے کہا کہ تم اپنے پرؤں کو نہ اکھیرو اس لئے کہ پھر اس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ اور ماتم میں اپنا منہ نہ نوچو۔ کیونکہ وہ منہ جو آفتاب چاشت سے زیادہ روشن ہے ایسے منہ کو۔۔۔ نوچنا سخت غلطی ہے اور ایسے چہرہ کو نوچنا نہایت ناشکری ہے جس کے فراق میں چاند بھی روتا ہے یا تم کو اپنا چہرہ نظر ہی نہیں آتا جو ایسا کرتے ہو ایسا تو نہیں ہے بلکہ تمہارا اسے نوچنا بنا بر تعنت ہے اس لئے تم خصلت تعینت کو چھوڑو اور منہ نوچنے کو ترک کرو۔

سید

وَرَبِّانِ اَنَّهُ صَفَا وَ سَادَ كِي تَقْضِ مُطْمَئِنَّةً اَز فِكْر تَهَا مَشْوَشِ
 اس کا بیان کہ ہمارے نفسِ مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پر یقین ہونا چاہیے
 میشود چنانچہ بر رویِ اَبینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کنی
 جیساکہ قرآن میں ہر کوئی چیز کلمے اگرچہ تو دھوٹا لے، داغ اور
 داغے و نقصانے بماند
 نقصان ہائی رہ جاتا ہے

عَلَى رُؤْيِ نَفْسٍ مُطْمَئِنَّةٍ
 لا چہرہ دکھانے کے لئے
 رُؤْيِ ہونا چاہیے صفائی
 اَنکھوں پر ہونے چاہیے
 روح تک کلمے ہرے کر
 دینا بنا دیتے ہیں تاکہ شاید
 جب انسان اَنکھوں کی کسی
 گڑھ کو کھولے وہ روح کے
 نفس پر ہونا پاک ہو جاتے ہیں
 جس سے اُن کی ہولناکی
 کی انتہائی ہے عقود۔ ہیں
 دنیادی اَنکھوں کی عقود کٹائی
 ایسی ہے جیسے کسی عالی تعلیم
 کے نمونہ کی سنت گڑھ کو کوئی
 شخص کھولے جولاہاں پر
 عِلّہ در کٹاؤ۔ چند گروہوں
 کے کھولنے میں تو بڑھا
 موجدی ارض کرے کہ چند گروہوں
 قریں اور کھول میں سبکیں
 حاصل کیا ہوا۔ عقود کا۔
 تیرے صفائی یا سبب ہونے کی
 گڑھ جو تیرے کلمے میں سبکی
 ہوتی ہے اگر تو اس کو کھول
 لے تو سب سے بہتر ہے
 اَلْهَقْلُ اَلْأَوَّلَى ہے تو
 اس اشکال کو کھول کر۔ عقود
 اُچھا۔ غلام غرض اور جوہر
 کی ترقی کرنے میں کلمے ہوتے
 ہیں اور خود اُن ہی حقیقت
 وادیت سے بے خبر ہوتے
 ہیں۔ جوتہ دانی حق تعالیٰ
 لُفْطُ عَقْدِ وَتَبَّ جَسْ
 لے نہتے آپ کو مان لیا
 اُس نے خدا کو مان لیا
 نفس کی حقیقت کا چھٹا
 کی معرفت تکسہ ہوتا ہے

زخمِ ناخنہائے فکرت می کشد
 فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے
 میخراشد و رُومِ نغمِ جاں
 نور کو کئی (صوت) میں وہ جان کا گمراہ ہو جاتا ہے
 درِ حدیث کردہ سبب میں بالِ ہا
 اُس نے شعر ہے بالوں کو ناپاکی کر لیا ہے
 عَقْدِ سخت ست بر کیستہ تھی
 (یہ جیسی) خیالِ فیصلہ پر سخت گڑھ ہے
 عَقْدِ چندے در کشادہ گیر
 رُخ کرنے کرنے اور چند گروہوں کو کھول
 کہ ندانی کہ خسی یا نیک نخت
 کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدعت یا نیک نعت

رُؤْيِ نَفْسٍ مُطْمَئِنَّةٍ دَر جسدِ
 جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ
 فکرتِ بد ناخن پر زہرواں
 بڑے خیال کو زہر لانا نفسِ جسم
 تاکہ شاید عَقْدِ اشکال را
 جب تک کہ کسی اشکال کی گڑھ کو کھولتا ہے
 عَقْدِ را کشادہ گیر لے منتہی
 لے انتہا کو پہنچ دے ارض کرے کہ کھول گئی
 در کشادہ عَقْدِ گشتی تو پیر
 تو گروہوں کو کھولنے میں بڑھا ہو گیا
 عَقْدِ کاں بر گلوئے ماسحت
 وہ پسند آج ہمارے کلمے میں ہے اسنت ہے

آں بُود بہتر ز فکر ہر غنید
 ہر ستر کش کے فکر سے بہتر ہے
 خرج کن ایں دم اگر حجابِ دی
 اگر تھوس دم ہے تو اس دم کو خیر کر
 حدِ خود را واں کہ بنود زیں گزیر
 اپنی حقیقت جان لے کر اسے سجادہ نہیں جو
 تا بہر بیحد در رسی لے خاک پیر
 لے خاک پیر لے تاکہ تو اُن کی تک خیر یا کمال حقیقت

گَر بَدَانِی کہ شقیی یا سعید
 اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک یا بد
 حل ایں اشکال کن گراؤمی
 اگر تو یہ ہے اس اشکال کو کھول کر لے
 حدِ ایمان و عرض دانستہ گیر
 فرض کرے ایمان اور عرض کی ترقی معلوم ہو گئی
 چوں بدانی حدِ خود زیں حدِ گزیر
 جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اس تو نیک کر

مذہب کی طرف سے
وہ لوگوں کی تہذیبوں میں
جاتی ہے اور کوئی سادہ
بات نہیں آتا۔ ہر ذیل میں
وہیں لاکھوں تہذیبوں کا
ہو وہ بیکار ہے تو اپنے
انعام پر غور کرے۔ جو تو
نے مشاہدہ نہیں کیا ہے
مضائق کے ذریعہ عاقل
کو سمجھا ہے۔ حقیقی انفرادی
مشق عالم مضبوط ہے اور
ہر مضبوط لاکھوں مانع ہے
جو تہذیب فلسفہ میں اور
کو سمجھنے کے لئے وسائل ہیں
امداد کرتا رہتا ہے اور اگر
مضائق میں کے برعکس مشاہدہ
کرتا ہے وہ وہاں سے بہت
مراقب میں مشاہدہ کرتا ہے۔
مذہب اور ذہن فلسفہ اور
مذہب کو سمجھتا ہے یہی وہی
کے ذریعہ آگ نکلتے ہیں
غالب مافوق کے لئے قرب
اور مشق کی آگ وہی ہے
نزدیک تر ہے جس مشاہدہ

عمر درمجموع و درموضوع رفت
مکمل اور موضوع کی تہذیب میں عمر گذر گئی
ہر ذیل کے نتیجہ و بے اثر
درمجموع بے تجربہ اور بے اثر ہو
جز بمضبوط ندیدی صالحی
ر نے مضبوط کے عادی مانع کو نہ دیکھا
می فزاید و وسائل فلسفی
نسبتی واسطوں میں امداد کرتا رہتا ہے
ایں گریز از دلیل و از حجب
سبیل اور پردے سے گریز کرتا ہے
گر ذہن اور دلیل آتش
اگر اس کے لئے ذہن آگ کی دلیل ہے
خاصا میں آتش کا از قرب و دلا
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دقت کی وجہ سے
پس یہ کاری بود رفتن ز خواں
مذہب و خواں سے چل دینا و بکاری ہے

بے بصیرت عمر درموضوع رفت
نسبتی نشان بافتد میں بصیرت کے عمر گذر گئی
باطل آمد و نتیجہ خود نکر
باطل ہے اور خود نتیجہ پر غور کرے
برقیاس اقترازی صالحی
قوت اقترازی قیاس پر ماسا بر ہو گیا
از دلائل باز بر عکس صفی
دلائل سے پھر بر گزیدہ شخص انکے برعکس ہے
از پئے مدلول سر بردہ بحیب
مدلول کے لئے اگر بیان میں نمونہ دے ہوئے
بے دغاں مارا دلائل آتش خوش
اس میں ملامت بغیر مصر کے جائز ہے آگ نکلتی
از دغاں نزدیک تر آمد میا
ہم سے دھوپ سے زیادہ قریب آگئی ہے
بہر تحقیقات جاں نومی دغاں
دھوپ کی باب، جاں کے خیالات کی خاطر

سے آگ نہ دلائل سے اس ذات تک پہنچنا سیما کاری اور عقل ہے۔

شرح

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ تمہارے نفس مطمئنہ کا چہرہ ناخباتہ ازکار لایعنی
سے زخمی ہو رہا ہے۔ اور تمہارے افکار بیہودہ نہریلے ناخن ہیں جو غور و غوض کی حالت
میں تمہارے روح کے صاف چہرہ کو زخمی کرتے ہیں۔ پس تم افکار بیہودہ سے بچو۔
اور اس نفس مطمئنہ اور روح کی سادگی و صفائی کو بر باد نہ کرو۔
[واضح ہو کہ نفس کی حالات مختلفہ کے لحاظ سے مختلف نام ہیں پس جبکہ وہ طالب لذات
عہ اس مقام پر نفس کو مطمئنہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مولود علی الفطر ہے اور ان تشویشات
سے پاک ہے جو تربیت و صحبت سے اسے لاحق ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

تو اس کا نام آثارہ ہوتا ہے اور جبکہ وہ اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ افعال ذمیرہ سے اُسے
ندامت ہو اور وہ اپنے کو طاعت کرے تو اسے "تو امہ" کہتے ہیں اور جبکہ اسکی یہ
حالت ہو کہ ذکر اللہ سے اُسے راحت حاصل ہو تو اُسے "مطمئنہ" کہتے ہیں اور جبکہ
وہ اس سے بھی اوپر ترقی کر جائے اور امر بخیرات ہو تو اسے "ملہمہ" کہتے ہیں۔ لہذا قال
بحمد العلوم وعندی ان الملہمہ ہی المطمئنہ۔ واللہ اعلم۔

اور تمہاری روح یا نفس مطمئنہ نے عقداۃ و اشکال کو کھولنے کے لئے اور
مشکلات کو حل کرنے کے لیے اپنے بیش بہا باندھوت دراکہ کو گنگی (بخاستہ اکار لایعنی)
میں تعمیر رکھا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اچھا فرض کرو کہ تم نے گرہ کھول لی اور مشکل کو
حل کر لیا۔ مگر نتیجہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ گرہ خالی پھیلی میں لگی تھی۔ جس کو کھولنے کے بعد
تم کو کچھ بھی نہ ملے گا اور محنت اکارت ہو جائے گی۔ پس تم ان عقدوں کے حل
کرنے میں کیوں مصروف ہو۔ انہیں چھوڑ دو۔ کیونکہ انہی گرہوں کے کھولنے میں تم
بڑھے ہو گئے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہ لگا۔

اب فرض کرو کہ تم نے کچھ گرہیں اور کھول لیں مگر نتیجہ کیا ہے اتنی گرہیں کھولنے
پر تمہیں کیا مل گیا جو اور گرہوں کے کھولنے پر آمادہ ہو پس تم افکار دنیویہ کو چھوڑ دو
اور جو گرہ تمہارے گلے میں لگی ہے یعنی یہ کہ تم شقی ہو یا سعید اور دوزخی ہو یا جنتی
اگر تم اسے حل کرو اور جانو کہ تم شقی ہو یا سعید! یعنی اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ تو یہ
ہر عیند کے فکر سے بہتر ہو۔ پس اگر انسان ہو تو اس اشکال کو حل کرو
اور اگر تم متکلم ہو تو اس کلام کو جو متعلق بہ سعادت و شقاوت ہے صرف کرو یعنی
سعادت و شقاوت کی تحقیق کرو۔ واللہ اعلم۔

اچھا مان لو! کہ تم نے جو اہر و اعراض کی تعریف جان لی مگر اس کا نتیجہ کیا ہے
ہم کو اپنی تعریف جانی چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ میں کیا ہوں اور میری خلقت سے کیا غرض

ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے اور ایمان داعراض کے جاننے کی ضرورت نہیں اور جب تمہیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے اور تم جان لو کہ تم حق سبحانہ کے ذیل بندے ہو۔ اور تمہاری تحقیق سے مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے تو تم اس حد یعنی اشیاء محدودہ ناسوتہ سے بھاگو۔ اور انہیں چھوڑ دو۔ تاکہ تم حق سبحانہ تک پہنچ جاؤ جو نامحدود ہیں تمہاری عمر موضوع و معمول ہے جھگڑوں میں صرف ہو گئی۔ اور تم کو بصیرت و مشاہدہ حق حاصل نہ ہو سکا۔ بلکہ تمہاری عسمر صرف سنی سنائی باتوں میں ضائع ہو گئی۔

دیکھو! جس دلیل کا کوئی نتیجہ نہ ہو وہ باطل ہوتی ہے پس جبکہ ان دلائل کا جن میں تم مصروف ہو کوئی نتیجہ نہیں تو اسے چھوڑ دو اور اپنے نتیجہ میں غور کرو کہ آخر تمہارا انجام کیا ہو گا۔

تم نے اب تک صرف مصنوعات کو دیکھا ہے اور صانع کو نہیں دیکھا مگر اب تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے اور صانع کو دیکھنا چاہیے۔ نیز تم اب تک دلائل الہیہ پر قناعت کئے رہے ہو۔ مگر اب اسے چھوڑ دو اور مشاہدہ حاصل کرو۔ تم فلسفی نہ بنو۔ بلکہ برگزیدہ حق بنو کیونکہ اول الذکر حق کو دلائل سے جانتا ہے اور دلیل واسطہ ہوتی ہے طالب مطلوب کے درمیان اسلئے وہ جس قدر دلائل زیادہ کرتا ہے اتنے ہی وسائل بڑھاتا ہے اور اتنے ہی دلائل اسکے بعد عن الحق پر قائم ہوتے ہیں مگر مؤخر الذکر ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مشاہدہ اصطلاحی حاصل کرتا ہے اور وہ دلیل سے جو کہ حجاب اور پردہ ہے۔ بھاگتا ہے اور مراقبہ میں مشغول ہو کر جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر فلسفی اثر سے مؤثر کو جانتا ہے۔ ہم کو تو توسط آثار کی حاجت نہیں۔ ہم تو بدوں اثر کے ہی مؤثر کو جانتے ہیں اور یہ ہی ہم کو پسند ہے۔ اور بالخصوص یہ مؤثر (حق سبحانہ) جو کہ اپنے قرب محبت کے بہ نسبت آثار کے ہم سے زیادہ قریب ہے پھر اسکے جاننے کے لیے ہم کو آثار کی کیا حاجت ہے۔ کیونکہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی کھانے کو

چھوڑ کر تخیلات بے ہودہ کی بنا پر دھوئیں کی طرف جائے۔ لہذا ہم آثار پر نظر نہیں کرتے اور مطلوب حقیقی کے مشاہدہ میں مصروف ہیں۔

در بیان قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَأَمْهَابِنَا فِي الْإِسْلَامِ
أَخْضَرُوا لَنَا الْفَتْوَى وَالْإِسْلَامَ کے اس قول کے بیان میں کلام میں ریائیت نہیں ہے

بر مکن پیرا و دل بر کن ازو
بدون کو نہ اکھاڑاں سے دل بٹا لے
چوں عُدو نبود جہاد آمد محال
جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے
صبر نبود چوں نباشد میل تو
جب تیرا میل نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا
ہیں مکن خود را خصی ہباں مشو
خبردار! اپنے آپ کو خص نہ کرنا باب نہ بن
لے ہوا نہی از ہوا مکن نبود
بہر نفسانی خواہش کے اس سے روکا مکن نہیں ہے
أَنْفَقُوا أَكْفَسْتُمْ كَيْسَكُمْ
خرچ کرو۔ فرمایا ہے تو تم نے کس
گرچہ آورد أَنْفَقُوا رَامَطْلِقُوا
اگرچہ خرچ نہ صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے
ہتجئات چوں شاہ فرمود اَصْبَحُوا
اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ تم صبح کرو۔
پس تکلؤا از بہر دایم شہوت
تو نہ کھاؤ۔ شہوت کے مال کے لئے ہے
چونکہ محمول یہ نبود لَدُنْہِ
جبکہ خبر نہیں ہے اس کے پاس
چونکہ رنج صبر نبود مرثرا
جبکہ تجھے صبر کی تعریف مہل نہیں ہے

۱۔ ہتجئات اسے صبح نہ کر کے حکم کی تعمیل نہ ہوگی کہ رو بہ شہوت ہو کر صبح نہ کرے۔
۲۔ تکلؤا اسے نہ کھاؤ۔ شہوت کے مال کے لئے ہے۔
۳۔ لَدُنْہِ اس کے پاس۔ جبکہ خبر نہیں ہے اس کے پاس۔
۴۔ مرثرا چونکہ رنج صبر نبود۔ جبکہ تجھے صبر کی تعریف مہل نہیں ہے۔

لہذا در بیان سمیت کے
اسباب اور قدر کے ہوتے
ہوتے اس سے بچنا کمال ہے
۱۔ سمیت کی طاقت کو
ختم کر کے سمیت سے
بچنا ہی لے آخضر نے
فرمایا اسلام میں ریائیت
نہیں ہے۔ اسباب سمیت
کے اسباب اور اس کی قدرت
کو فنا کر دینے تھے جو مکن ہوا
کو نصیت ہے کہ نہ لکھا
یعنی شہوت اور ہمت جاہ
کے اسباب اور ذرائع ختم
نہ کر کے نہ دشمن میں اور
دشمن کے نہ ہوتے ہوئے
جہاد کی نصیحت ماکمل تھی
جو ممکن ہے شہوت۔ اگر
انسان میں شہوت کا آثار
ہی نہیں ہے تو نہ کرنے کے
حکم کی فراہم داری کے کوئی
مقصد نہیں ہے۔

۲۔ خبر نبود۔ اگر انسان
میں کسی چیز کی جانب میلان
نہیں ہے تو اس سے صبر
کرنے کے کوئی مقصد نہیں ہے
دشمن نہ ہو تو دشمن کی کوئی
ضرورت ہی نہیں ہے۔ مثلاً
باب اپنے پیسے بھائی سے
تھے تاکہ زنا کر سکیں۔ تاہم
مرے ہوں کے ساتھ جہاد
کوئی مقصد نہیں رکھتا ہے۔
أَنْفَقُوا خرچ کرو اس حکم کی
تعمیل جب ہی ہو سکتی ہے
جبکہ انسان کا لئے کرچہ۔
اگرچہ وہ ان میں صرف خرچ
کرو تاہم اس کا
مطلب یہی ہو کہ اس کو

۱۔ خبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اس سے صبر کرنے کے کوئی مقصد نہیں ہے۔

الحمد لله رب العالمین
وہم لا یغفلون
وہم لا یغفلون

جُزْءُ آسِ شَرْطِ وُشَا دِ آسِ جُزْءِ
آسِ جُزْءِ دِلْ وَا زِ جَانِ فَنَّا
وہ شَرْطِ وُشَا دِ آسِ جُزْءِ
وہ دِلْ وَا زِ جَانِ فَنَّا

شرح

اوپر ہم نے چہرہ کو نہ نوچنے کی تفصیل کی تھی اب ہم یہ نہ اکیڑنے کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنے پر نہ اکیڑو اور قوی شہوانیہ کو تلف مت کرو۔ کیونکہ جس طرح جہاد کی شرط وجود کفار ہے اور جبکہ دشمن ہی نہ ہو تو جہاد محال ہے یوں ہی امثال احکام الہیہ اصبروا وغیرہ ہی بدلی خواہش کے ناممکن ہے کیونکہ اگر تمہیں رعبت معاصی نہ ہو تو صبر اور معاصی ناممکن ہے اور جب صبر از معاصی ناممکن ہے تو امر "اصبروا" بھی فضول ہے کیونکہ جب مزاعم ہی نہیں تو مدافعت کیونکر ہو سکتی ہے اور جب دشمن ہی نہیں تو فوج کی کیا ضرورت ہے پس تم اپنے کو خفی مت کرو۔ کیونکہ عفت و پارسائی موقوف ہے وجود شہوت پر۔ کیونکہ جب خواہش نفسانی ہی نہیں تو اس ممانعت بھی نہیں ہو سکتی اور جب ممانعت نہیں ہو سکتی تو امثال جو کہ عفت ہے وہ بھی ممکن نہ ہو گا کیونکہ معدومات کی مزاحمت نہیں ہو سکتی اور مردوں پر جہاد نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ضرورت ہے وجود شہوت کی اور وہ یہی ایک درجہ میں مطلوب شرعی ہے۔ جو کہ باقتضائے الامر اصبروا وغیرہ ثابت ہے۔

مثلاً حق سبحانہ نے فرمایا ہے "انفقوا" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اول کسب کئے کیونکہ کسب آمدنی ہے اور انفاق خرچ اور خرچ بدول آمدنی سابق کے ناممکن ہے پس گو امر انفقوا مقید بقید اکسبوا نہیں۔ لیکن تم کو یہ قید مدنظر رکھنی چاہیے اور اس کے معنی اکسبوا تم انفقوا سمجھنے چاہئیں۔ بس یہی حالت اصبروا کی ہے اور اس کے لیے ضرورت ہے رعبت کی جس کے تم اعراض کرو۔ اور جس کو تم ترک کرو۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے کلواد اشرابوا ولا تسرفوا فرمایا ہے کیونکہ کلواد اشرابوا سے

مقصود تو یہ ہے کہ شہوت پیدا ہو اور لائسہ فرا سے مقصود یہ ہے کہ عفت حاصل کرو اس لئے کہ شہوت سبب تکلیف بالعتق ہے پس جبکہ وہ شہی ہی نہ ہوگی۔ جس سبب آدمی کو مکلف بنایا گیا ہے تو آدمی کا مکلف ہونا ناممکن ہوگا۔ اور جبکہ مشقت صبر نہ ہوگی۔ تو گو یا کہ شرط مفقود ہوگی اور جبکہ شرط مفقود ہوگی تو جزا ہی مرتب نہیں ہو سکتی اور فلاح جو کہ مرتب ہے صبر پر کیا قال اللہ تعالیٰ **واصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلم تفلحون** حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سمجھنا چاہیے کہ یہ شرط بھی اچھی ہے اور جزا بھی عمدہ ہے یعنی وہ جزا جو کہ دل نواز اور جان نواز ہے یعنی فلاح و رستگاری۔ پس اسے ضائع نہ کرنا چاہیے

در بیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقت پس عمل خلا

دست مزد و اجرت خدمت ہم آو
مزدوری اور خدمت کی اجرت وہی ہے
عشق نبود ہرزہ سودا بی بود
عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور سودا بیہ
ہر چیز مجز معشوق باقی جملہ نیت
جو کہ معشوق کے علاوہ ہے سب میں گیا
در گزراں پس کہ بعد لایچ ماند
فد کرے کہ بعد کیا رہ گیا
شاد باش اے عشق شرک تو رفت
ایسے عشق شرک کو جاننے والے زبردست تو خوش رہا
شرک جزا ز دیدہ احوال میں
تو بھی آگاہ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

عاشقاں را شادمانی و غم آوت
ماتشوں کی خوشی اور غم وہی ہے
غیر معشوق ار تماشا بی بود
وہ اگر معشوق کے غیر تماشا بی ہے
عشق آں شعلہ کوچوں بر فرد
عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا
تینغ لا در قتل غیر حق براند
ہم نے کہی کہ ہمارا اللہ کے برابر چلاوی
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
الا اللہ وہ گیا باقی سب نسا ہو گیا
خود ہم او بود اولین و آخرین
صرف وہی اولین اور آخرین ہو گا

در بیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقت پس عمل خلا
میں جو اکابر ان صاحب تھے
ہیں کہ خدا کے ماتش کا بدلہ
کیا ہے اور نہ ملے ہیں کہ کچھ
کے مل کا بدلہ ذات خدا کی
ہے۔ ماتشوں۔ ماتشوں کا
دین اور عیشی سر دوری اللہ
ہیں کی اجرت صرف نیت
خدا ہے۔ غیر عشق۔ اگر وہ
ماتشوں کی ذات کے علاوہ
کسی چیز کا طالب ہے تو ہر
اُس کا معنی فتنہ نہیں ہے
بلکہ وہ دیوانہ ہے
اے عشق جب عشق ہو
نہو اور ہوتا ہے تو ماموسی
اللہ میں کی آگ سے جل
جالتا ہے۔ بیخ لا کر میں
وہ کہنے کے سن نہیں ہیں
کہ اُس نے غریب کوئی کر
ہے۔ الا اللہ۔ کہے لا سبب
ہے کہ اب اُس کے تے
سب کہ صرف ذات خدا کا
ہے عشق غیر کو بھی نہ
ناتا ہے۔ خود ہی آگ
ایک کھانے ہے بیٹے کر
ایک کے دھوکے کے ہے

۱۷۷
 آئے عجب محسنے بُود جز عکس آں
 لقب ہے کوئی من آئے عکس کے سوا ہر
 آں شے راکہ بُود در جان خلل
 جس میں کسی دوسری میں نقصان ہو
 ایں گے داند کہ روز نے نذر بُود
 یہ وہ شخص ہو سکتا ہے جو کسی دن نذر ہو
 وانکہ چشم اُوندید رست آں رُخا
 جس کی آنکھ نہ وہ رخسار نہیں دیکھے

چوں ندید اُو عمر عبد العزیز
 جس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو نہ دیکھا ہو
 چوں ندید اُو مار موسیٰ را ثبات
 جب میں نے حضرت موسیٰ کے ساتھ کھانا نہیں
 مریخ کو نا خوردہ آں آب زلال
 جس نہندے نے نیرانی نہ پیا ہو
 جُریضه فدر اُمی نتوان شناس
 ضد کو ضد کے برعکس قدر ہے شناخت نہیں کیا
 لاجرم دنیا مقدم آمدہ است
 لامر دنیا پہلے آئی ہے

چوں از اینجا واری آبخا زوی
 جب تو اس جگہ سے نہات پامائیکہ داں ہو
 گوئی آنجا خاک را می بینم
 تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی
 گشتہ بُودم قانع از گنجے بہار
 میں نے خزانہ کے برے ساپ پر بس کی
 آئے دریا پیش ازیں بود اُخل
 آئے افسوس! رُس سے پہلے سرت آجانی

نہیست تن را جنبش از غیر چل
 جان کے غیر سے جسم میں حرکت نہیں ہوتی جو
 خوش نہ باشد گر بگیری و در عمل
 وہ اچھا نہ ہوگا خواہ تیراں کو شہد میں ٹالو
 از کف ایں جان چلے ز بُود
 ایں جانی جاناں کے اتارے آئے ہم میں کیا
 پیش اُو جانت ایں تلف نہا
 آئے نزدیک یہ دوسری کی سند بھی ہے

پیش اُو عادل بود قاجار نیز
 اُس کے نزدیک قاجار ایں رُس ہی عادل ہوگا
 در جبال السحر پندار دجیات
 وہ جادو کی رستیوں میں زندگی جیسے ما
 اندر آب شور واد پر وبال
 وہ کھادی پانی میں اپنے ہاں دریا رکھتا ہو
 چوں نہ بیند زخم نشاند خوات
 جب ہم کو نہیں کھائی لادشیں کو نہیں پہچان سکتا
 تا بدانی قدر اقلیم است
 تاکہ تو آئت کے جہان کی قدر جان لے

در شکر خانہ ابدش کر شوی
 تو بیشک کے شکر خانہ میں شکر گزار ہوگا
 زیں جہان پاک می بگریم ختم
 میں اس پاک عالم سے ہجرت تھا
 شادماں بودم ز گلزارے بخار
 میں چیں کی بجائے کانوں پر غرض تھا
 تا غدا کم کم بُدے اندر و خل
 تاکہ میری خوراک کچھ ہوگی نہ ہوتی



در بیان حدیث مامات من یؤمن الّا دمتی ان یؤمن قبل
 (اس حدیث کا بیان کہ ہر نے والا یہ ضرور تمت کرے گا کہ وہ پہلے
 مامات ان کان بڑا لیکون الی وصول البرا عجل وان کان
 سرخا تا اگر وہ نیک ہے تو اس نے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر فاجر
 فَاجِرًا لَیَقْلَ فُجُورًا
 تو اس نے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

پہلے مرانا اور پھر جاننا

زیر نفروست آں کہ رسول
 اسی نے باخبر رسول نے فرمایا ہے

بنو داؤرا حسرت نقلان و متو
 اس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہوگا
 ہر کہ میرد خود تمنا باشد شش
 جو شخص مرتا ہے خود اس کو قضا ہوتی ہے
 گر بدے بد تا بدی کمتر بے
 اگر وہ بد تا قضا تو اس نے کہ بدی کم ہوتی
 گوید آں بدی بخبری بودہ ام
 وہ بد کہجہ میں ہے خیر تھا
 گرازیں زوتر مرا متعبر بدے
 اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا
 از حریصی کم در آں دوائے تنوع
 حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زعفران بنا
 ہمچنین از بخل کم در فیض جود
 اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زعفران کر
 بر مکن آں پیر غلد آرائے را
 جنت کو آراستہ کرنے والے پیر ڈاکٹر
 یک باشد حسرت تقصیر فوت
 نیک کو تا ہی اور فوت ہونے کی حسرت ہوگی
 کہ بدے زیر پیش تعلل مقصدش
 کہ اس کا مقصد کی طرف منتقل ہو جائے اس سے پہلے ہوتا
 ورتقی تا خانہ زو تر آمدے
 اور ترقی متا کو گھر جلدی آجائے
 و مبدم من پردہ می افزودہ ام
 میں نے بر وقت حجاب بڑھایا
 ایں حجاب و پردہ ام کمتر بے
 میرا بے حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا
 و زکبر کم در آں جہرہ خشوع
 اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر
 و زبلیسی چہرہ خوب سجود
 اور شیطنت سے سجدہ کے عین چہرے کو
 بر مکن آں پیر رہ پیمائے را
 راستہ طے کرنے والے پیر ڈاکٹر

۱۵۷ ہے درینا۔ دیا میرا
 قدرت گنہگار افسوس
 کرے گا۔ در بیان مرنے کے
 بعد ہر نیک و بد جلد مر جانے
 کی خواہش کا اظہار کرے گا
 اگر نیک ہوگا تو کبھی بلا کا
 میں جلد اس بھلائی تک پہنچ
 جائے گا اگرچہ بے توجہی کا
 ۱۵۸ ہے کہ موت کے بعد ہر
 مردے کی خواہش ہوگی کہ
 لاش وہ پہلے مر جائے اگر نیک
 ہے تو اس نے یہ خواہش
 ہوگی کہ اب سے پہلے ہی جنت
 میں پہنچ جائے اگرچہ تو
 اس نے کہ یہ سوچے گا اگر
 جلد مر جائے تو توبائیں کم کرنا
 و قدیم ہر انسان کے
 کہ اس میں قدر زندہ ہوائی
 قدر گراہی کے پرے نہ یاہ
 بڑھنے کے لئے اگر اس سے
 پہلے مر جائے تو یہ ہر دم کم
 ہوتے۔
 ۱۵۹ اگر بھلی یہ بھی بیکم
 کا مقصد ہے جس نے پر
 فوج پر سور سے کہا تفتح
 قناعت بخشوع۔ عاجزی۔
 دران۔ درین بطن ہوا
 سے بنا ہے۔ چھتیس۔ سور
 کی تفسیل کے سلسلہ میں لکھا
 نے آسانی ان صفات کو
 ذکر کیا ہے جو قدرت نے
 اسی میں دوست رکھی ہیں
 اور انسان اپنی احوال سے
 ان کو یاد کرتا ہے۔ فقہ اکابر
 جنت کو آراستہ کرنا ۱۵۸۔

اد پر مولانا نے جزاء عام کا ذکر فرمایا تھا اب جزاء خاص کی
 شرح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاح تو جس نے عام مطلق

شرح

اب جزاءِ خاص سنو! عاشق کی خوشی اور ان کا غم جو کچھ ہے وہی ہے اور ان کی۔۔
 مزدوری اور ان کی خدمت کا معاوضہ بھی وہی ہے کیونکہ عشاق اپنے مطلوب کے سوا کسی
 اور چیز پر بھی نظر کریں تو وہ عشق نہ ہو گا بلکہ بوالہوس ہوگی اسلئے کہ عشق کی شان
 تو یہ ہے کہ جب اس کا شعلہ اٹھتا ہے تو معشوق کے سوا سب کو بھسم کر دیتا ہے
 اور حق سبحانہ کے سوا سب پر نفی کی تلوار چلا دیتا ہے۔ پس جبکہ اس نے
 خدا کے سوا سب کی نفی کر دی۔ تو اب دیکھ لو۔ کیا رہ گیا کچھ بھی نہیں سب فنا ہو گئے
 اور صرف حق سبحانہ باقی رہ گئے۔

جب یہ حالت ہے تو اسکی سوا عشاق کو اور کوئی شے کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے
 اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے عشق! شرکت سوز! غمخس رہ تیرا کیا کہنا ہے۔ کہ تو نے
 ذرا سی دیر میں وہ کام کر دیا جو کسی شے سے عمر بھر نہ ہو سکتا تھا اور تو نے عاشق کو کامل
 موحد بنا دیا۔۔۔ یہاں تک تو فنا بالنظر الی العاشق کا بیان تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ
 واقع میں بھی یہ ہوا ہے کہ وہی ادل ہے اور وہی آخر۔ یعنی ازلی وابدی وہی ہے
 اور کوئی نہیں اور جو ازلی وابدی ہے موجود کہلانے کا وہی مستحق ہے اور ممکنات
 جو کہ محاط اور ممکن ہیں اور اپنے وجود کی حالت میں بھی کوئی مستقل وجود نہیں
 رکھتیں بلکہ اسی کے پر تو سے موجود ہیں وہ حقیقتاً موجود کہلانے کی مستحق نہیں ہیں
 کیونکہ یہ وجود جو ان کو حاصل ہے حق سبحانہ کے وجود کے مغائر نہیں ہے بلکہ اسی
 کے وجود کی طرف منتسب اسکی سے مکسوب ہے۔ جس طرح کہ نور قمر شمس
 سے مستفاد ہے۔ اسلئے موجود صرف حق سبحانہ ہے اور جو کوئی حق سبحانہ کے
 سوا ہی کسی کو موجود مانے بایں معنی کہ ان کے وجود کو مستقل جانے یا اس کے
 ساتھ ایسا معاملہ کرے جو موجود مستقل کے ساتھ ہونا چاہیئے وہ کثر بین ہے بھلا
 کہیں اسکی عکس حسین کے سوا ہی کوئی اور کون جیسا ہو سکتا ہے اور جسم و جان کے

سوا کسی اور شے کو بھی حرکت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں - پس حق سبحانہ کے وجود کے سوا کوئی اور وجود ثابت کرنا سخت غلطی ہے - عشاق کی جو حالت ہم نے بیان کی ہے تنہا رہی سمجھ میں نہ آئے گی اسلئے کہ تم عاشق نہیں -

مثلاً جسکے مزاج میں اعتدال سے انحراف ہو اور اس کا مزاج فاسد ہو گیا ہو اسکی اگر تم شہد میں دلو و تو اسے مزہ نہیں آ سکتا تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ شہد میں مزہ نہیں ہرگز نہیں - بلکہ اس کا سبب وہی انحراف عن الاعتدال اور فساد مزاج ہے پس اس مضمون کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کبھی بحیات معنوی کا زندہ رہ چکا ہو - اور حق سبحانہ کے الطاف و عنایات دیکھ چکا ہو - اور جسکی حیات معنوی کی صورت ہی نہیں دیکھی وہ نہیں سمجھ سکتا کہ حق سبحانہ جان جان میں ان کا مل جانا ہر دولت کا مل جانا ہے بلکہ وہ تو نفس دُغاں یعنی روح حیوانی ہی کو جان سمجھتا ہے اور اسی کے ارادے کے مطلوبات اکل و شرب راحت و آرام کی قدر کرتا ہے یہ بے جا ہے بھی ایک درجہ میں معذور ہے کیونکہ اسکی ان کو دیکھا ہی نہیں اسکی تو یہی حالت دیکھی ہے مثلاً جسکی عمر بن عبد العزیز کو نہ دیکھا ہو وہ حجاج ہی کو عادل سمجھے گا - اور جسکی اڑ دھائے موسیٰ کا استقلال نہیں دیکھا وہ جادو کی رسیوں ہی میں حیات جانے گا اور جس جانور نے شیریں پانی کبھی دیکھا ہی نہیں وہ آبِ شور ہی میں گرم پڑا رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد سے دوسری ضد معلوم ہوتی ہے - اور اس

نے دوسری ضد دیکھی ہی نہیں تو اسے اس ضد کی حالت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے مثلاً جب کسی کو تکلیف ہی کسی سے نہیں پہنچی اسکو اعزاز و اکرام کی حالت کیا معلوم ہو سکتی ہے -

بنابرین دنیا کو عالمِ آخرت پر مقدم کیا گیا ہے تاکہ ہم کو عالمِ آخرت کی قدر معلوم ہو - اور جبکہ تم اس دارِ اُختر سے چھوٹ کر عالمِ آخرت میں جاؤ - تو شکر خانہ

ابدی میں پہنچ کر حق سبحانہ کا شکریہ ادا کر دو۔ اور کہو میں وہاں خاک چھانتا تھا اور
جہاں پاک سجھاتا تھا اور میں سانپ کو لے کر حشرانہ سے بے رغبت ہو گیا تھا۔ اور
کائنات کو لے کر اور گلزار کو چھوڑ کر خوش تھا۔

ہائے افسوس! مجھے اس پہلے موت کیوں نہ آگئی۔ تاکہ میں اس کچھڑ میں
غذا کم کھاتا۔۔۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مرتا اور جسم چھوڑتا ہے اسکو انتقال
اور موت کی حسرت نہیں ہوتی۔ بلکہ موت کی تقصیر اور اس کے اتنے عرصہ تک
فوت ہونے کی حسرت ہوتی ہے اور جو شخص مرتا ہے اسکی یہی خواہش ہوتی
ہے کہ اس پہلے اس کا مقصود کی طرف انتقال ہو جاتا۔ کیونکہ اگر وہ بد ہے...
تو اسکی یہ خواہش اسلئے ہوتی ہے کہ بدی کم کرتا اگر وہ نیک ہے تو اسکی تینتا
اسلئے ہوتی ہے کہ جلد اپنے گھر واپس آتا۔ اور بڑا آدمی کہتا ہے کہ میں محتیر
تھا اور وہ دمدم مجھ پر پردہ پڑ رہا تھا۔ پس اگر جلدی میرا اس دنیا سے گزر رہا جاتا
تو یہ حجاب اور پردہ کم ہونے اور مجھے حق سبحانہ سے اتنا بُعد نہ ہوتا جب مجھے پہلے
..... اور مرے بھوتے لوگوں کی حالت معلوم ہو گئی... تو ہم کہتے ہیں کہ تو
بہرانہ بن اور حرص نہ کر۔ اور حرص کر کے فحاشیت کے منہ کو نہ نوچ۔ اور تکبر نہ کر۔

اور تبرک کر کے چہرہ خشوع کو زخمی نہ کر۔۔۔۔۔ علیٰ ہذا تجسّل نہ کر اور غل کر کے
 جو دوسٹا کے منہ کو نہ لوچ اور ابلیس پن نہ کر۔ اور ابلیس پن کر کے سجدہ کے منہ کو نہ
 نہ لوچ۔ اور اپنے خلد آراہ اور راہ ہمایا پڑوں کو نہ اُکھیر یعنی قوی شہوانیہ کو فنا
 نہ کر۔۔۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ تو بُرائیاں نہ کر۔ اور برائیاں کر کے ان کی اضداد بھلائیوں
 کو نقصان نہ پہنچا۔ مگر برائیوں کی قوت نہ کھو۔ کیونکہ جو آثار بھلائیوں پر برائیوں
 کی قوت کے موجود ہونے کی صورت میں مرتب ہوں گے وہ اس صورت میں

چوں شنید ایں پند رو بنگریت
جس بس نے پیوستگی اور ناموس (۷) چہرہ دیکھا
نوحہ و گریہ دراز و دردمند
روح اور گریہ دراز اور دردمند تھا
وانکہ میسرید پر کندن چیت
اور جس نے پر ہما تھا کہ بڑ کیوں فوجتا ہے؟
کز فضولی من چرا پر سیدش
کہ بہرہو ہے جس نے اس سے کیوں برہما!
می چکید از چشم تر بجا کہ
ترا گھوس سے زین پر کسو تک ہے تے
می چکید از چشم او گریہ بجا کہ
اس کی آنکھ سے حق پر آکسو تک رہتے
گریہ بے صدق برجانہا زند
سچائی کے ساتھ رہنا اور حق کو ساتھ رکھنا ہے
گریہ بے صدق بے سوزش لبود
بناوٹی رہنا بغیر سوزش کا چرنا ہے
گریہ بے صدق باشد بی فروغ
بناوٹی دونا بے فسروغ ہونا ہے
عقل و دلہا بے گمانے عشید
عقل اور دل بلاشبہ عشق ہی ہیں

۱۵ شہید: اس امر نے سنا۔
 اسی میں ناسخ کا پہرہ تھا۔
 اس کے بدلے لے دو سرور
 کو روڈ دیا۔ خاکسار ناسخ و حکم
 میں رو پڑا۔ کو کفصول ہیں
 سوال پر کہ پرکوں کی کیا آفتاب
 ہے وہ سوال کر گیا آفرین
 ہر گز۔ قطعہ: آئو کے
 ہر قطعہ میں اس سوال کا
 جواب تھا۔ ترجمہ: داخل۔

۱۶ گتہ: مولانا خلیفے میں
 جو سماں کا دھند ہے اس کی
 تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ
 عرض تک پہنچتی ہے کہ یہ
 صدقہ: بنادیاں دے کر پیشانی
 خانی اٹا تا ہے۔ حضرت ابراہان
 القلب: غشوش الخشن
 "دل خدا کا عرش ہے تو
 چرک کہنے والے سے عرش
 حاشا ہر تلبے نذر عقل و
 دل جو عرش ہی: وہی تاثیر
 ہوتی ہیں۔

۱۷: ہجر جس طرح اورت
 واروت کا تعلق عالم بالا سے
 تھا لیکن چاہہاں میں فیدی
 ہیں جس طرح عقل اور روح
 بھی عالم بالا کی چیز ہوتے تھے
 انسانی بدن کے کون میں
 قبری ہیں حاکم عقل: ان دونوں
 نے جو کہ عالم عقل اور شہزادی
 سے تعلق پیدا کیا اللہ جسم
 کے کون میں بند کر دیئے تھے
 ہیں مستور ذمہ: محراب نیک
 رنگ: ان سے اپنی تعلیمات حاصل
 کرتے ہیں اور دوسرے لوگ
 نری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔
 بے اختیار: یعنی شوق سے مجبور
 ہو کر۔

فکسان آنکه عقل و روح در آب و گل جسم محسوس همچون بار و بار و در میان
این آب و این گل عقل و روح جسمی نمی باشد و این بدن خفیه هر چه در این عالم است و در این عالم است

بستہ اندازیں چاہیہا سہماک
 اس بگڑے خاک کو تو میں ہنس رہی
 اندریں چہ گشتہ انداز جرم بند
 جرم کی دج سے اس کوئی بند ہو گئے ہیں

ہمچو ہاتھ و چوہا تو اس دریاک
 وہ دروئی پاک، امدت اور امدت کی طرح
 عالمِ سفلی و شہوانی درند
 وہ عالمِ سفلی اور شہوانی میں ہیں

سہ آہا موزم بھل نہ
 سمجھائی ہے کہ ہائے سحر
 سکھانے میں ایک امتحان
 آزمائش ہے کہ کچھ دلاؤ
 غلط سوال کرتے ہیں
 امتحان میں جادو کا کھیندنا
 کیسا پیچھے مارا کا اندیشہ
 نسل میں سے انکو روکنا
 اختیار قدرت ہے بے شک
 انسان کے اندر کی غارتیں
 لے کر کہ ان کا پھینکا
 کہ میں بڑائی کی حالت نہیں
 ہے بہت بڑی عقل ہے جو
 بڑائی کا مستحق حاصل نہیں
 اس لئے وہ قوت سہل ہوئی
 ہے جب سرتی ہوگا وہ فوراً
 بیدار ہو جائیگی چونکہ دریاں
 انسانی خواہشوں کمال ہیں
 ہوتے گزوں کی طرح ہے ان
 کے سامنے جب کوئی مہر دار
 آجاتا ہے پھر ان کا حال کھو
 لے کر تروسی اب لگتے کا
 درگشاہ رنگا رانت بن جاتا
 ہے اور وہ جیلدار قفس سے
 پھر رہ جاتا ہے چونکہ ضعیف
 آگ کو اگر اندیشہ نہ ہو تو
 قدرتی سکون ہوئی ہے اور
 اندیشہ ہے ہی کس قدر شعلہ
 زبانی جاتی ہے۔ غصہ نہیں
 انسان کے اندر بڑی غصہ نہیں
 ان گھٹن کی طرح سہل ہوئی
 ہیں جب بوش ملک ہے تو وہ
 پھر اپنی تیزی دکھائی ہیں۔
 آج۔ اب ہی مضمون کی
 مثال کھڑے سے ہے و
 یا نہیں ہارے میں ان گھٹن
 سہل ہوئی ہیں لیکن شکاک کے
 عشق میں وہ دل سوز ہے۔
 تھوڑا کھلا کے وقت باز کے
 شہر سے نوبی ہزار دی جاتی

سحر و جادو کا تعلق

سحر و جادو سحر را بے اختیار
 جادو اور اشک کا تو بے اختیار کے
 ایک اول پسند بدہمنش کو لیں
 لیکن وہ شروع میں نفیست کریتے ہیں کہ خیر ارا
 مایا موزم ایں سحر اے فلاں
 اے فلاں ہم یہ جادو سکھاتے ہیں
 کا امتحان را شرط باشد اختیار
 آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے
 میلہا ہتچوں سگان خفتہ اند
 غواہات سونے ہوتے کتوں کا ہیں
 چونکہ قدرت نیست خفتہ ایں وہ
 گو کہ انہوں میں قوت نہیں ہے مگر وہاں ہے
 تاکہ مردارے در آید دریاں
 یہاں تک کہ کوئی خزانہ ہی آجاتا ہے
 چون دریاں کو چرخے مے درازند
 جب اس میں کوئی گدھ مارا ہے
 حرصہائے رفتہ اندر گتم غیب
 غیب کے پردے میں کوئی ہوئی غولیں
 موم بھوئے ہر شکے دندان شدہ
 ہر گتے کا درگشاہ رنگا رانت ہی گیا
 نیم زیرش جیلہ وبال غضب
 اس کا آدھا بھلا حصہ جیلدار کا فتنہ ہے
 شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں
 و سگان سے شعلہ ہی شعلے آجاتے ہیں
 صد جنیں سگ اندر میں تن خفتہ اند
 ایسے سینگوں گئے ہیں جس میں ہوتے جئے ہی
 یا جو بازانہ دیدہ و دختہ
 یا انہیں بے ہوشے بازوں کی طرح رہا
 تاکہ برداری ویند شکار
 یہاں تک کہ تو یا جادو اور شکار کو لے

زیں دو آموزند نیکان و شرار
 نیک اور بد ان دونوں سے سیکھے ہیں
 سحر را از مایا موز و مچیں
 جادو ہم سے نہ سیکھو نہ ماسل کر
 از برائے ابتلا و امتحان
 ابتلا اور آزمائش کے لئے
 اختیارے نبوت بے اختیار
 بیقررت کے تیرے لئے اختیار رہا
 اندر ایشاں خیر و شر نہ ہفتہ اند
 انکے اندر خیر اور شر ہر شہید ہیں
 ہتچوں میں مذم پارا و تن زدہ
 گدھ کی ہتھکڑی کی سسر اور پٹ ہے
 نفع صور حرص کو بد بر سگان
 حرص کے صور کی آواز گھٹن کو سمجھ رہی ہے
 صد سگ خفتہ بدان بیدار شد
 اس سے سینگوں کو بھگتے ہوئے گتے جاگ جاتے
 تا خفتن آدو و سگر بر ز در حیب
 حلا آور ہو گئیں اگر بیان سے سسر نکلا
 و ز برائے جیلہ دم جنباں شدہ
 اور تھسیر کے لئے ذم لانے رہا
 چون ضعیف آتش کو او یا جذب
 جس طرح کہ آگ جو اس میں پالے
 میر و دو و د و لہب تا آسماں
 دھواں اور لہب آسماں تک جاتی ہے
 چون شکار نیست شاں نہ ہفتہ اند
 جو کوئی شکار نہیں ہے وہ چھپ جئے ہیں
 در حجاب از عشق صیدے سوزتہ
 شکار کے عشق میں آکر پردہ بٹے جئے ہیں
 انگہاں ساز و طواف کو ہما
 اس وقت ہمارے جسر کا شٹ ہے

شہوت رنجور ساکن می بُود
بیمار کی خاموشی جب تک کہ میں ہوتی ہے

چوں بہ بیندانی سیب خریزہ
جب وہ روتی اور سیب اور خریزہ دیکھتا ہے

گر بُود جبار دیدن سوداؤست
اگر وہ صاحب رہے تو دیکھنا اس کے لئے مفید ہے

وَر نہ باشد صبر پس ناویدہ بہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہت ہے

باز گرد و کن حکایت را تمام
دیکھیں جو اور حکایت کو پیدا کرے

بشنو انکوں تو ز طاولوں جا
اب تو مدد سے وہ جواب سن

خاطر اوسوئے صحت میر نو
اس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

در مصاف آید مزہ و خوف بزہ
مزہ اور درد پر ہیزی کا خوف جگہ میں جگہ رہتا ہے

آں تہیج طبع سستش را نکوشت
وہ برا کھینچنے اس کی سست طبیعت کے لئے بہتر ہے

تیر دور او لے زمر د بے زہ
بغیر زہ کے آدمی سے تیر کا دور رہنا بہتر ہے

تا چ گفت اندر جوابش و اسلام
کاش (مرد) نے مجھے جواب میں کیا کہا اور اسلام

تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادن طاولوں آن حکیم سائل را

مرد کا اس سوال کرنے والے اور اس کو جواب دینے والے

چوں زگریہ فارغ آمد گفت و
جب وہ (مرد) رونے سے فارغ ہو گیا اسے کہا

آن نمی بینی کہ ہر سو صد بلا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جا صدمہ ہو رہا ہے

اے بسا ایسا ہے رحمت مدام
بیشک بہت سے نافرمانیوں سے شکریہ

چند تیر اندازن ہر بالہا
بہت سے تیر انداز پر توں کے لئے

چوں ندانم زور و ضبط خویش
جبکہ میں طاقت اور اپنا ہماؤ نہیں رکھتا ہوں

آں بہ آید کہ شوم زشت و گریہ
یہ مناسب ہے کہ میں بد اور نا پسند نبھاؤں

بر کنم پیرائے خود را ایک یک
میں ایک ایک کر کے اپنے پر فرماتا ہوں

کہ تو رنگ و لہوئے را ہستی گرد
کہ تو رنگ و لہو کا سلام ہے

سوئے من آید پئے ایں بالہا
انہوں کے درجہ سے میری جانب آتی ہیں

بہر ایں پر ہا نہد ہر سوم طام
انہوں کے لئے میری ہر جانب ہالہا ہے

تیر سوئے من کشد اندر روا
ہوا میں میری جانب حیدر چلاتے ہیں

زین تضاد زین بلا و زین فتن
اس تضاد اور بلا اور ان فتنوں سے

تا بوم کہ بین دریں کہسار و تیر
تاکہ میں اس پہاڑ اور جگہ میں سست نہ ہوں

تا نیندازد بدامم ہر کلک
تاکہ کوئی خسرو سے ہال میں نہ پائے

ہے تو چہ وہ خفا رکھ کر دکھ کر
پہاڑوں کا پیکر کاٹتا ہے

شہوت رنجور ہمدلی
کے دوران مختلف فضاؤں

کے شہوت و رغبت سکون
پذیر ہوتی ہے لیکن صحت

مختلف فضا میں دیکھتا ہے تو
وہ شہوت بیدار ہوتا ہے

لے کر تو وہ اب اگر میں
میں بہر کا مادہ ہے تو فضاؤں

کا دیکھنا اس کے لئے مفید ہے
تاکہ اس کی خاموشی بیدار

جو مایں اور اگر وہ صابر
نہیں ہے تو اس کے لئے

مناسب ہے کہ وہ فضاؤں
کری نہ دیکھ پائے۔

بشتقر اب نامحکم
کوسہ نے جو جواب یاہ سنو

اس نے کہا ہے نامحکم
رنگ و روپ کا عاشق ہے

یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پیر
لے کر ہر صاحب کہہ

ہیں۔ آئے بہ ہمدلی
شکا و مضی ان ہوں کی نظر

کہتے ہیں کوئی جال سے بچنا
ہے کوئی مجھے تیرے اترتا ہے

لے جوں جبکہ مجھ میں ان
مصائب کے برداشت کرنے



نزد من جاں بہتر از بال و پرست
سیرے نزدیک جان بال اور پر سے بہتر ہے
ایک سلاح عجب من شدلے فتی
لے فوجان! یہ میری خود پسندی کا ستیہار ہے

جاں بہاندا باقی وتن اترست
جان باقی رہے گی اور جسم افس ہے
عجب آرد مچھاں را صد بلا
خود پسندی خود پسندی سے کٹوں میں تیروں پر ہمارا کچا

حالا اتنی میرے۔ پر میرے
فرور و مگر کا باعث ہوا
عکس سیکڑوں بلاؤں کا سبب
بننا ہے۔ و دریاں جس طرح
موسم کے پڑاؤں کے حساب
کا سبب ہیں اسی طرح دنیا
کے بہتر اور دنیا کی عقل میں
انسان کے لئے وہاں جان
لطف اختیار۔ عہد کے کئے
اور نہ کئے کا اختیار اس
شخص کے لئے مناسب ہے
جس میں تقویٰ ہوا اگر تقویٰ
نہیں ہے تو بصر اس کے لئے
اختیار باقی رکھنا مناسب
ہے۔ آت۔ یہی وہ اسباب
ذرائع ہیں جسے بڑی پرندہ
حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ ہور
نے کہا کہ میرے کٹر ہور و رکے
اسباب میرے پر میں نہیں
انکری قسم کے تباہیوں چونکہ
یہ طاقت کا ذریعہ اور سبب
ہیں۔ متور۔ جو صاحب اور تقویٰ
ہو وہ ان اسباب کو کاندھ
سجھ سکتا ہے۔ پس۔ صاحب
اپنے مسرک و حال سے اپنا
بہاد کرے گا۔
سلاہ یک۔ لیکن جس چکر
بچے اور ناشی سے صاحب
نہیں ہوں لہذا میرے پر ہے
دشمن ہیں۔ گردہ سے۔ اگر لڑنا
صاحب ہو تو بڑی پرندہ
ہوئے ہوئے بڑی نہ کرنا
بہت نقص ہے۔ جیو میری
مثال بڑی کسی ہے جس کے
باہمی تلوار دنیا سے
ہے وہ انکو غلط استدلال کرنا
مقل ایہ جو غلط کے اور
میں دینی پائیے باکو تلوار کا

در بیان آنکہ ہنر با وزیر کیا و مال دنیا بھی بر طاق و جان اند
اس کا بیان کر دیا کہ ہنر اور ذہانت اور مال سوز کے بدلے کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت نام را
ہنر۔ ناقص کے لئے ہلاکت ہے
اختیار آں را نکو باشد کہ او
اختیار اس کے لئے بھلا ہے جو
چوں نہ باشد حفظ و تقویٰ نہیا
جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو۔ خطرہ!
جلوہ گاہ و اختیار ام ایس پرست
میری خود مانی اور اختیار۔ یہ بڑی
نیست انگارہ پر خود را بصور
صاحب اپنے مال پر کو نیست حکمت ہے
پس زیاںش نیست پر کو بر کن
خاص کو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا وہ چاہے
لیکے ہر من پر زیاں دشمنیست
لیکن میرے لئے دشمن پر دشمن ہیں
گر بڑے صبر و حفاظ را ہبسر
اگر صبر اور حفاظت سیرے رہے ہوتے
ہمچو ظلم یا چومت اندر رفتن
میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا نہ کھڑے ہو
گر مرا عقلے بدستے متر جڑ
اگر میرے پاس رک جانے والی عقل ہوتی
عقل باید نور وہ چوں آفتاب
عقل، سورج کی طرح نور ہوا کر نیوال چاہیے

کر پئے رانہ نہ بیند را
کہ نہ کردہ رانہ کی وجہ سے جاں نہ دیکھے
مالک خود باشد اندر انقوا
متم تقویٰ اختیار کر کے صاحب میں پئے آپ ہر جا
دور کن آت میدا از اختیار
آد کو ہینک دے۔ اختیار کو چھوڑ دے
بزرگم پر را کہ در قصد سرست
میں بڑا فخر را ہوں کہ نہ کردہ سر کے
تا پریش در فلند در شر و شور
حق کر اس کے پر شور و شر میں مٹا نہیں کرتے
گر رسد تیرے پیش آرد من
اگر کوئی تیرے آئے گا وہ ذحال سارے کر دیکھا
چونکہ از جلوہ گری صبر کم نیست
چونکہ خود مانی سے مجھ میں صبر نہیں ہے
بر فرزد دے را اختیار کم تر و سر
قر اختیار سے میری کم تر و بڑھ دیتے
نیست لائق تیغ اندر دست من
میرے ہاتھ میں تلوار اچھا مناسب نہیں ہے
تیغ اندر دست من ہوئے ظفر
تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی
تا ز ند تیغے کہ بنود جز صواب
تا کہ ایسی تلوار چلائے جو ٹیک ہی ہو

چوئل ندام عقل تابان مصلح
 مسکریے پاس روضی دینے نہیں ہے
 درچہ اندازم کنوں تیغ و جمن
 اب میں تموار اور دھال کوں میں ڈال ہا ہوں
 چوں ندام زور و یاری و مند
 جیکس زور اور مرد اور سہا نہیں رکھتا ہوں
 زغم ایں نفس و قیمہ خوی را
 اس پر غفلت نفس کی دلت کے لئے
 تا شود کم ایں جمال و ایں کمال
 تاکہ یہ مشن اور یہ کسب کہ ہو جائے
 چوں بدینیت خزانم بزم نیت
 جیک میں اس نیت کو ہی راہوں کوئی گونہ نہیں
 گرد کم خوی ستیری داشته
 اگر یہ اول بزم پرش ل غایت رعت
 چوں ندیدم زور و فرنگ و صلاح
 جس میں ہے اپنے اندر زور اور کم اور کمال دیکھ
 تا نگر دو تیغ من اور اکمال
 تاکہ مسکریے تموار اس کا کمال نہ ہے
 میگریزم تار غم جنباب بود
 جیک میری نہیں حرکت کرتی رنگ میں جانتا ہوں
 آنکہ از غیرے بود اور اقرار
 جس شخص کو غیرے سے جانتا ہوں
 منکھ خصم ہم نمم اندر گریز
 میں کو اپنا دشمن خود ہوں، بھانجے میں
 نے بہندست امین و نے دشتن
 انکو ہندوستان میں امن ہے اور دشتن میں

پس چرا در چاہ ندام صلاح
 تو میں اختیار کنوں میں کیوں نہ جھنک دوں
 کایں صلاح خصم من خواہد شدن
 کیونکہ یہ میرے دشمن کے اختیار میں مانینگے
 تیغ اوبستاند و بر من زند
 وہ دشمن اختیار میں لے گا اور مجھ پر چلاوے گا
 کو نیوشد و خزانم زوی را
 جو کٹھ نہیں بچا رہے ہیں اپنا منہ زوی را
 چوں نماند ز کم اقم در و بال
 جب وہ نہ رہے تو میں اس کی وجہ سے بال میں
 کہ بزخم ایں روی را پوشید نیت
 کیونکہ زخم ہے اس چہرے کی پر پوشی ہے
 روی خود کم جز صفا نفراشته
 تو میرا کسب چہرہ صفا نہ کیوں ظاہر کرتا
 خصم دیدم زور و فرنگ و صلاح
 میں نے دیکھا کہ وہ کمال ہے اپنے اختیار و زور
 تا نگر دو پنجسم بر من و بال
 تاکہ میرا کسب چہرہ صفا نہ کیوں ظاہر کرتا
 کے فرار از خوشتن آساں بود
 لیکن اپنے آپ سے جانتا کب آسان ہے
 چوں ازو برید گیرد او قرار
 وہ جب میں سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا
 تا ابد کار من آمد خیز خیز
 ہمیشہ کے لئے میرا کام ہو گا، اٹھ اٹھ
 آنکہ خصم اوست سایہ خوشتن
 جس کا دشمن خود دشمن کا سایہ ہو

لے جن جیکہ کوں من
 نہیں ہو تو مجھے اپنا اختیار
 پر کنوں میں جھنک دینے
 چاہیں، چوں ندام اگر
 انسان میں تموار سنبھالنے کی
 طاقت نہیں ہے تو دشمن
 اسکی تموار میں کراس کا خور
 کر دے گا، زخم میں اپنے نفس
 کوں کر کے کیلئے اپنے ٹوکا
 و بال، تا شود تاکہ ایں کمال
 اور کمال کے حساب سے اپنی
 رہیں چلے جیکہ پڑا کھٹنے
 میں میری یہ طاقت ہے
 تو پر چاہتا ہوں اس سے
 لے جوئی، تاکہ کھٹے ہو
 پوش کی طاقت تو تو میں
 پر آکا، ز چوں ندام
 جب کوں میں اس کے اسباب
 اختیار کرے گا، سے پھنکی
 طاقت نہیں ہے تو اس سے
 میں کو زخم کر رہوں تا کھو
 جب کوں میں طاقت نہیں ہو
 تو یہ اختیار سے غفلت نہیں
 ہو جائیگا، میرے کسب میں
 اپنا دشمن میں خود چوں خوب
 کسب میں جان میں جان ہے
 میں جانتا ہوں کہ میں اپنے
 آپ کے گریز بہت مشکل ہے
 سٹھ ہو، دوسرے سے بھاگنے
 میں زار و مار ہے جب زور
 ہو جائے تو تمھارے کھٹنے
 ہوگی، خود اپنا دشمن
 ہوں تو میرا کام ہو گا، اٹھ اٹھ
 سے جانتا ہے، نے چند
 نہ میرے لئے ہندوستان میں
 قرار میں ہے دشمن میں کیونکہ
 میرا دشمن سایہ کی طرح میرے
 ساتھ ہے۔



شرح

الغرض! جب طاؤس کی ناصح کی یہ نصیحت سنی تو اس نے منہ اٹھا کر ناصح پر ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد اُس نے رونا شروع کیا اس کی دراز اور درد سے بھری ہوئی نالہ وزاری نے جس قدر لوگ وہاں موجود تھے سب کو رلادیا۔ اور جنس سوال کیا تھا کہ تو پر کیوں اکھڑتا ہے وہ بدوں جواب ہی کے پشیمان تھا کہ میں نے خواہ مخواہ اس کیوں پوچھا یہ تو خود ہی غم سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اُسے ناحق جوش دلایا اور بھڑکایا۔

القصہ! مور کی تیز آنکھ سے زمین پر آنسو گر رہے تھے اور اس کے ایک ایک آنسو میں اس سوال کے سوسو جوا بگھٹتے۔ اور اس کے آنسو اس قدر کثرت سے گر رہے تھے کہ ان سے زمین میں کیچڑ ہو رہا تھا۔ اس کے رونے کا اثر دوسروں پر کیوں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گریہ سوزش درد سے ناشی تھا۔

اب تم سمجھو کہ جو لوگ خدا کے لیے صدق دل سے رہتے ہیں اُن کا اثر دوسروں پر بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کا رونا آسمان اور عرش کو رلادیتا ہے لیکن اگر وہ رونا خلوص اور سوز دل سے نہیں ہوتا تو محض بے اثر ہوتا ہے اور شیطان اس کی سعی لاحاصل پر ہنستا ہے اور جو رونا کچے دل سے نہیں ہوتا اس میں نور و برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں چھاپچھ کی طرح دُہنیت معنویہ نہیں ہوتی جو سبب ہے تنور معنوی کا۔

اچھا اب تم اس شبہ کا جواب سناؤ جو بادی النظر ہیں اس مقام پر پیدا ہونا تقریر شبہ یہ ہے کہ عقل و دل تو لطائف غیبیہ نہیں پھر ان میں عدم خلوص کیونکر آیا۔ اور ان کے گریہ میں تکدر کیسے پیدا ہوا اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ یہ سلم ہے کہ عقل و دل بے شک لطائف غیبیہ ہیں مگر وہ نور غیبی الہی سے محبوب ہو کر مصروف تعیش ہیں اس لئے وہ اپنے صرافت پر باقی نہیں رہیں اور

انہ کے اقتضات اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہے۔ یہ وجہ ہے ان کے عدم خلوص کی اور یہ باعث ہے ان کے گریہ کے تکرار کا۔ اس مقام پر چونکہ مجربیت عقل و دل کا ذکر آگیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق کسی قدر مفصل مضمون بیان کر دیا جائے۔ سنو! یہ دونوں فی نفسہ پاک اور مقدس بطیفہ ہاروت و ماروت کی طرح عالم ناسوت کے ہولناک کنوئیں میں مقید ہیں اور عالم سفلی... و شہوانی کے اندر موجود ہیں اور مجرم عبدیت اس کنوئیں میں مقید ہیں (عبدیت کو جرم مجازاً و تشبیہاً کہا گیا ہے۔ جس طرح کہ عالم کو کنواں اور دنیا میں پہنچنے کو قید کرنا تشبیہاً کہا گیا ہے۔ اور ولی محمدؐ نے جسم کی تفسیر عشق و نفس متابت ہوا سے کی ہے مگر یہ تفسیر صحیح نہیں کیونکہ جرم جس سے پیشتر صادر نہ ہوا تھا۔ بلکہ جس کے بعد ہوا ہے۔ پس یہ جرم جس کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دونوں اس کنوئیں میں محبوس ہو کر اچھی بُری باتیں لوگوں کو سکھاتے ہیں لیکن اول سیکھنے والے کو حالِ نصیحت دیتے ہیں اگر کہتے ہیں کہ تم ہم سے بُری باتیں نہ سیکھو اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ اگر ان کا سیکھنا برا ہے تو تم سکھاتے کیوں ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے لئے سکھاتے ہیں۔ کیونکہ امتحان کے لیے اختیار شرط ہے اور اختیار بے قدرت کے ممکن نہیں کیونکہ رغبات جو کہ منشا ہیں صدور افعال اختیار یہ کا۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے سوئے ہوئے کٹے۔ اور ان کے اندر بھلائیاں اور برائیاں مخفی ہیں پس جبکہ قدرت نہیں ہوتی تو یہ سوئے رہتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں جیسے لکڑی کے کندے اور خاموش ہوتے ہیں اس لئے وہ بھلائیاں اور برائیاں جو ان میں مخفی تھیں ظاہر نہیں ہو سکتیں تا آنکہ کوئی مردار ان کے دریا

عہ کما قیل وجودک ذنب لا بقا بہ ذنب ۱۲ منہ

آجاتا ہے یعنی کسی مطلوب پر ان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت حرص
 صور پھونک کر ان کو جگاتی ہے اور جبکہ گلے میں کوئی گہا مر جاتا ہے
 تو سینکڑوں کتے اسے جاگ جاتے ہیں۔ اور ان کی حرصیں جو پردہ غیب
 میں مستور تھیں اس وقت حملہ آور ہوتی ہیں اور اس پردہ سے ظاہر ہوتے
 ہیں اور ان کتوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کا بال بال اس مردار کے کھانے
 کے لیے دانت ہوتا ہے اور جیلہ کے لیے دم ہلاتا ہے اور ان کا نیچے ... کا حصہ
 سراسر جیلہ ہوتا ہے اور اوپر کا غضب اور اس طرح وہ سراسر جیلہ و غضب کے
 پتیلے ہوتے ہیں۔ اور ان کی حالت مارے غصہ کے یہ ہوتی ہے جیسے کمزور آگ
 کو ایندھن بل جائے اور اس کے شعلے غیب سے ظاہر ہو رہے ہوں اور اس کا
 دھواں اور شعلے آسمان تک پہنچ رہے ہوں۔

الغرض ایسے سینکڑوں کتے (رغبات) بدن کے اندر سوئے ہیں۔
 اور چونکہ شکار (مطلوب) نہیں ہے اسلئے چھپے ہوئے ہیں لیکن جب شکار
 ہاتھ آجاتا ہے اور مطلوب پر دسترس ہوتی ہے اس وقت ان کا ظہور ہوتا ہے
 یا بہ تبدیل عبارت یوں کہو کہ رغبات کی حالت ایسی ہے جیسے آنکھیں میٹے ہوئے باز
 جو کہ شکار کے عشق میں بھٹن رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے ٹوپی اٹھا
 دی جاتی ہے اور وہ شکار کو دیکھ لیتے ہیں اس وقت تو ان کی یہ حالت
 ہوتی ہے کہ پہاڑوں کا چکر لگاتے ہیں اور شکار کو گرفتار کرنے کے لیے امکانی جدوجہد
 کرتے ہیں یا یوں کہو کہ رغبات کی مثال بیمار کی سی ہے کہ بیماری کی حالت میں اسکی
 خواہشات بالکل دبی ہوئی ہوتی ہیں اور اسکی طبیعت سراسر صحت کی طرف
 متوجہ ہوتی ہے۔ مگر جب وہ روٹی، سیب، خربوزہ وغیرہ ماکولات دیکھتا ہے
 تو اسوقت خواہش کو حرکت ہوتی ہے اور خواہش تلهذ اور خوف بدر پر ہیزی دہن

کی آپس میں جنگ ہوتی ہے پس اگر بیمار صاحب ہمت ہو اور اپنے کو بد پر ہیزی سے روکی سکتا ہے تو اس کو ان کے دیکھنے میں فائدہ ہے کیونکہ اس سے طبیعت میں آفتاب پیدا ہوتا ہے اور اس سے اس کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر تحمل کی قوت کمزور ہے تو اس کا نہ دیکھنا ہی اس کے لیے بہتر ہے جس طرح کہ بے زرہ شخص سے تیر کا دور رہنا اچھا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہے :

جس وقت مرغوبات ناقابل حصول ہوتی ہیں اس وقت رغبات کو سکون ہوتا ہے اور جس وقت وہ قابل حصول ہوتی ہیں اس وقت ان میں حرکت پیدا ہوتی ہے اب اگر مرغوبات منہی عنہ ہوں اور قوت صبر ہی ہو تو ان کا موجود ہونا اس کے لئے نافع ہے کیونکہ اس سے کف عن المعاصی مستحق ہونگے اور وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ اور قوت صبر کو ترقی ہوگی — کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس قوت سے کام لیا جاتا ہے اس کو قوت ہوتی ہے اور اگر قوت تحمل ضعیف ہے تو اس کا نہ ہونا ہی اس کے لیے بہتر ہے کیونکہ اگر اس صورت میں اجر کا مستحق نہ ہوگا تو معصیت کا مرتکب بھی نہ ہوگا۔

(فائدہ) اس مقام پر یہی بتلانا ضروری ہے کہ مولانا نے جو معاصی کی موجودگی کو صابر کے حق میں مفید بتلایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر بلا اختیار ایسی صورت پیش آجائے کہ اس میں وہ معصیت کا ارتکاب کر سکے اور ایسی صورت میں وہ تحمل سے کام لے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں بہتر ہوگا اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی قدرت علی المعصیت حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ قادر ہو کہ اس کے بچے — مثلاً کسی عورت کو زنا پر اس غرض سے رضا مندر کرے کہ جب یہ رضا مندی ہو جائیگی اور مجھے پوری قدرت حاصل ہو جائے گی تو میں با اختیار خود اس کے بچوں کا اور اجر حاصل کر دوں گا کیونکہ ایسا

کرنے کی نہ اجازت ہے اور نہ یہ مفید ہے بلکہ یہ ایک شیطانی فریب ہے جس سے وہ دینداروں کو دھوکہ دیکر معاصی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خوب یاد رکھو! خیر اب لوٹنا چاہیے اور حکایت کو ختم کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ طاؤس کس جواب میں کیا کہا۔ اچھا اب طاؤس کا جواب سنو! تاکہ تم کو وہ کلام معلوم ہو جو ہر قسم کی بھلائی کو منقضی ہے۔

شرح جب وہ رونے سے فارغ ہوا تو اس کی بھلائی کو منقضی کیا کہ جانیے اپنا کام کیجئے آپ حقیقت شناس نہیں بلکہ صرف رنگ بو میں۔

محبوس میں اور انہی کو آپ قابل قدر سمجھتے ہیں آپ یہ تو دیکھ رہے ہیں کہ میرا حسن مٹ رہا ہے مگر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سینکڑوں بلائیں مجھ پر انہی پردوں کے سبب نازل ہوتی ہیں۔ بہت سے بے رحم انہی پردوں کے لیے ہر طرف میرے لئے جال بچھاتے ہیں اور کتنے ہی تیر انداز انہی پردوں کے سبب مجھ پر تیر چلاتے ہیں۔ پس جبکہ میں ان تقدیرات اور مصائبِ فتن سے بچنے کی قدرت اور تحمل نہیں رکھتا تو یہی بہتر ہے کہ میں بد صورت ہو جاؤں تاکہ میں اس جنگل اور کھسا میں مامون ہو جاؤں اور میں اپنے پر ایک ایک کر کے اکھڑتا ہوں تاکہ نالائق لوگ مجھے جال میں نہ پھانسیں۔ کیونکہ میں نے نزدیک جان پر وبال سے بہتر ہے کیونکہ جان تو باقی رہنے والی شے ہے اور جسم تو بگڑے ہی گا آج نہ بگڑے گا۔ کل بگڑیگا۔ اسلئے جال کا بچنا ضروری ہے۔

اب میں اس کا راز بتلاتا ہوں کہ پردوں کی بدولت مجھ پر آفت کیوں آتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ذریعہ ہیں میرے عجب اور خود بینی کا اور خود بینی خود بینوں کے لیے سینکڑوں بلائیں کھینچ لاتی ہے۔ کیونکہ خود بینی خود نمائی پر آمادہ کرتی ہے اور خود نمائی یا لوگوں کے اندر حرص پیدا کرتی ہے یا حسد۔ اور حرص و حسد

دونوں سے آدمی کو ضرر پہنچتا ہے۔ اسلئے خود بینی سے خود بین کو نقصان پہنچتا ہے
 بنا بریں مجھے بھی ضرر ہوتا ہے کیونکہ میری خود بینی سے خود نمائی پیدا ہوتی ہے اور
 خود نمائی سے لوگوں کو حرص ہوتی ہے اور وہ میرے در پرے ہوتے ہیں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اس مور کے لیے پر
 موجب ہلاکت تھے یوں ہی ناقصین کے لیے کمال علمی و عملی مالی و جاہی موجب
 ہلاکت ہے کیونکہ وہ منافع کی خاطر مضار کو نظر انداز کر دیتے ہے اور گو وہ کمال
 شرط اعتبار ہے اور اختیار محمود ہے اسلئے بھی محمود ہے۔ مگر مقدمہ محدودیت
 اختیار علی الاطلاق صحیح نہیں بلکہ اختیار اسی کے لیے محمود ہے جو تقوٰی کے بارے
 میں ضابطہ ہو۔ اور تجنب عن المعاصی پر قدرت رکھتا ہو لیکن جبکہ حفظ نفس اور
 تقویٰ نہ ہو اس وقت اختیار محمود نہیں ہے لہذا سامان معاصی کو دور کرنا چاہیئے
 اور اختیار کو ساقط کرنا چاہیئے۔

شرح ہاں! طاؤسؑ کہا کہ میرے اختیار یہ عیب کا منشا اور محل ظہور
 میرے پر ہیں اسلئے میں ان کو اکھڑتا ہوں کیونکہ یہ تو میری
 جان کے در پرے ہیں۔ ہاں جو اپنی طبیعت پر قابو رکھتا ہے اسکو یہ مضر
 نہیں کیونکہ وہ انہیں کا عدم سمجھے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پر اس کو خرابی
 (عجب) میں مبتلا نہ کریں گے پس اس کے لیے ان کا ہونا کچھ مضر نہیں اسلئے
 کہنا چاہیئے کہ تو ہر مت اکھڑ۔ کیونکہ اسکی پاس تیر بلا کے روکنے کی ڈھال یعنی صبر
 تحمل موجود ہے پس اگر کوئی تیر آئے گا تو وہ ڈھال پر روک لے گا لیکن میرے
 لیے یہ عمدہ پر دشمن ہیں کیونکہ میں اسکو جلوہ گری سے روکنے پر قادر نہیں۔ اسی
 لیے کہیں جلوہ گری کرتا ہوں اور لوگ مجھے دیکھ کر لپکتے ہیں اور میرے در پر ہمت
 ہیں۔ ہاں اگر صبر اور نگہداشت طبیعت پر مجھے قدرت ہوتی تو اس اختیار کے

جو کہ مجھے عجب کے متعلق حاصل ہے میرے لئے شائقِ فکر تھا حاصل ہوتی —
 کیونکہ حفاظتِ جان کے ساتھ حُسن بھی محفوظ رہتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ
 میری حالت ایسی ہے جیسے لڑکا۔ یا ست جو کہ اپنی بے عقلی کے سبب فتنوں میں
 پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں تیغِ اختیار میرے ہاتھ میں مناسب نہیں
 ہے۔ ہاں! اگر مجھے عجب سے باز رہنے والی عقل حاصل ہوتی تو تلوار میرے
 ہاتھ میں موجبِ فتنہ ہوتی۔ القصہ! تلوار کو صحیح طور پر کام میں لانے کے
 لئے ضرورت ہے ایسے عقل کی جو آفتاب کی طرح روشن ہو جو کہ مجھے حاصل
 نہیں۔ تو جب کہ مجھے عقل روشن اور وصفِ راستی حاصل نہیں۔ ایسی
 حالت میں مجھے تلوار (اختیار) کیوں رکھنی چاہیئے اور کیوں نہ کنوئیں میں ڈال
 دینی چاہیئے۔ پس اب میں ڈھال سنوار کر کنوئیں میں ڈالتا ہوں۔ کیونکہ اگر
 ایسا نہ کروں گا تو ایک روز یہ میسر دشمن کے ہتھیار ہو جائیں گے۔

اور جبکہ میں قوتِ صبر اور مددِ عقل اور عقلِ حامی نہیں رکھتا تو وہ مجھ
 سے تلوار لے لیگا اور میسر مارے گا — خلاصہ یہ کہ میرا اختیار متعلقِ عجب
 میرے دشمن کا مبین ہو کر مجھے ہرزہ پہنچائے گا۔ اسلئے اس اختیار کو فنا
 کر دینا لازم ہے پس میں اس بے حیا نفس کی خواہش کے خلاف جو کہ منہ کو نہیں
 چھپا سکتا منہ لوجہتا ہوں تاکہ میرا جمال و کمال کم ہو جائے اور جب وہ نہ رہے
 تو اسکی بدولت میں مصیبت میں نہ پڑوں پس جبکہ میں اس نیت سے منہ ..
 لوجہتا ہوں تو کچھ گناہ نہیں کیونکہ مقصود اس تغیرِ خلق اللہ نہیں۔ بلکہ منہ کا چھپانا
 مقصود ہے — ہاں اگر میرا دل کمال کو چھپانے کی خصلت رکھتا تو میرا لئے
 خوب صفائی بڑھاتا۔ لیکن جب میں اپنے اندر قوتِ صبر اور عقل و صلاح نہ دیکھی
 اور دشمن کو دیکھا تو میں نے مجبوراً ہتھیار توڑ ڈالے تاکہ میری تلوار اس کے لیے کمال نہ ہو جائے

اور تاکہ میرا خنجر میرے لیے وبال نہ ہو جائے پس چونکہ میرا نفس میرا
دشمن ہے اسلئے جب تک میں زندہ رہوں گا اس سے بھاگتا رہوں گا یعنی اس
سے بچنے کی تدبیریں کرتا رہوں گا کیونکہ خود اپنے سے بھاگنا کچھ آسان نہیں۔
بلکہ سخت مشکل ہے اسلئے کہ جس کا دشمن اس کا غیر ہو اور اس کو وہ بھاگتا ہو۔
اسکی تو یہ حالت ہے کہ جب اس کو جدا ہو گیا سکون ہو گیا۔ اور بھاگنے کی ضرورت
نہ رہی۔ مگر جبکہ میرا نفس ہی دشمن ہے اور میں ہی بھاگ رہا ہوں تو یہ زحمت
تو ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور ہمیشہ مجھے بھاگنا پڑے گا کیونکہ جس شخص کا
دشمن خود اس کا سایہ ہو اس کو نہ ہند میں چین مل سکتا ہے نہ فتن میں نہ
کہیں اور۔ اسلئے اسے ہمیشہ بھاگتے رہنے کی ضرورت ہے۔

ملکہ درصفت۔ وہ بخود

لہذا ہنر اور شریعت میں
جنھوں نے اپنا وجود جو
حق میں اس طرح فنا کر دیا
ہے جس طرح ستارے دن
کے وقت سورج کے فزین
نہ بھاگتے ہیں۔ چوتھی صفت
جب فنا کی حالت حاصل ہو
جاتی ہے تو وہ اس طرح
بے سایہ ہو جاتا ہے جس
طرح آفتاب نہ ہوتا ہے۔

۱۱۱ فقرہ نوی جزوہ انصاف

انہی صفات، صفات حق میں
فنا کر چکے تھے لہذا ان صفات
کے اعتبار سے انھیں جزوہ انصاف
مائل تھا جو حضور کے لئے
باعث نور تھا تو جزوہ انصاف کی
خاصہ اور خصلت فیض کی طرح
بے سایہ تھی شمع جب شمع
مستور شدہ ہو جاتے تو اس
مکان میں نہیں رہتا ہے۔ جو کہ
شمع کا نور اور سایہ اس
ذات کی شمعوں میں گہرا
جس نے شمع بنائی تھی۔

درصفت آں بنخوداں کہ از شر خود و ہنر خود ایمن شدہ اند
ان بنخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ
کے فانی اند اور بقائے حق سبحانہ ہیچوں ستارگان کے فانی
کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی
اند بروز در نور آفتاب و فانی را خوف آفت و خطر نباشد
میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناش از فقر پیرا نشود
جسکے اس کی فنا فقر سے آراستہ ہو جائے
فقر فخری را فنا پیرا نشود
فقر فخری کے لئے فنا نیست بنی
شمع چوں گردد زبانہ پاؤں سر
شمع جب کہ سر پہ پاؤں تک خمد بن گئی
موم از خویش وز سایہ در گزیت
موم ہستی اور سایہ سے جدا گئی

سے گفت۔ شمع سازنے شمع
 سے کہا کہ میں نے تجھے ناکے
 لئے بنایا تھا اس نے کہا کہ
 اس میں میں نہ ہو سکتی ہوں۔
 اس شمع نے یہ دعائی شمع
 حقیقی شمع ہے مادہ اور
 فانی شمع حقیقی نہیں ہے۔
 شمع چون شمع جب اپنے آپ
 کو آگ میں خاک کر رہی ہے تو
 اس کو کوئی نشان باقی نہیں
 رہتا پس حال فانی کی اشک
 ہے بہت۔ نور جان اور
 نور شمع میں یہ فرق جو شمع کا نور
 شمع کے وجود سے الگ ہے
 بلکہ اس نور سے جس طرح نور
 ہونے کے وقت آگ کے
 شعلہ سے فنا کا یہ نور ہو
 جاتا ہے اسی طرح جب جان
 میں نور حق ہو جاتی ہے تو
 فنا کا سایہ اس سے دور ہو
 جاتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام
 ہے اس کا سایہ ہوتا ہے چاہے
 نور یا خاص ہے اس کے ساتھ
 سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بغیر
 جب جان مقام فنا حاصل
 کر لیتی ہے تو جس کی کائنات
 دور ہو جاتی ہے اور وہ چاند
 کی طرح ہو جاتی ہے۔ آرزو
 اگر روح کسی وقت خودی
 کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو
 اس میں آرزو میں کائنات پیدا
 ہو جاتی ہے جو فنا کا رہتا ہے
 اور اس نور کو بعض ایک خیال
 وجود رہ جاتا ہے۔
 شمع کو تمام ابراہیم علیہ السلام
 چاند کو فنا کر کے روح سے کر دے
 برحقا ہے اور روح میں کا
 چاند پہلے رات کا سایہ مٹا دینے
 لگتا ہے پس خودی کی صورت
 میں نور جان کی کیفیت ہو جاتی

گفت از بہر فنایت رختیم
 اس نے کہا میں نے تجھے ناکے بنا دیا ہے
 ایں شمع باقی آمد مفرض
 یہ فانی (بابت) شمع وانی ہے
 شمع چون در زار شد کئی فنا
 شمع جب آگ میں باقی نہ رہتی ہو سکتی
 بہت اندر دفع ظلمت آشکار
 مادہ کی کو رنگ کرنے میں واقع ہے
 بر خلاف موم شمع جسم کاں
 جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیلئے کر دہ
 ایں شمع باقی و آن فنایت
 یہ شمع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے
 ایں زبانہ آتشے چون نور بود
 کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے
 ابر را سایہ بیفتد بر زمین
 زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے
 بی خودی بے ابریت کینک خواہ
 بے نیک خواہ، بی خودی بے ابر کے ہو جاتا ہے
 باز چون ابر بے بساید راندہ
 پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آ جاتا ہے
 از حجاب ابر نورش شد ضعیف
 اس (چاند) کا نور ابر کے رہنے کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے
 مرغی چاہے می نماید ز ابر در گرد
 ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے چاند ایک خیال مدہ ہو جاتا ہے

گفت من ہم در فنا بگرختیم
 اس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا
 نے شمع شمع فانی عرض
 یہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شمع
 نے اثر بینی ز شمع و نے فیبار
 قرینہ شمع کو نشان دیکھ گا۔ روشن
 آتش صورت مومے پائدار
 کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے
 تا شود کم گردد افزوں نور جا
 جس قدر گھٹے گا، جاں کا نور بڑھے گا
 شمع جاں را شعلہ ربانیت
 جان کی شمع کا شعلہ۔ خدائی ہے
 سایہ فانی شدن زود دور بود
 فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے
 ماہ را سایہ نباشد ہفتین
 سایہ چاند کا ہفتین نہیں ہوتا ہے
 باشی اندر بخودی چون قرص ماہ
 تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا
 رفت نور از مر خیالے ماندہ
 چاند کا نور چلا جاتا ہے اس کا ایک خیال رہ جاتا ہے
 چون ہلائے گشت آں بدتر لایف
 وہ جو حد تک بڑھ جائے گی ایک چاند کی طرح ہو گی
 ابر تن مارا خیال اندیش کرد
 جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

اور وہ جان اس قدر بڑھے جس قدر اس کی شمع میں جسم کے موم کی شمع ہو جائے گی اور جان
 اور نور شمع فانی ہے اور جان فانی شعلہ سے شعلہ ہے جو قائم و دائم ہے۔

لطف مہ نگر کہ اینہم لطف آؤ
چاند کی مہرانی رکھو یہ جس میں اس کی مہرانی ہے
مہ فراغت دار و از ابر و غبار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے
ابرا مارا شد عدو و صہم جاں
ابر مہاری جان کا دشمن اور غمناک ہے
خور را ایں پردہ زالے می کنند
یہ پردہ خور کو بڑی عورت بنا دیتا ہے
ماہ مارا در کنار عز نشانہ
چاند نے جس عزت کے پہلوں میں بھاڑا
ابر را تابے اگر بہت از مہ آ
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی طرح ہے
نور مہ برابر چوں منزل شد
چاند کا نور چونکہ ابر پر چڑھ گیا ہے
گرچہ ہم رنگ مہ آ و دولتی ست
ابرا اگرچہ چاند کا ہم رنگ ہے اور صاحب دولت ہے
در قیامت مہر و مہ معزول شد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے
تا بداند ملک را از مستعار
تاکہ حکمت کی چیز کو ان کی ہوائ سے متاثر نہ کرے
وایہ عاریت بود ورنے سہ چار
دایہ تین چار روز کے لئے ماضی ہوتی ہے
پر مین ابرست پر دست و کشیف
میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور کشیف ہیں
برنغم پر زانو لطفش را ز راہ
میں بھول اور اس کے لطف کو راست سے ہٹانا پڑا

کہ گفت ادا ابر ہا مارا عدوت
کہ اس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں
برفس را ز چرخ دار و مہ مدار
چاند کا محور آسمان کی ہندی پر ہے
کہ کند مہ را ز چشم ما نہال
کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھلکا دیتا ہے
بدر را گم از ہلائے می کنند
چرخ میں کے چاند کو بھی ماکے پائے کمر کر دیتا ہے
دشمن مارا عدوئے خوش خوانہ
ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ کر دیتا ہے
ہر کہ مہ خواند ابرا را و کہر است
جو ابر کو چاند کہے وہ گمراہ ہے
زوی تارکش زدم ببدل شد
اُس کا تارکش بہرہ دہانہ کی وجہ سے تبدیل ہو گیا
اندرا براں نور مہ عاریتی ست
(یعنی) ابر میں چاند کا نور ماضی ہے
چشم در وصل ضیا مشغول شد
آنکہ وصل روشنی میں مشغول ہو گئی
وین رباط فانی از دال انقرا
اور اس فانی رشتے کو ہمیشگی کے گمراہ
مادر امارا تو گیر اندر کنار
لے آہن! تو ہمیں گرد میں لے لے
زالعکاس لطف حق شد او لطف
اللہ کے لطف کے شکر میں ہونے سے لطف بن گئے
تا بہ بنیم حسن مہ را ہم زماہ
تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں

ہے۔ جہاں ابرا اور گرد کے محاب
کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی
مسرت رہ جاتی ہے یہ خیالی
جسم کے ابر کی وجہ سے نہ ہوتا
کا ہے۔ لطف۔ یہ اشد تانی
کا کہ مہر کو حق پرورد کو اس
نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اس
کے عدو کے دشمن ہونے کے کوئی
سبب نہیں ہیں کیونکہ ان کی فطرت
دشمنیت پر مشتمل نہیں ہو سکتی وہ تو
مومنین کے دشمن ہیں۔ جہاں
پر گرد و غبار کوئی دشمن نہیں ہے
وہ تو بھینچاؤں کا ڈب ہے۔
لہ تو میر۔ قیامت کا درد
وہ جو فطرت کا سایہ اور کس
گرجہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہرگز
مائل ہو گئی ہے لیکن یہ ماضی
ہے۔ وہ قیامت جب صرف
لا تہ حق باقی رہ جائے گی
جب کہ یقین آ جائے گا
کہ دوری چیزوں کا دور ماضی
ماضی تھا۔ تباہ کرنے والے بن گیا۔
فانقرا۔ عالم آخرت۔
لہ دایہ۔ وہ چیزیں جو
دنیا میں الماس نامہ تھیں
ہے۔ آذر۔ یعنی حضرت حق
تعالیٰ جس کی ہر حالت میں محبت
مائل ہے۔ چرخ۔ یہ مہر کا
مقلوب ہے یعنی دنیاوی مہر کا
صدور صفات میرے لیے مہر
ابر کے ہلنے میں اُن کو دور
کہ کے ہیں چاند کے حسن کو براہ
راست شراہہ کہنا چاہتا ہوں۔
حق تعالیٰ ہم۔ ماضی صورتیں
مجھے دکھا رہیں ہیں میں موتی
صفت ہوں میں دایہ کا نور شگاہ
نہیں ہوں براہ راست مائل
سے شغفہ رہ جاتا ہوں
حق تعالیٰ میں مظلوم کے
ذریعہ ظاہر کا جبرہ نہیں چاہتا

— لہ ابر۔ ابر دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اس کی عبادت سے چاند کو بھارتا
ہے۔ حور۔ یہ ابر جاری تقریباً ایک سو پچاس جز کر ہوتا ہے اس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا
ہے۔ زنگ۔ بڑی۔ آہ۔ عدو نے مجھے دشمن کو اپنا دشمن قرار دے کر ہماری عزت افزائی کی۔ جہاں ابرا۔ قیامت میں

ہوں براہ راست اس پہلو
چاہتا ہوں، نظر ہر چہ
کر لوگ بنا ہو گئے ہیں۔
سے باکر۔ اگر ذات حق سے
واسطہ استفادہ ہو تو ایسے
شیخ کے ذریعہ جو ہر بات
باشد ہر تاکہ وہ حجاب نہ
ہیں کیے تشریف لیں نہیں کا
وجہ بات باشد ہر اور دینی
قوات کے اعتبار سے ناں جو
لے آں چنان شیخ کا
ابر ہے کسی ایسا ہے جو
آسمان کے ہر گہر چو چکا
باش ہر نظر کہ ہر شیخ اسطرح
نظروں سے غائب تھا یہ کہ
آئینہ کے شمشیر ہر گہر
جو چکا ہے جو پے ذکر دیا
گیا ہے۔ جو۔ اس ہر ہر
تھا یہ کسی میں اس کی ہر
بال نہیں جب ماضی صبر
کون ہے تو اس کے صبر کی
ہو جس ماضی ہر ہے کہ
نہ ہر ہے لیکن نہیں ہر
نہیں ہے۔
لے پڑے ہر کا مقدر
کہ ہر ہے ہر ہر ہر
سرمہ ہے کہ ہر ہر
فیاض اندر ہر ہے ہر
سرمہ ہر ہر اور ہر
اور ہر کا خلق ہے ہر
لہا کی۔ دوسروں کے خلق
کی خاطر جان قربان کیا ہر
ہے۔ جو دینا اور دین لینے
شکر نہ ہر ہر ہر
آپے۔ اگر لوگوں کی کہیں
دور ہر ہر ہے ہر
دینا اور ہر کی خاطر ہر
کہ ہر ہر ہر ہر
مناسب نہیں ہے۔

من خواہم دایہ مادر خوشترست
میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے
من خواہم لطف مر از واسطہ
میں چاہتا لطف اور واسطہ نہیں چاہتا ہر
یا مگر ابرے بگیر دغوی ماہ
یا ابر ہر ہر کی غفلت ماضی کرے
صورش بنماید اور در وصف لا
وہ اپنی صفت "لا" کی صفت میں دیکھائے
آں چنان ابرے نباشد پڑہ
اب ابر حجاب نہیں ہر ہر
آں چنان کا در صبح روشنی
جس طرح کہ روشنی کی سی میں
معجز پیغمبری بوداں بقا
وہ سیرانی پیغمبر کا سمجھ نہ تھی
گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما
ہر ہر آسمان سے نہ کہیں
بود ابر و رفتہ از مے خوی ابر
اب تھا یہ کسی اس سے ہر کی صفت ہر ہر
تن بود اتانی گم گشت ازو
جسم ہوتا ہے لیکن حقیقت اس سے ہر ہر
پیرے غیر ست سر از بہر من
پیرے کے ہیں، سرمہ سے لے ہے
جاں خدا کردن برائے صید غیر
دوسرے کے شکار کرنے جان قربان کرنا
ہیں مشوچوں قندیش طویلا
خبردار! ایسا ہر ہر کہ طویل کے سامنے شکر
یا پے آختنت و شام باش و خطا
یا آختنت اور شام باش اور خطا ہر کے

موسم من دایہ من مادرست
میرا موسمی ہوں، سہری دایہ ماں ہے
کہ ہلاک خلق شد ایں رابطہ
کیونکہ یہ واسطہ رنگوں کیلئے ہلاکت کا سبب بنا ہر
تا مگر دوا و حجاب روی ماہ
تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے
ہم جو جسم انبیا و اولیا
جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے
پردہ در باشد معنی شود مند
حقیقتاً پردہ کے چاک کرنا (اور مضبوط ہر)
قطرہ می بارید و بالا ابرنی
بارش ہو اور ابر ابر نہ ہو
گشتہ ابر از نحو ہر نگ سما
فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہر گہر ہر
گفتہ آمد شرح آں در ماجرا
اس کی تشریح پہلے گزیر چکی ہے
ایں چنین گردتن عاشق بصیر
عاشق کا جسم مہر کے زیر سایہ ہی ہو جاتا ہے
گشتہ بڈل رفتہ از مے گم گشت
وہ تبدیل ہو گیا اس کا رنگ ہو جاتا ہر
خانہ سمع و بصیر استون تن
بصیر (سمع اور بصیر کا خانہ) اور جسم کا ہر
کفر مطلق واں و نو میدی زخیر
ہر کفر ہر اور عیسے سے نا آئیدی
بلکہ زہرے خوشوایمن از ریاں
بلکہ زہر ہر، انھما سے صفہ ہر ہر
خویشتر مراد کن پیشی کلاب
اپنے آپ کہ نکلوں کے سامنے مراد بنا ہے
جیسے انبیاء اور اولیاء ہر ہر۔ ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ ہر
کہا کہ کرنے والی ہوتی ہے۔

پیش حضرت کشتی برائے آن شکست
مغز نے کشتی اس نے قوی
نقر فخری بہر آن آمد سنی
نقر میرا نقر ہے، اسی نے بہتر بنا
گنجہارا در خرابی زان نہند
خوافوں کو دیرانے میں اسی نے رکھے ہیں
یزد تانی کس در و خلوت گین
قریب نہیں آکا دیکھتا ہے جا خلوت اختیار کرے
زانکہ تو ہم نغمہ ہم نغمہ خوار
کیونکہ تو نغمہ نہیں ہے اور نغمہ آکا بنو لا ایں ہے

تا کہ آن کشتی ز غاصب باز رست
کرد غاصب بادشاہ اسے نکاح
تا ز طما عال گریزم در غنی
تا کہ ہمیں سے ادا غنی کی جانب گریز کر دین
تا ز حرص اہل عمراں وارہند
تا کہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پہنچا
تا نگردی جملہ خرج آن ایں
تا کہ تو اس اور اس کا خرچ نہ بنے
آکل و ماکولی اے جان مشا
اے پیاسے برش کر: تو کھانے والا اور نپا ہے

سے پس۔ خضرہ مقرر ہے
ماتم کشتی کو دینی ہے میدان
بارا تھا کہ وہ دنیا و ظالموں
کی دست برد سے محفوظ
انسان لایکا چوروں سے
محفوظ رہتا ہے

شرح

اوپر مولانا نے سایہ کو دشمن فرمایا تھا اور دشمنی سے مراد دشمنی
نفس تھی جو سایہ کی طرح غیر متکب ہے۔ (ب اس دشمن سے
نجات پانے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس وقت آدمی ترک
جاہ کر کے تذلل و تمکن اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا جسم فنا فی الروح
سے مزین ہوتا ہے اور غلبہ روحانیت سے اقتضائات روح حاصل کر لیتا ہے
تو وہ یوں ہی سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سایہ معروف سے کما ہوا مشہور — اور جس وقت آدمی کا وہ فتنہ کو
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ فرمایا تو زیور فنا سے آراستہ ہو جاتا ہے تو آدمی
سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے۔ جیسے شعلہ شمع سایہ معروف ہے۔

ان دونوں تشبیہوں میں تو مشبہ بہ ابتدا ہی ہے سایہ ہے اب ہم اس مضمون کو ایسی تشبیہ سے سمجھتے ہیں جس میں
اول با سایہ ہوا اور پھر فنا ہو کر بے سایہ ہو گیا ہوا اور کہتے ہیں کچھ جو وقت مہم سر پاؤں تک شعلہ بن جاتا ہے
تو اب وہ بے سایہ ہو جاتا ہے اور سایہ اس کے پاس بھی نہیں بھٹک سکتا اس شخص کی خاطر جس
شمع بنائی تھی۔ اپنی ہستی اور سایہ کو چھوڑ کر۔

شعاع کے اندر پناہ لیتا ہے اور جس وقت کہ شمع گر بزبانِ حال کہتا ہے کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا تو وہ بزبانِ حال جواب دیتا ہے کہ میں نے بھی فنا ہونے میں کمی نہیں کی۔ بلکہ میں نے خودی سے بھاگ کر فنا میں پناہ لی ہے۔ پس یہی حالت شمع جسم کی شعلہ روح کے نسبت ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں یہ حالت بالاولیٰ ہوتی ہے کیونکہ شعاع روحانی مفروض شعاع باقی ہے نہ کہ شعاع شمع فانی و شل عرض فی عدم البقار۔ پس جبکہ شعاع فانی میں یہ خاصیت ہے کہ شعاع باقی میں تو بالا والے ہوگی۔

ہم نے شعلہ شمع کو فانی اور نور روح کو باقی اسلئے کہا کہ جب شمع آگ میں بالکل حل ہو جاتی ہے تو نہ شمع کا ہی نشان رہتا ہے نہ نور کا۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ آتش ظاہر ہے موم کے ساتھ قائم ہو کر دفع ظلمت کرتی ہے پس جب موم ہی نہ رہے گا تو آگ ہی باقی نہ رہے گی۔ برعکس موم شمع جسم کے کہ وہ جس قدر کم ہوتا ہے اور اسکے اقتضامات جس قدر مغلوب ہوتے ہیں اتنی ہی نور روح کو ترقتی ہوتی ہے پس نور روح شعلہ باقی ہے اور نور شمع شعلہ فانی۔ اور شمع روح کا شعلہ باقی کیوں نہ ہو وہ تو نور ربانی سے مشعل ہے جس کے لیے فنا ہی نہیں پس جبکہ یہ شعلہ آتش روحانی نور حق سبحانہ ہے تو لامحالہ سایہ فنا اس کے دور ہوگا اور وہ گم ہونے سے مامون ہوگا۔

اب ہم اصل مقصد کو دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُبر کے لیے سایہ ہوتا ہے چاند کے لیے سایہ نہیں ہوتا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ خودی اُبر ہے اور بے خودی فنا۔۔۔ عدم ابر۔ پس جب تم بے خود اور فانی ہو جاؤ گے تو اس وقت تم بے اُبر چاند ہو گے۔ اور اس وقت تمہارا سایہ۔۔۔ (یعنی نفس) نہ ہوگا جو تمہارا دشمن ہے پس تم خودی کو چھوڑ کر اس دشمن سے

پہنچ سکتے ہوں اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مفید باتیں استطراداً بتلا دی جائیں۔ سو کہا جاتا ہے کہ جب چاند پر اُبر آجاتا ہے تو چاند کا نور غائب ہو جاتا ہے اور چاند بمنزلہ خیالی چیز کے ہو جاتا ہے اور پردہ اُبر سے اس کا نور مضاعف ہو جاتا ہے اور بدر کو جو اصل حال نور کے بمنزلہ ہلال کے ہو جاتا ہے۔

اور اس اُبر و گرد کے سبب وہ بمنزلہ ایک خیال کے ہو جاتا ہے جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اُبر تن یعنی غلبہ جمائیت نے ہم سے ماہتاب حقیقی کو چھپ دیا۔ اور اسکو ہماری نظر میں ایسا کر دیا جیسا خیال۔ مگر ماہتاب حقیقی کی عنایت دیکھو۔ کہ ہم مجبورین سے اپنا کس درجہ ارتباط ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُبر ہائے اجسام ہمارے دشمن ہیں۔ حالانکہ وہ اُبر و غبار سے فارغ ہے اور ہماری ربوبیت پر اس کا دورہ ہے جہاں تک اس اُبروں کی رسائی نہیں ہو سکتی اور اسلئے وہ انکی دشمنی سے غیر متاثر ہے۔ بلکہ اُبر مذکور ہمارا دشمن جانی ہے کہ ماہتاب حقیقی کو ہم سے پوشیدہ کرتا ہے اور اُس حور کی طرح حسین کو ہماری نظر میں بڑھیا کی طرح کر یہہ الشکل بنا دیتا ہے اور اس بدر کو ہلال سے بھی کم کر دیتا ہے یکنے ماہتاب حقیقی نے ہم کو آغوشِ عزت میں بٹھلایا۔ اور ہم کو سرفرازی بخشی کہ ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہا جو کہ اسکے کمال کی ذرہ نوازی ہے۔

اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا مناسب ہے کہ ممکنات میں جو کچھ بھی کمال ہے وہ پرتو ہے حق سبحانہ کا۔ اور وہ کمال اس کا ذاتی نہیں ہے اسلئے جو کوئی کسی ممکن کو خدا سمجھ جائے وہ گمراہ ہے جیسے آتش پرست، ستارہ پرست وغیرہ کیونکہ ممکنات بمنزلہ اُبر کے ہیں اور حق سبحانہ بمنزلہ ماہ کے۔ اور اُبر میں جو کچھ روشنی ہوتی ہے وہ اسکی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ پرتو ہوتا ہے چاند کا۔

ایسی صورت میں اگر کوئی اُبر کو چاند کہے اسکی غلطی ہے کیونکہ چاند کا نور اُبر پر

پڑا ہے اس سے اس کا لئے تاریک منور ہو گیا ہے۔ پسے گودہ برنگ ماہ اور دولت نور سے مالا مال ہو گیا ہے مگر باایں ہمہ وہ نور اس کا ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ مستعار اور ماہ سے ماخوذ ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت میں چاند اور سورج سے نور نہیں لیا جائے گا۔ اور آنکھ منبع ضیاء یعنی حق سبحانہ کا نظارہ کریجی تاکہ اسکو معلوم ہو جائے کہ یہ نور ان کی ملک نہ تھا بلکہ مستعار تھا اور وہ معلوم کر لے کہ دُنیا سرائے فانی تھی اور آخرت دار البقا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ دُنیا محل نور مستعار تھی اور آخرت مقام نور اصلی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اشیاء عام کا حسن عاریتی ہے اور حق سبحانہ کا اصلی۔ پس سالک کی وہ تربیت جو ان اشیاء کے آیات اللہ ہونیکی وجہ سے ہوگی وہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ دایہ کے ہو اور حق سبحانہ کی تربیت بلا واسطہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ ماں کے ہو۔ تو اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دایہ تو دو چار روز کے لیے عاریت ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لیے تو ماں ہی ہوتی ہے اسلئے میں کہتا ہوں کہ اے ماں! تو مجھے گود میں لینے اور دایہ کو چھوڑنا ہوں۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں (و یکن ان یکن انتقالاً
 الى قصۃ الطاؤس الاقل اقرب بالنظر الى المعنی والثانی اقرب بالنظر الى اللفظ) اور کہتے ہیں کہ بیان بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے کمالات مستحسنہ عند الخلاق جو کہ بمنزلہ پرتاؤس کے ہیں۔ فی نفسہ ابر اور پردہ حق سبحانہ اور کشف ہیں اور حق سبحانہ کے لطف کے عکس لطیف اور پاکیزہ ہو گئے ہیں پس ہمیں ان پردوں کو اور ان کے لطف کو رستہ سے ہٹانا چاہیئے تاکہ ہم ماہتاب حقیقی سے براہ راست حسن کا مشاہدہ کر سکیں ہمیں اس دایہ کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لیے تو ماں ہی اچھی ہے کیونکہ ہم بمنزلہ مونس کے ہیں جن کے لئے ماں ہوا

دایہ تھی اسلئے ہماری دایہ بھی ماں ہی ہے۔ ہم لطف ماہ حقیقی کو ابر کے توسط سے نہیں دیکھنا چاہتے کیونکہ دسائط نہایت خطرناک ہیں کہ یہ بہت سے لوگوں کے لئے راہزن ہو گئے ہیں اور وہ انہی دسائط میں مشغول ہو کر رہ گئے ہیں۔

اب مولانا محایب و حضرات انبیاء و اولیاء کے شبہ کو دفع کرتے ہیں۔ جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے اور کہتے ہیں۔ لیکن وہ ابر جو ماہ کے رنگ میں رنگا گیا ہو تا آنکہ اسکی صفت جمابیت سلب ہو گئی ہو اور وہ اس ماہ کے لیے پردہ نہ بنتا ہو۔ اور صورت اسکی قائم ہو۔ مگر اوصاف معدوم ہوں جیسے انبیاء و اولیاء کے اجسام۔ اب ابر اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ ماہتاب حقیقی کا پردہ نہیں بنتا۔ بلکہ حقیقت میں وہ مظہر ماہ اور نافع ہے۔ اُس ابر کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے روزِ روشن میں آسمان سے مینہ برستا تھا اور ابر نہ دکھلائی دیتا تھا۔ یہ بارش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی اور ان کے معجزہ سے ابر برنگ آسمان ہو گیا تھا۔ اسلئے وہ واقع میں موجود تھا مگر کالمعدوم تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے پانی برس رہا ہے۔

اسکی تفصیل دفترِ اول داستان سوال عائشہ و آنحضرت میں (کما قال بحسب العلم) یادِ دفترِ سوم غلام حبشی میں (کما قال ولی محمد) میں بھی گزر چکی ہے۔ سو یہ ابر واقع میں موجود تھا۔ مگر صفت ابریت اسکی سلب ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ آسمان کو چھپاتا نہ تھا بلکہ آسمان اسکی ہوتے ہوئے بھی یونہی ظاہر تھا جیسے اسکی عدم کی صورت میں پس سے یہی حالت عشاقِ خداوندی کے اجسام کے مجاہدات کی بدولت ہو جاتی ہے کہ وہ جسم ہوتے ہیں مگر صفات و خصائص جسمیہ ان سے جاتی... رہتی ہے اور وہ بالکل بدل جلتے ہیں اور اوصاف جسمانیہ ان میں جاتے نہیں تھے ایسے اجسام راہزن نہیں ہیں۔

یہ مضمون استطرادی ختم ہوا تو پھر مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پر کمالات تو اوروں کے لئے ہیں کہ ان سے انہی کو فائدہ ہوتا ہے اور سرخود اپنے لیے۔ کیونکہ وہ گھر ہے مع دبصر کا اور ستون ہے جسم کا۔ یعنی کمالات جو مدار حیات روحانی و منافع روحانی ہیں ان کا لفع خود اپنی طرف راجع ہے پس دوسروں کے مقصود کے لیے اپنی جان دیدیتا اور کمالات روحانیہ کو کمالات لفسانیہ پر قربان کر دینا سراسر ناشکری اور ہر قسم کی بھلائی سے مایوسی کا سبب ہے۔

پس تم کو طوطیوں کے سامنے قند یعنی مرغوب مطلوب خلائق نہ بننا چاہیے بلکہ نہ ہر اور نامرغوب ہو نا چاہیے۔ اور اس طرح نقصان سے بے کھٹکے ہو جانا چاہیے اور اگر تم ایسا نہ کرو اور آفریں و شاہباش اور خطاب عزت کے لیے اپنے کو ان کتوں کے سامنے مردار بناؤ۔ یعنی نام کے لیے اپنے کو لوگوں کے اغراض کے لیے وقف کر دو تو تمہیں اختیار ہے۔ ہاں اگر بچنا چاہو۔ تو اسکی صورت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ اپنے کو نامرغوب اور قابل نفرت خلائق بناؤ۔

دیکھو! خضر علیہ السلام نے کشتی کو اسلئے ٹوڑ ڈالا تھا کہ وہ نامرغوب ہو جائے اور بادشاہ غاصب کے پنجے سے چھوٹ جائے۔ اور بغولتے حدیث نبوی الفقرفخوری فقر ہمارے لیے موجب فخر اس لئے ہے کہ ہم طامعین سے چھوٹ کر غنی (حق سبحانہ) کی پناہ میں چلے جائیں اور خزانوں کو غیر معروف اور اجاڑ مقامات پر اسی لیے رکھتے ہیں کہ آبادی کے لوگوں کی دست بردی سے بچ جائے اور اگر تم پر نہیں اکھڑ سکتے اور فقر و تذل و تمسکن اختیار نہیں کر سکتے اور اپنے کو نامرغوب خلائق نہیں بنا سکتے تو خلوت اختیار کرو اور لوگوں سے اختلاط کم کرو۔ تاکہ لوگ تمہیں بالکل نہ کھا جائیں۔ کیونکہ جس طرح تم کھانے والے ہو یونہی دوسروں کی غذا بھی ہو۔ پس تم آکل و ماکول دونوں ہو۔ اسیلئے تم کو ہوشیار رہنا چاہیے

ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں کھا جائیں اور تم انہی کی اغراض و فوائد کے لئے اپنی جان دیدے

لے پڑتی تھیں کہ اگر میرے
پروردگار کے فیصلے
اختیار کرے تاکہ طوطا
کا سرخ جی رہے اور دوسرے
بہم جو ذکر جائیں۔ تاکہ جو
انسان دوسرے کو بیٹا اور
وہ خود بھی پس جانیے
کی ہر چیز دوسرے کا شکر
اور دوسرے کو شکر بنانے
والی ہے۔

لے در میان تمام کائنات
میں ناسخ و بقاء ہے ہر چیز
دوسری چیز کو کھاتی ہے اور
ہر کھانے والی چیز دوسری چیز
کی غذا بن جاتی ہے کی چیز
کیلئے کا شکار کرتی ہے اور
اس سے فائدہ حاصل کرتی ہے
کا شکار کرنے کی فکر میں ہے
جو انسان شکاری دوسرے کو
کھانے والا ہے اس کو اپنے
کھانے والے سے بے فکر نہ
ہو، چاہے خود شکار کرنے
والا اور نہ شکار نہیں آتا ہے
لیکن اس کو غصہ کی آنکھ سے
دیکھنا چاہیے کہ تم کیوں

لے آتے ہو کہ کھانے کو
بنامہ خدائیں وہ خود ہی کی
غذا کھا رہا ہے وہ غافل
تھا۔ جزو چرساناں کے پہلے
ہے اور کوئل جو کھانے کے پہلے
ہے شکار کو قتل آہستہ
یعنی غلطی کی سی کی جاتا ہے۔

آؤ چنانچہ چرانی دھن میں
اس قدر شکار ہے کہ اپنے
دھن سے غافل ہے۔ اگر گھاس
پانی کو بہم کرتی ہے تو طوطا
کا مدد اس کو بہم کر دیتا ہے

در بیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول
اس بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور کھا
ہیچو آں مرغے کہ قصد صید مرغ میکرد و بصید مرغ مشغول بود
ہر نہ کی طرح جو مرغی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور مرغی کے شکار میں مشغول
و غافل بود از باز کر نہ کہ از پس تفای او قصد صید او
ہوتا ہے اور اس کے برعکس غافل ہوتا ہے جس کے پس پشت اس کے شکار کر لے گا
داشت انکوں اے آدمی صیاد آکل از صیاد و آکل خود
ارادہ کرتا ہے اب اسے کہتا ہے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانے والے سے غافل نہ
ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اش بنظر چشم بنظر دلیل و
ہی کیونکہ اگرچہ تو اس کو آشوبھی نہ دیکھ سکتا ہے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور محبت کی
عبرتش می بین تا چشم تیرہ باز شود انشا اللہ تعالیٰ
نظر سے دیکھ لے تاکہ تیرا ہی بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مرغی اندر شکار کر م بود
لیکھ چڑھا سارے کیلئے کے شکار میں مشغول رہتا
آکل و ماکول بود او بے خبر
وہ کھانے والا اور کھاتا اور بے خبر تھا
دزد گرچہ در شکار کالہ است
چرا اگرچہ سامان کے شکار میں مہر و فہم ہے
عقل او مشغول زنت عقل در
اس کی عقل سامان اور دواغے کے عقل میں مشغول ہے
او چنان غرق ست بود لے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے

گر خیش آب زلالے میخورد
اگر گھاس نیل پانی پیتی ہے
آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس کھانے والی اور غذا بن گئی

گر یہ فرصت یا ادا در ربود
نی کی سوغت ملو وہ اس کو ایک لمحہ بھی
در شکار خود ز صیاد و در
اپنے شکار میں دوسرے شکاری سے
شخصہ باخصامش در زبالہ است
کو قتل مع ایک دشمنوں کے انکے اوپر ہے
غافل از شخص است از آہ سحر
وہ کو قتل اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے
غافل ست از طالب جو با خود
کہ اپنے طالب اور جیسے غافل ہے

معدہ حیوانش در پی میچورد
بعد میں اس کو حیوان کا مددہ پڑتا ہے
ہمچنین ہر ہستی غیر الہ
خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

خیر اگر خدا کے علاوہ ہر چیز
دوسرے کو ن کرتی ہے اور
اس کو دوسری چیز کا کوئی
ہے۔ وہ تو قطعاً ممکنہ، اللہ کی
شان ہے کہ وہ دوسروں کو
نزدک رکھتا ہے خود خدا سے
بے نیاز ہے اس کے راکول
دنیا کی کوئی چیز اسے چھوٹنے
والے سے ملتی نہیں ہو سکتی
ہے۔ جس۔ ان فانی چیزوں
کا وجود اسے ملتا رہتا
بڑی نصیب، تاکہ چیزیں
مسائل اس کی جانب سے
ضروری ہے۔ چرخا لے۔ یہ
بات صرف بات ہی ہی
جس سے بلکہ ایک خیال
دوسرے خیال کو کہا جاتا ہے
اسے تو تالی، انسان، مسائل
اور خیالات سے کسی طرح
نہیں جاتا ہے اگر انسان خیالات
کو سمجھنے کے لئے سب سے
جاتا ہے تو وہ خیالات ان
شعبہ کی تعبیر کی طرح فانی
ہوتے ہیں جو کسی غلط فہمی
تکرس میں باہر آ رہی ہیں تاکہ
اس کے ہائی سے باہر نکلنے
پر اس کو چٹ جائیں چند
زبور انسانی خیالات کی
غلطی میں مبتلا رہتا ہے
ایک خیال اس کو ایک جانب
کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اس کو
دوسری جانب کھینچتا ہے۔
اسے کتر ہے۔ انسان کو کتر
وال چیزوں میں سے خیالات

وَهُوَ يَطْعَمُكُمْ وَلَا يَطْعَمُكُمْ حُرَاوَسْت
جو کہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلا نہیں جاتا ہے
اکل واکول کے لیکن بود
کھانا اور غذا بنانے والا کہ کس طرح ہو سکتا ہے؟
امن ماکولاں جذوباً تمست
کھانے یا پیناں کا اطمینان رکھنا کا سبب ہے
ہر خیالے را خیالے میخورد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے
توشتانی کز خیالے واری
ترہیں کر سکتا کہ خیال سے نباتات پانے
فکر زبورست آں خواب
تیرا خیال شہد کی قسم ہے اور نیند، پانی ہے
چند زبور خیالی در پرد
خیال کی بہت سی تمکیناں آؤتی ہیں
کترین اکلاست ایں خیال
یہ خیال کھا کھانے والوں میں سے سب چھٹا ہے
ہیں گریز از جوق اکال غلظ
خیر دار! بجا رہا یادہ کھانوں کی جاکے
یا بسوئے آنکھ او اس حفظیات
یا اس کی جانب میں نے حفاظت مال کر لی ہے
دست را میسار جز در دست پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑا
پیر عقلت کود کے خور کردہ است
تیری عقل کے پیر نے پکڑا نہ دانت والی ہے
عقل کامل را قریں کن باخرد
عقل کامل کو عقل کا ساتھی بنالے

نیست حق ماکول اکل محمست
تو انسانی خدا اور گھٹ پرست کھانا نہیں
زاکلے کاند رکیں ساکن بود
اس کا بنائے سے جو کھاتے میں بٹھا ہوا ہے
روداں در گاہ کو لا یطعمت
اس درگاہ میں جا کر کھلا نہیں جاتا ہے
فکر آں فکر دگر رامی چرد
اس کو فکر دوسرے فکر کر جاتا ہے
یا بخشی تا ازاں بیرون جہی
یا سو جائے، تاکہ اس سے باہر نکل جائے
چوں شوی بیدار یا زید ذباب
جب تو باغی یا بزمی آجائے گی
میکشد ایں سو و اسومی برد
ادھر کہینے ہیں اور ادھر بے باتی ہیں
واں دگر باراشناسد و الجلال
دوسرے اکھنڈ والوں کو خدا جانتا ہے
سوئے او کہ گفت مستیتم حفظ
اس کی جانب میں نے فراہم کیا ہے تیری حفاظت
گزشتانی سوئے آں حافظت
اگر تو حفاظت کر لے لے کی جانب میں نے رکھا ہے
حق شدت آں ست اوراد تنگ
اس کے ہاتھ کا انسانی ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے
از جوار نفس کاند ر پردہ است
اس نفس کے پردہ کی وجہ سے جو پردہ میں ہے
تا کہ باز آید خرد زان خوری بند
تاکہ عقل اس بری دانت سے باز آجائے

• کتر وہ چیزیں ہیں جن کا یہ حال ہے تو ہر چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ چہ۔ انسان
کیا نہ تھا کی چیزوں سے سمجھنے کے لئے خدا کا ہمارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے فکر پناہ لے
بروہ راست خدا سے نہیں فاصلہ کر سکتے ہر کوئی ہرگز یہ نہیں کہ واسطہ بناو۔

چونکہ دست خود بدست ادنی
 جبکہ تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دے گا
 دست تو از اہل آں بیعت شود
 تیرا ہاتھ اہل بیت کے ہاتھوں میں رہا ہوگا
 چون بدادی دست خود در دست
 جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا
 کوئی وقت خوشی سے کمزید
 اسے مرے : وہ اپنے وقت کا بنی ہے
 در حدیث شری حاضر ہیں
 تو اس وجہ سے حدیث میں پہنچ گیا
 پس زوہ یار مبشر آمدی
 تو "مبشر" مبشر "صحابہ میں سے ہو گیا
 تا معیت راست آید زانکہ مرد
 تاکہ خدا کی بیعت حاصل ہو جائے کیونکہ کلام
 ایں جہان و آں جہاں با او بود
 یہ جہان اور وہ جہان اس کے ساتھ ہوگا
 گفت المؤمن مع محبوبہ
 فرمایا : انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے
 ہر کجا دام ست دان کم نشیں
 جہاں کہیں دانہ اور جال ہے ، نہ بیٹھ
 لے زبوں گیر زبوتان ایں بدان
 اے ماجرؤں پر غم کرنے والے ! یہ سمجھ لے
 بگسل آں حبلے کر حص و حد
 اس زنج کو توڑ دے جو حرم اور حد ہے
 دل فرازا زرام واجبیدہ آ
 دل نے جال سے طبرک ضروری بھی ہے
 تو زبونی یازبوں گیر اے عجب
 قہر ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر غم کرنا لا

پس ز دست آکلاں بیزں جہی
 تو کھلنے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا
 کہ ید اللہ فوق آید ہر بود
 کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے
 پیر حکمت کو عظیم ست وخیر
 وہ پیر حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے
 زانکہ زو نور نبی آید پدید
 کیونکہ اس سے ہی کا نور جھلکتا ہے
 و اں صحابہ بیعتی را ہم قرین
 اور ان بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھ ہی بن گیا
 ہمچو زردہ دی خالص شدی
 خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا
 باکے جفت کورادوست کرد
 اس کا ساتھ ہے جس کو اس نے دوست بنا لیا
 ویں حدیث احمد خوش خود بود
 یہ خوش خلق ، احمد کی حدیث ہے
 لَا يَفُكُ الْقَلْبُ مِنْ مَطْلُوبِهِ
 قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے
 زو زبوں گیر از زبوں گیراں ہیں
 جانا جڑوں کو پھنسا کر انہیں کو کسی جو پھنسا نہ لے کر دے
 دست ہم بالای دست اے جو
 کہتر ہے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے لے جو ان
 یاد کن فی جیدہا حبل مستد
 "انکے گے میں موج کی دست ہے" کو یاد کرے
 دام تو خود بر پرت چسیدہ است
 تیرا جال خود تیرے پندوں پر چسپاں ہے
 باش تو ترساں و لرزناں طلب
 تو طلب میں ترساں اور لرزناں دہا کر

ہے عقل کاں - تو اپنی عقل
 کو شیخ کی عقل سے جاہل
 کر دے وہ پکا دعاوت
 چڑا دے گا جو کہ جب تو
 شیخ کے ہاتھوں پر ہاتھ دیدے گا
 وہ تجھے بہا کرے والی چیزوں
 سے پکڑے گا۔
 ملے جتن بدادی - جب تو
 شیخ کی جاہلیت کا پابند ہے گا
 تب تجھے بڑبڑکاؤ ہو کر پکڑ
 ہے۔ کہ شیخ زنت کو شیخ کا
 پر تو حاصل ہوتا ہے۔ اور
 حدیث۔ حدیث کے تمام پر
 آنحضرت نے بیعت اور قرآن
 کی قرآن قتال سے آنحضرت
 کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا
 شیخ سے بیعت کرنے کے
 بعد تجھے بھی وہی بیعت
 حاصل ہو جائے گی جیسی بیعت
 اور قرآن کرنے والوں کو
 حاصل ہوئی تھی۔ وہ بیکار مشر
 عشرہ مجتہدہ وہ دس صحابہ کی
 آنحضرت نے ان کی زندگی میں بیعت
 کی بشارت دیدی تھی، چاروں
 علیہ حضرت زکریا حضرت علی
 حضرت عبدالرحمن بن عوف
 حضرت ابو جہشہ حضرت مشہ
 بن وقاص حضرت سفید بن یزید
 و دوسری۔ وہ خاص ہونا چاہتا
 ہے جتنا ہے اسی زون کا
 ملے۔ تو۔ دنیا میں کمزوروں
 پر غم کرنا ان کا حال دیکھ
 لے۔ لے۔ زبوں کمزوروں
 پر غم کرنے والوں کی سیماں
 یسا پائے گا کوئی نہ کوئی
 اسی سے بھی زیادہ طاقتور
 ہوگا جسٹس۔ مولانا نے ابوبکر
 کی بیوی کے گھر کی زنتی کو
 حرم اہل حد کی زنتی قرار
 دیا ہے۔ دل تو دیکھ جیکہ عقلا
 جال سے جدا کی ضروری ہو

مہر جس دکان کا تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ المؤمن مع محبوبہ۔ انسان اس کے ساتھ
 ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہ حکم دینا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

تو تیرا حال خود تیرے پر ہے
 سے چکا ہوا ہے۔
 لے تو تیرا نہ ہر انسان کو
 احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیے
 کہ وہ مکمل ہے یا عالمِ کائنات
 و ماکول۔ ہر انسان کھانے
 والا اور دوسرے کی عمر کا
 ہے لہذا وہ خود شکار بھی کر
 اور شکاری بھی ہے۔ جس
 انسان کی فکارت میں کی
 عادت اس کو خود شکار بن
 جانے سے ناخالص بنائے گئے
 ہے وہ دوسروں کا دل چاہتا
 ہے اور خود اس کا دل چاہتا
 ہو چکا ہے۔ یقیناً آئندہ
 انسان کو اپنی فاقہ نہ ہونا
 چاہیے کہ اس کے سامنے فاقہ
 کی ایسی دیوار موجود رکھے جسے
 دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔
 لے تو کم چڑیا اپنے بچنے
 کے خوف سے دھڑلہ مارتی ہے
 میں ہے کہ تم مصروف ہے۔
 چڑیا کا گھبراہٹ تو ہے تو
 چڑیا سے کم نہ بن۔ لے جب
 وہ چڑیا اٹھے! دھڑلہ مارتی
 ہو کر کئی تھاری تو نہیں ہے نہ
 مان سے قلعے نظر کروں تو یہیں
 لے کہ ہلاکت۔ اشتعال نے
 پہلے بمباروں کو لپٹی کر ہی
 آگ کے جواک کروا دیا۔ اشت
 تہلے نے اس کو لپٹی کر غار
 ہاتھ کے سرخسہ ہی جیسے نہیں
 کر لیا چاہیے کہ اشتعال ہی
 تھاری ہاتھ کے سرخسہ بنا کر
 آگ کو شکر خدا ہی سرخسہ کے وقت
 خدا آگ کو کر لیا ہے۔ فاکہ جو
 شکر خدا کا دھڑلہ مارتی
 دور گھٹاتا غلاب کے وقت
 اس کو باقی ہے کہ ہر کائنات
 ہے لہذا خود۔ خدا کے
 شکر خدا کو انجامِ کائنات

اگر مل و ماکول لے مرغِ عجب
 لے عجب پرندہ: تو کیا لاکھایا ہوا ہے
 حرصِ مینادی ز صیدِ مفتعلست
 شکاری بن کر مینا کا ہی بننے سے ناخالص کر لیا ہے
 بیتن آیدنی خلفہم سداً مباحش
 فاقہ میں سے نہ بن جس کے آگے اور پیچے و دراز
 تو کم از مرغِ مباحش اندر نشید
 توسلِ سننے میں پرندہ سے ہے کم نہ بن
 کم ز عصفورے رہ بنکر کہ آں
 تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ
 چوں بنزدان آید پیش و پس
 جب مادہ کے پاس آتا ہے آگے اور پیچے
 کالے عجب پیش و پس مینا دست
 کہ کسی پرے آگے اور پیچے شکاری تو نہیں ہے؟
 تو بہ میں پس قصہ قمار را
 تو بیکاروں کے قصہ کو پیچے دیکھ لے
 کہ ہلاکت وادشاں بے آلتے
 کہ آگ (اشتعال) نے ہلاکت کے ہلاک کر دیا
 حق شکنیہ کرد و گرز و دست نیست
 اشتعال نے حق شکنی میں کس کا اور گرز اور دست نہیں
 آنکہ میگفت اگر حق ہست کو
 وہ جو کہتا تھا کہ اگر اشتعال ہے تو کیا ہے؟
 و آنکہ میگفت ابنِ لعید و عجب
 وہ جو کہتا تھا کہ یہ لعید اور عجب ہے
 آنکہ جز انکار حق کارش نہ بود
 وہ جس کا کام سوائے اشتعال کے اگلے ہلاکت کے نہ تھا
 درنگر احوالِ فرعون نمود
 فرعون اور فرعون کے احوال دیکھ لے
 حالِ نمرودِ مستمکر در نگر
 خلیجِ نمرود کی حالت دیکھ لے

ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
 تو طلب میں شکار ہی ہے اور شکاری بھی
 دلبرتی میکند کو بیدلست
 وہ دلبر کر رہا ہے جو خود بیدل ہے
 کہ ز مینا خصم را و ان خصم فاش
 کہ کہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر
 بین ایدی خلف عصفور بدید
 چڑیا آگے اور پیچے دیکھتے ہیں
 بین ایدی خلف چوں بلید عیا
 آگے اور پیچے کھتا دیکھ رہا ہے
 چند گردانہ سرور و آں نفس
 اس وقت سدا رہا ہے کہ کس قدر گمان ہے
 تا کشم از بیم اوزیں تقدیر دست
 تاکہ اس کے دوسرے اس قدر سے ہاتھ نہ کرے
 پیش بنکر مرگ یار و جار را
 آگے یا اور پرندہ کی مرنے کو دیکھ لے
 او قرین تبست در ہر حالتے
 وہ ہر حالت میں تیسرے ساتھ ہے
 پس بدان دست حق داد و نیست
 تو سمجھ لے اشتعال نے اپنے ہاتھ کے سزا دینے والا جو
 در شکنیہ او مقرمی شد کہ ہو
 شکنیہ میں وہ مقر ہو گیا کہ وہ ہے
 اشک میراند و میگفت قریب
 وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے کہ نزدیک
 بر و حسرت عاقبت بے ہیج نمود
 انہم کا کار بلامائدہ اس نے حسرت کی
 قوم لوط و قوم صالح قوم ہود
 قوم لوط اور قوم صالح اور قوم ہود کے
 در ماں قوم نوح افکن نظر
 قوم نوح کے انجمن پر عجاوہ مثال لے

تا پدانی حق سمیع ست و عظیم
تا کہ تہاں لے کہ اشد اقلانے سمیع اور عظیم ہے
بر کنم من میخ این منحوس دام
میں اس منوس مال کی کمرٹھ کا ڈرہا ہوں
در خور عقل تو گفتم این جواب
تیری معنی کے کتاب میں لے کر یہ جواب دیا

فارغ ست ترس پاں الزباک و بیم
وہ خوف کے بے یا نہ ہے اور ڈر اور پر دے پاک ہے
از پے کلے نہا شتم تلخ کام
مقصود کے لئے تاکہ میں ناہام نہ ہوں
فہم کن وز جستجو زہر متاب
سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

اٹھا تا پڑے گی۔
کچھ روز تک۔ جو فکروں کو
انجام کا حسرت اٹھانی ہوگی
ان کو ظاہر کیا گیا ہے۔ تا پدانی۔
ان کو گول اور قوسوں کے ناہام
سے تحصیل سلام ہو جائیگا کہ حق
تعالیٰ غلطیوں کی فراست کو
اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور



بظاہر ہے۔
کوئی کوئی کہ نہیں کہہ سکتا
حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ
کی طرف اشارہ حال عقل
انسانی بری صفت کے خلاف
جو کہہ کر کہہ کر کہہ کر کہہ کر
بیشخص حضرت ابراہیمؑ لے
اس بات کو کہہ کر کہہ کر کہہ کر
میں نے جو وہ دے دیا ہے
کے کیا کہہ کر کہہ کر کہہ کر
شک و خوف و سوئے ناہام
میں۔
مقصود ہمارے کے لئے ہے
بظاہر ہے۔

شرح

دیکھو! ایک جانور ایک کیڑے کے شکار میں مشغول تھا کہ
بلی کو موقع ملا اور اُسے اڑا لے گئی وہ جانور آکل بھی تھا اور
ماکول بھی۔ مگر اپنے شکار کے شغل میں اپنے شکار سے غافل تھا۔

علیٰ ہذا جو اگر سامان کے شکار کے درپے ہوتا ہے تو کو تو اں دیگر۔
دشمنوں سمیت اس کے درپے ہوتا ہے مگر اس کی عقل سامان کے حاصل کرنے اور
تالے توڑنے کی فکر میں مشغول ہو کر کو تو اں اور مظلوم کی آہ سے شکر غافل ہوتا ہے
اور وہ اپنے خیال میں یوں مستغرق ہوتا ہے کہ اسے اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کوئی میرے
بھی درپے ہے۔ اسی طرح گھاس آب شیریں پیتا ہے مگر
بعد کو جانور اسے چیر لیتے ہیں لہذا گھاس آکل بھی ہے اور ماکول بھی۔

القصد! حق سبحانہ کے خلاف جتنی موجودات ہیں سب آکل بھی ہیں اور
ماکول بھی لیکون خدا تعالیٰ چونکہ مصداق یطعمکم ولا یطعمہ ہے لہذا وہ ..
ماکول و آکل اور لحم و پوست جسم اور جہانی نہیں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا
تو اب سمجھو! کہ جو چیز آکل بھی ہے اور ماکول بھی وہ اُس آکل سے بے خوف

نہیں ہو سکتی جو اسکی گھات میں لگا ہوا ہے کیونکہ وہ اگر بے خوف ہوگی تو لامحالہ اس پر تباہی آئے گی پس اگر تم کو ماکولیت سے بے خوفی کی ضرورت ہے تو درگاہِ خداوندی میں پناہ لو۔ جو کہ اکمل نہیں ہے۔ اسی طرح تم ماکولیت سے بے خوف ہو سکتے ہو۔۔۔۔۔۔ منجملہ کھانے والوں کے ایک خیال بھی ہے کیونکہ ایک خیال دو سرے خیال کو کھا جاتا ہے اور ایک فکر دو سرے فکر کو چٹ کر جاتا ہے۔

اب سنو، کہ تم سے نہیں ہو سکتا کہ تم خیال سے بالکل چھوٹ جاؤ اور نہ یہ
 ہی ہو سکتا ہے کہ جب تک اس خیال سے جدا نہ ہو جاؤ اس وقت تک سو جاؤ۔ ہاں
 جب وہ خیال جاتا رہے گا اس وقت تم کو نیند آ سکتی ہے لیکن سو کر ہی تم اس
 بالکل نجات نہیں پاسکتے کیونکہ وہ بمنزلہ شہد کی مکھی کے ہے اور نیند بمنزلہ پانی کے
 اسلئے وہ صرف اس وقت تک جدا رہے گا جب تک نیند باقی رہے اور جس
 وقت نیند جاتی رہی اور تم جاگ گئے پھر فوراً موجود ہوگا۔

غرض کہ یہ خیال کی مکھی ہمیشہ اُڑتی رہتی ہے اور کبھی تمہیں ادھر لیجاتی

ہے اور کبھی اُدھر۔ پس وہ ہمیشہ اس طرح تم کو کھاتی رہتی ہے اور خیال تو اُدنے درجہ کا آکل ہے اور آکل اس کی بھی بڑے ہیں جس کو خدائے ذوالجلال جتنا ہے۔ پس ہم کو چاہیے کہ اس زبردست کھانے والی جماعت سے بھاگو۔ اور اس کے پاس پناہ لو۔ جو تمہاری حفاظت کی ذمہ داری کرتا ہے یعنی حق سبحانہ کے پاس اور ماسوی اللہ کو چھوڑ کر بلا واسطہ حق سبحانہ سے تعلق پیدا کر لو۔ اور اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس شخص کے پاس پناہ لو جس کی حفاظت حق سبحانہ سے حاصل کر لی ہے اور اس کی حفاظت سے محفوظ ہو گیا ہے۔ یعنی شیخ کاہل اور شیخ کاہل کے علاوہ اپنے کو کسی کے سپرد نہ کرو۔ کیونکہ اس کی سوا جتنے ہیں۔۔۔ سب کھانے والے ہیں اور صرف وہ ہے جو حفاظت کرنے والا ہے کیونکہ حق سبحانہ

ہی اسکے مدد و معاون ہیں جو کہ اسکو حفاظت میں مدد دیتے ہیں۔

تم نے اپنی عقل کو شیخ بنا رکھا ہے مگر یاد رکھو! کہ وہ طفلانہ حرکات کی جوگر ہے اور یہ بے ہودہ حرکات کرتی ہے اسلئے شیخیت اسکو شایان نہیں ہے پس تم اپنی عقل کے ساتھ عقل کامل یعنی عقل شیخ کو بلاؤ تاکہ تمہاری عقل اسکی صحبت سے خوئے بد یعنی طفلانہ خصائل سے باز آئے۔ دیکھو جبکہ تم اپنے کو شیخ

کے سپرد کر دو گے اس وقت تم مردم خواروں سے بچ جاؤ گے۔ اور تمہارا ہاتھ ان مبایعین میں شمار ہوگا جس کی نسبت ید اللہ فوق اید یہمہ وارد ہوا، اور جبکہ تم اپنے ہاتھ اس شیخ کے ہاتھ میں دیدو گے جو کہ دانا ہے اور جو کہ بمنزلہ نبی وقت کے ہے کیونکہ بوجہ نیابت نبی کے نور نبی یعنی نور ہدایت اسکو ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس ذریعہ سے تم حدیبیہ میں حاضر ہو جاؤ گے اور صحابہ مبایعین کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہو جاؤ گے اور کنگدن بن جاؤ گے۔ حتیٰ کہ تمہاری صحابہ مذکورین کے ساتھ معیت درست ہو جائے گی کیونکہ ایسا کرنے سے تمہارے اندر ان صحابہ کی محبت پیدا ہوگی اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی۔ اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ حدیث نبوی ہے بنیاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ الموعود مع من احبہ یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح کہ دل اپنے مطلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہوتا اس بنا پر تم ان صحابہ کے ساتھ ہوئے۔

القصلہ جہاں کہیں دام و دانہ اور سامان حرص ہو تم وہاں نہ بیٹھنا کیونکہ وہاں کوئی صیاد ضرور پھپھا ہوگا۔ تم جا کر دیکھ لینا۔ ضرور تم کو ملے گا اور گو تم صیاد ہو۔ مگر تم کو داغ ہو کہ تمہارا بھی کوئی صیاد ہے اور تم سے

بھی زیادہ کوئی زبردست ہے پس تم دام حرص و حسد کو توڑ دو۔ ورنہ تم بھی پھندے میں آ جاؤ گے باور نہ ہو تو خوفِ جیدِ ہا حبلٌ مِّنْ مَّسَدٍ کو پڑھ لو۔ اور سمجھ لو کہ تم بھی کسی کے پھندے میں ہو۔

اہلِ دل تمہارے دام سے اور پر حق سبحانہ کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا دام تمہارے پردوں سے لپٹا ہوا ہے اور تم اس کے قبضہ میں ہو پس تم فکرِ صید کو چھوڑ دو اور دامِ حرص ہو کو توڑو کیونکہ تم جس طرح صیاد ہو یوں ہی صید بھی ہو۔ پس تمہیں طلبِ صید میں نہایت احتیاط چاہیئے۔ اور ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے اور ایسا شکار نہ کرنا چاہیئے جس سے تم خود بچس جاؤ۔ دیکھو تم تو آکل بھی ہو اور ماکول بھی اور صید بھی ہو اور صیاد بھی۔ مگر صیاد کی حرص نے تمہیں اپنے صید ہونے سے غافل کر رکھا ہے کیونکہ حرصِ صیادیت صیدیت سے غافل کر دیتی ہے۔ بنا بریں وہ دلیری کرتا اور لوگوں کو اپنے دام میں لاتا ہے۔ حالانکہ وہ خود بے دل اور دوسرے کے دام میں ہے پس تم لیا نہ کرو۔ اور وجعلنا من بین ایدیہو سداً ومن خلفہو سداً۔ کا مصداق نہ ہو۔ کہ باوجود دشمن کے ظاہر ہونے کے اسے نہ دیکھ سکو۔ آخر تو طلب

میں جانور سے تو کم نہ ہو۔ دیکھ تو کسہی کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھ لیتی ہے یونہی تو بھی دیکھ لیا کر۔ اور غور تو کر کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھتی ہے اور جب وہ دانہ کے قریب آتی ہے تو کیونکہ اس وقت آگے پیچھے سر ہلاتی ہے کہ میرے آگے یا پیچھے کوئی صیاد تو نہیں۔ تاکہ اگر ہو تو میں دانہ سے دست کش ہو جاؤں پس تو چڑیا سے کم نہیں ہے مگر آگے پیچھے دیکھ! یعنی پیچھے قصہ تجارت کو دیکھ کہ اس و ہوا کے سبب ان کی کیا گت بنی۔ اور آگے اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کی موت دیکھ اور جان لے کہ حق تعالیٰ نے ان کو بدوں آگے مار ڈالا یونہی وہ حالت

میں تجھ سے ہی متعارف ہوں ہے اور تجھے بھی ایک روز یوں ہی مار ڈالے گا
خلاصہ یہ کہ تم دنیا میں یوں منہمک نہ ہو کہ تم کو اپنے ضرر کا بھی خیال نہ ہے
اور تم خدا سے بھی غافل ہو جاؤ۔ بلکہ تم کو اس تعلق پیدا کرنا چاہیے تاکہ وہ
تم کو نفع پہنچائے تم یہ خیال نہ کرنا کہ وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے کیسے نفع پہنچا
سکتا ہے کیونکہ جس طرح حق سبحانہ نے ان کو بے ہاتھ اور بے آلہ سزا دی ہے
یوں ہی وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے نفع بھی پہنچا سکتا ہے۔

پس نہ اسے نفع پہنچانے کے لئے ضرورت ہے آلہ کی اور نہ نقصان
پہنچانے کے لیے۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ خدا کا وجود کہاں ہے جس تعلق پیدا کیا جائے
کیونکہ جو لوگ خدا کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدا کہاں ہے جب وہ شکنجہ
میں آئے اس وقت ان کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک وہ ہے اور جو کہتے تھے کہ
یہ بات بعید از عقل ہے کہ خدا ہو۔

اور ایک عجیب بات ہے وہ شکنجہ میں آکر روتے تھے اور کہتے تھے کہ ارے وہ
تو بہت قریب ہے اور جن لوگوں کا کام انکار خدا کے سوا کچھ نہ تھا اس کو انجامِ حیرت
ہوئی مگر بالکل بے سود۔ تم فرعون اور قومِ ثمود اور قومِ لوط اور قومِ صالح
اور قومِ صہود کے حالات میں غور کرو۔ اور مژدکی حالت کو دیکھو اور قومِ نوح کے انجام پر
نظر ڈالو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی اور وہ اس قدر
زبردست ہے کہ اسے نہ کسی کا ڈر ہے نہ کسی کا خوف۔ کیونکہ جب اس نے زبردست
بدکاروں کو سزا دی ہے تو لازم ہے کہ وہ ان کے افعال بد کو دیکھتا ہے اور قوال
نشائستہ کو سنتا ہے اور ان سے بھی زبردست ہو۔

خیر! تو طاؤس کی کہانی میں پڑو کہ جو کہ میسر لیے منحوس حال ہیں
جسٹ سے اکیڑتا ہوں کیونکہ ایک مقصد یعنی حسن کے لیے میں اپنی زندگی کو تیغ

نہیں کر سکتا۔ یہ جواب میں نے تیری عقل کے مطابق دیا ہے تو اسکو سمجھ لے۔ اور سبب دقیق کا جو یاں رہ۔ جس کو میں نے بیان نہیں کیا ہے اور اسکی اعراض مت کر (فاٹکہ: ولی محمد نے کہا ہے کہ سبب دقیق یہ ہے کہ میں بے حجاب جمال حق کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔ واللہ اعلم)

سبب کشتن ابراہیم علیہ السلام زانغ را کہ آں اشارہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کتے کرانے کا سبب کہ وہ ملک صفات بقیع کد ام صفت بود از صفات مذمومہ مہملکہ
میں سے کوئی صفت کر زان کرنے کی طرف اشارہ تھا

اے خلیل حق چرا کشتی تو زانغ
لے اٹھ کے نکیل: آپ نے کتے کو کہیں مارا؟

اند کے زاسرار آں باید نمود
اُس کے رازوں میں سے خود کو امانا ہر کر دیئے

وانما باشد بدن را عمر خواہ
ہمیشہ جسم کی عمر کا خواہاں ہے

تا قیامت عمر تن درخواست کر
قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کر

کاشکے گفتم کہ تبت ساربتنا
اٹھ رہا کہ تکتے ہمارے رب ہماری توجہ قبول کرے

مرگ حاضر غائب از حق بود
موت خدا کی آں حیات آگ ہے

اندا آتانی سے تاب ہونا، فوری موت ہے
بے خدا آب حیات آتش بود

بیز خدا کے آب حیات آگ ہے
در چیاں حضرت بھی شد عمر خو

ایسے دربار میں عوا کا خواہاں ہیں
ظن افروزی ست کلی کا شتن

ایں سخن را نیست پایان فراغ
اس بات کا خاتمہ اند فراغ نہیں ہے

بہر فرماں حکمت فرماں چہ بود
ہر حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟

کاغ کاغ و نعرہ زانغ سیاہ
کالے کتے کی کانیں کانیں اور خود

ہیچو املیس از خدا بی پاک فرد
جس طرح شیطان نے خدائے مقدس کو داندے

گفت آنظرنی الی یوم البعث
اُس نے کہا کہ قیامت تک کی جہنم ویرے

زندگی بے دوست جاں فرسوز
بیز دوست کے زندگی جاں کی تباہی ہے

عمر و مرگ ایں ہر دو با حق خوش بود
عمر و مرگ اور موت دونوں خدا کیساتھ تاجی ہیں

آں ہم از تاثیر لعنت بود کو
یہی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ

از خدا غییر خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا

لے آتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام
جواب دیا کہ کتے کی کانیں
کانیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ
اپنی طرف کی دوازی کا خواہاں
ہے۔ ہیچو املیس ترکان پاک
میں نہ کہ ہے آنظرنی الی
یوم البعث میں شیطان
نے اندھا نائی سے دماں کیجے
قیامت تک کی ضرورت ہے۔
تبتنا حضرت ابراہیم نے قبر کی
دماں کیجی تو تم کی بیٹھائی نے
زندگی کی دماں کیجی۔ وہ زندگ
جو بیز دوست کے ہر فرسوزان
کو گمراہی اور اندھا نائی سے
سے غفلت فوری موت ہے۔
کے عمر و مرگ۔ موت جویا
زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے ہی
بہتر ہے۔ خود کو جہنم کی کجیات
میں آگ کا کام کرتا ہے۔ آگ
شیطان کی دوازی کی طرف
بھی املیس کے طعن ہر نے کا
افروزی۔ خدا سے فرسوزا
کی گنا تباہی ہے۔ خاتمہ
وہ عمر میں خدا کی رضا میں
بہتر ہے۔

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی
عمر و زمانہ عمر جو فریت میں غرق ہو
عمر بشیم دہ کہ تاپس خر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں
تاکہ لعنت را نشانہ اُو بُود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے
عمر خوش در قرباں پرورد
اجتی کو قرب خداوندی میں جان کی پرورش ہے
عمر بشیم دہ کہ تا گامی خورم
بجے زیادہ عمر دے تاکہ گمراہوں
گرنہ گز خوارست آں گندولہا
اگر گندہ دہن گر کھلے والا نہ ہوتا

در حضور شیر رو بہ شائگی
شیر کے سامنے اور شری بن ہے
مہلم افزوں دہ کہ تا کتر شوم
مجھے زیادہ فہمت دے تاکہ کتر ہو جاؤں
بد کہے باشد کہ لعنت جو بُود
بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جواں ہو
عمر زاغ از ہر سرگس خورد
کوتے کی عمر جو ہر کھانے کے لئے ہے
دائِم انیم دہ کہ بس بدگوہرم
مجھے ہمیشہ بدگوئی میں بہت بدہلہوں
گویدے کز زانیم تو وارہاں
تو کہتا ہے مجھے کوتے ہیں سے نجات دیدے

کے خوشی و غم میں غرق ہو
دعا کرتی تھی کہ خدا اس کو زیادہ
عمر دے دیکھو کہ کدو اور
قیرات میں کسے اور خدا کی
لنت کا نشانہ بنے تو ایسے
نفس سے زیادہ برا اور کون
ہو گا جو لعنت خداوندی کا
جواں ہو جو عمر خوش و شادمانگی
تو دہ ہے جس میں قرب الہی
میں جان کی پرورش ہو سکے
کوتے کی روز افزائی کر رکھنے کے
لئے ہے عمر خوشی کوتے کی فز
کے زیادتی کا تو کبر کا کھاتے ہیں
طے کرتے۔ اگر وہ گر کھلے
وہ نہ ہوتا تو یہ دھماکا کبے
کوتے ہیں سے نجات دیدے۔
اے محتر

مناجات

اے مُبدل کردہ خاکے را بنزد
اے وہ جس نے بٹی کو سونا بنایا
کار تو تبدیل اعیان و عطا
تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہو
سہو و نسیاں را مُبدل کن بعلم
میرے سہوا اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے
اے کہ خاکِ خورہ را تو جاں کنی
اے وہ کہ تو خوردی زمین کو ردی بنا دیتا ہے
اتے کہ جاں خیزہ را رہبر کنی
اے وہ کہ تو را گنہ کو رہبر بنا دیتا ہے
اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں کنی
اے وہ کہ تو تاریک جگہ کو جاں بھلا کرتا ہے
فکر از لے میوہ از چوب لری
نے سے خشک اور لکڑی ہے پھل پیدا کرتا ہے

خاک دیگر را بگردہ نوا البشر
دوسری مٹی کو ابرا البشر بنایا
کار من سہو ست نسیان خطا
میرا کام سہوا اور بھول اور خطا ہے
من ہمہ علمم مرا کن جسہ و علم
میں مجھ سب علم کو میرا کر دے
وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کنی
اے وہ کہ تو مردہ کو ردی کو جاں بنا دیتا ہے
وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کنی
اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے
عقل و جس و روزی ایمانی ہی
عقل اور جس اور روزی اور ایمان دیتا ہے
از منی مُردہ بست خوب آوری
مردہ منی سے خشک مشق پیدا کرتا ہے

حق قائلے کی خدمت ہے کہ
اے خداوندی مٹی سے سونا بنایا
اور تیری سے حضرت آدمؑ کو بشر
کو پیدا کر دیا۔ کافر و اشرقتے
کام بھول اور غلطی ہے۔ ستر۔
لیکن اشرقتی میں قدرت ہے
کہ وہ ہماری بھول کو علم سے
تبدیل کر دے اور ہمارے غم
کو بُرد بازی سے بدل دے
کے خاکِ خورہ۔ اشرقتے
کی قدرت ہے کہ خوردین سے
بہتر وہ غذا کرتا ہے جس
کوئی تیار ہوتی ہے اور
کوئی کو انسان کی جان میں
تبدیل کر دیتا ہے۔
کے کہ وہ خاک کو نصرت
ہے کہ گروہ کو راہبر بنا دیتا ہے
اور راستہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر
بنا دیتا ہے۔ تاکہ تیرا انسان
بنی ہے۔ تاکہ وہ دولت ایمان سے
بہرہ ور بنا دیتا ہے۔ اے خدا۔

گل زر گل صفوت دل پیدائنی
پیرہ رانجشی ضیا و روشنی
حق سے پہلے دل میں انعام پیدا کرتا ہے
جزئی کو تو راور روشنی بخش دیتا ہے
میکٹی خیز و زمیں را آسمان
مبغضائی در زمیں از آخرت
تو زمیں کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے
ستاروں سے زمین میں افراش کر دیتا ہے

لے میں سے شکریہ اکر دینا اور
شائع میں سے پہل پیدا کر دینا
نطفے سے جنم مشوق پیدا کرنا
تہمت خداوندی میں کامیاب
گل زر گل خدا کی قسمت
ہے کہ وہ حق سے نہیں چھوڑ
اندول سے غلوں پیدا کر دینا
ہے اور انکو کی چہن میں روشنی
اور چمک پیدا کر دیتا ہے جبریل

ہیں سے مراد یادہ انبیا ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر انکو آسمان پر اٹھایا گیا یا انکو مروج لہری گئی یا یہ عقیدہ
کہ وہ عمارت جہنم سے اُٹھے آئے آسمان پر اُڑا دیئے جوائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیدا و اُڑا گئی ہے۔
ہرگز جو جنم زیادہ زنگ کو منتہا کے مال سمجھتا ہے اس کی موت سب سے پہلے آجاتی ہے۔

شرح

اچھا یہ گفتگو تو منہی اور ختم نہ ہوگی۔ اب پلو چھٹنا چاہیے کہ اسے
خلیل حق! ابراہیم علیہ السلام آپنے کوئے کو کیوں ذبح کیا تھا
اس کا جواب آپ یہ ہی دیں گے کہ بحکم حق سبحانہ ایسا کیا تھا۔ اب سوال یہ
ہے کہ حق سبحانہ کی اس تخصیص میں حکمت کیا تھی۔ ذرا اس تخصیص کے اسرار
بیان فرما دیجئے۔ اچھا سنو! وجہ اسکی یہ تھی کہ اس کالے کوئے کی کائیں
کائیں اور شور و غوغا درخواست ہوتی ہے اس امر کی کہ اسکو عمر دراز عطا کی جائے
جس طرح ابلیس نے خدائے پاک و وحدہ لاشریک سے قیامت تک حیات جسمانی
کی درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے قیامت تک مہلت دیجئے پس چونکہ یہ صفت
ابلیسی طول امل رکھتا ہے اسلئے قابل کشتن ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں۔ اے کاش! ابلیس حیات جسمانی کی درخواست
نہ کرتا اور بجائے اسکے اپنے قصور کی معافی چاہتا اور توبہ کرتا کیونکہ دوسرے کے
بغیر زندہ رہنا تو مصیبت میں پڑنا ہے اور خدا سے جدا ہو جانا تو فی الحال مرنا ہے
اور اگر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق ہو تو موت اور زیست دونوں برابر ہیں۔ اور اگر
اسکے تعلق نہ ہو تو اب حیات بھی آگ کی طرح مہلک ہے پھر خدا سے قطع تعلق
کر کے حیات جسمانی چاہتا جو کہ حکم میں موت کے ہے سراسر حماقت ہے لیکن یہ

اثر تھا اس لعنت کا جو اس پر کی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ ان علیہ لعنتی الی یوم الدین کہ وہ حق سبحانہ جیسے منعم کی جناب میں حیات جسمانی کی درخواست کرتا تھا کیونکہ خدا سے غیر خدا کو مانگنا گو بظاہر طلب زیادتی و نفع ہو مگر حقیقت میں طلب نقصان و ضرر ہے مگر اسے اس لعنت کے اثر سے جو غلط میں کر دیتی ہے۔ محسوس یہ ہوا کہ اول تو مطلق غیر خدا کو مانگنے کی یہ بات ہے۔ بالخصوص وہ حیات جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کے ساتھ ہو اس کو مانگنا اور شیر کے سامنے لوٹری پن کرنا جیسا کہ ابلیس نے کیا یہ تو بالاولی نقصان اور ضرر ہے۔

پس اس شخص جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ عیش و عشرت اس لئے تھی کہ وہ جلدی موت روحانی میں مبتلا ہو جائے۔ اور یہ جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ مہلت دے اسکے یہ معنی تھے کہ مجھے حیات روحانی کے لحاظ سے قلیل المہلت کر دے اور یہ معاندانہ درخواست اس لئے تھی کہ وہ لعنت کا نشانہ بنے۔

اس شخص کو سمجھ لو کہ جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کر کے حیات جو ہو اور اس طرح طالب لعنت ہو وہ بہت برا شخص ہے کیونکہ عمدہ زندگی تو یہ ہے کہ حق سبحانہ کے قرب میں جان کو پرورش کرے اور عمر زاغ حیات جسمانی محضہ تو گند کھانے کے لئے ہے۔ کو آج کہتا ہے کہ مجھے عمر زیادہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں گند کھانا رہوں اور وہ کہتا ہے کہ تو مجھے ہمیشہ گوہ دینے جا۔ کیونکہ میں بذات ہوں اور اسی کے قابل ہوں کیونکہ اگر وہ گند خوار اور گندہ ذہن نہ ہوتا تو بجائے زیادتی عمر کی درخواست کے جو مالا گند کھانے کی درخواست ہے وہ یوں کہتا کہ اے خدا تو مجھے صفت زاغی اور طول اکمل و گند خواری سے نجات دے۔

اب مولانا مناجات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ ذات! جس نے خاک

کے ایک حصہ کو سونا بنایا اور دوسرے حصہ کو آدم بنایا — لے وہ قادر! جو خاک شور کو روٹی بناتا ہے۔ اور لے وہ قادر! جو کہ بے جان روٹی کو جان عطا کرتا ہے اور لے وہ قادر! جو کہ جان نابینا کو رہبر بناتا ہے۔ اور لے وہ قادر! جو کہ گم گشتہ کو پیغمبر بناتا ہے اور کہتا ہے ووحده لا فہدی۔ اور لے وہ قادر! جو خاک تیرہ کو جان عطا کرتا ہے اور اسے عقل اور حسن اور روزی اور ایمان عطا کرتا ہے اور گنے سے شکر۔ اور لکڑی سے میوہ پیدا کرتا ہے اور بے جان مٹی سے خوب صورت معشوق بناتا ہے اور مٹی سے پھول اور دل سے صفا پیدا کرتا ہے اور پھر چشم کو روشنی بخشتا ہے اور مجرور زمین کو آسمان کرتا ہے۔ بایں طور کہ زمین سے دھواں اٹھا کر اسکو ایک حد خاص پر قائم کر کے متکاثف بنا دیتا ہے اور وہ آسمان میں جاتا ہے۔ کما قال الشیخ الاکبر علی ما نقلہ بحوالہ العلوم۔

اور ستاروں کے اثر سے زمین زیادتی کرتی ہے بایں معنی کہ نباتات وغیرہ اُگاتا ہے (یا یوں کہو کہ آسمان میں ستارے پیدا کرتا ہے اور آسمان کو زمین کہنا اس بنا پر ہے کہ وہ فانی اور مجرور زمین ہے کما قال ولی محمد) — حیراکام تبدیلی اعیان اور بخشش ہے اور میراکام سہو و نسیان اور غلطی ہے تو میرے سہو و نسیان کو علم سے بدل دے اور میں میرا سر غیظ و غضب ہوں تو مجھے سزا پا حلیم بنا دے۔



ہر کہ سازد زیں جہاں آب جیٹا
جواس دینا کو آب حیات بنا تا ہے
دیدہ دل کو بگردوں بنگر گیت
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا
قلب اعیان ست اکیس محیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکیس ہے
توازاں رونے کے در بہت بڑی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے
گرداں حالت ترا بونے بقا
اگر اسی حالت پر تیسرا بقا ہوتا
از مبدل ہستی اول نہاند
تبدیل کرنا ہے کی وجہ سے پہلا وجود زرا
بہمنشیت تا صمد ہزاراں ہتھا
اسی طرح لاکھوں وجود تک
آں مبدل ہیں واسطہ راہاں
اس تبدیلی کو نہالے کو دیکھ واسطوں کو چھوڑ
واسطہ ہر جافزون شد و صحت
جہاں واسطے زیادہ ہوئے وصل با تارا
از سبب دانی شود کم حیرت
اسباب کے جانتے سے حیرت کم ہو جائیگی
ایں بقا ہا از فنا ہا یافتنی
تو نے یہ یقین فناؤں سے حاصل کی ہیں
زاں فنا ہا چہ زیاں بودت کہ تا
اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ
چوں دوم از اولینت بہترست
جبکہ دوسرا وجود تیرا بڑھنے سے بہتر ہے

زودتر شش از دیگران آید متا
اُنہم کو دوسروں سے پہلے مرمت آجاتی ہے
دیدہ کا نچا ہر دے مینا گریست
اُس نے دیکھا ہے کہ دہاں ہر وقت نشانی ہے
ایتلاف خرقہ تن بے محیط
جس کے پیٹھروں کو بغیر دھانگے کے سینا ہے
آتشے یا خاک یا بائے بڑی
آگ یا خاک یا ہوا تھا
کہ رسیدے مر ترا ایں ارتقا
تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوئی؟
ہستی دیگر بجائے او نشاند
اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا
بعید یک دیکر دوم بہ زابتدا
ایک دوسرے کے بعد دوسرا پہلے سے بہتر
کنز واسطہ دور گردی وصل
کیونکہ واسطوں سے توصل سے دور جانے کا
واسطہ کم ذوق وصل افزوں
واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے
حیرتے کہ رہ دہر در حضرت
وہ حیرت جو دربار تک تیری رہتا ہے
از فنایش زو جہاں بر تافتی
اُس کی فنا سے تو نے کیوں منہ مڑا ہے
بر بقا چفسیدہ اے بینوا
تو اے بینوا! بقا سے جہٹ ہوا ہے
پس فنا جو می و مبدل را پست
تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنے والے کی تلاش کر

سے تیرے ذہن پر غلبہ نہیں
بصر سے آسان کو دیکھنا
اُس کو نظر سے کاروں ہر
وقت قدرت کا مظاہرہ ہوتا
ہے۔ غلبہ اعیان عالم ہا کے
تغیرات میں اسام کی تبدیلی
ہے اور ایک عالمگیر کیا گری
ہے۔ تو اُن میں اس تبدیلی کی
دلیل یہ ہے کہ انسان ابتدا میں
حاضر ابد میں سے کوئی متعلق
اگر وہ اس حالت میں رہتا تو
پہلے کو بھی تیرے ہاں ارتقا
ترقی کے ہاں ارتقا۔ اشد
تھا ہے اس کے پہلے وجود کو
جہاں کو دوسرا وجود حیات
کر دیا۔
تجھے بہتر ہے۔ وجود کی تبدیلی
کے لاکھوں رہتے ہیں۔ آج
مستقبل انسان کی توجہ کا
تغافل ہے کہ وہ تبدیلی کرنے
والی ذات پر غور کے تبدیلی کے
دوسرائی واسطوں پر غور و فکر
انسان کو کس ذلت سے دور
کر دیتا ہے۔ واسطہ مجرب ہے
واقعات میں جس قدر وسائل کا
اضافہ ہوتا ہے ذوق وصل
میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب
اسباب اور عقلی علوم کرنے
سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے
جوانان کو بارگاہ وحدانی
میں پہنچانی ہے۔
اس آیت بقا ہا جبکہ ان
راستیوں فنا کے سدا ارتقا
وجود حاصل ہوا ہے تو انسان
کو فنا سے نگہا نا چاہیے۔
اُن پہلے مراتب کے فنا سے
اور ارتقا حاصل ہوا ابتدا
بقا سے مشا رہا عقلیت ہی

نہیں ہے۔ چون دوم جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ہے تو انسان کو فنا کی
جستجو کرنی چاہیے اور تبدیل کرنے والے کا شکر گزار بننا چاہیے۔

ملہ صد ہزاراں۔ انسان کے
لاکڑی۔ اب ایسے ہیں جو
نہا ہوئے ہیں۔ آڑھادی۔
انسان اپنے جمادی وجود سے
بنائی وجود کی طرف منتقل ہو
گیا اور اس سے وہ لاکھوں
پھر بنائی وجود سے اس کو
جیوانی وجود اور پھر عقل کی
بنیاد پر اس کو وہ وجود دیا گیا
جس میں وہ ایک مہم کا منتقل
بنانا تھا۔ یعنی پھر اس کا
ارتقاء عالم ارواح کی جانب
ہوا جو اس کو اور جہات
پرست سے بالاتر ہے۔
تہ تاج۔ ان مراتب
وجود کے نشانات اس وقت
تک ہیں جب تک کہ اس کا
وجود اور عقل سے وابستہ
نہیں ہوا اور جب اس منزل
میں پہنچ گیا تو جہان وجود کا
نئے نشانات تاج جہاں
ہیں تو ان کو اس منزل کو اس
طرح سمجھو کہ عقل کے منازل
کے نشانات ہوتے ہیں انھیں
نشانات کے ذریعہ گاہاں اور
سوائے اعلیٰ درجہ کے ایک
دریائے منازل کا کوئی نشان
نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل
کی جستجو ہوتی ہے دربار
نہاں چلنے کے نشانات پیدا
ہوتے ہیں۔
تہ بہت عالم مکان اور
عالم مکان دونوں منزلوں کے
درمیان بہت زیادہ فاصلہ
ہے۔ آج مکان بالکل نہیں
لا مکان۔ جتنا ایک جیسے
و اب کے فنا کے بعد ہوا
سوئی ہے تو جس میں کما
لہ کچھ اگر پانا چل نہ
جڑے تو ہوسیدہ اور

صد ہزاراں حشر دیدی اے غنود
اے نکش: ترنے لاکھوں غنود کیے ہیں
از جمادی بنے خبر سومی نما
بنے خبر میں جمادی کے انوار کی جانب
باز سونے عقل و تمیزات خوش
پھر ابھی عقل اور تیز کی جانب
تائب بحر میں نشان پایا بہت
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے مکہ میں
زانکہ منزل بہانے خوشی را حقیقہ
کیونکہ خوشی کے مقامات اعلا بندگی کے وجہ سے
باز منزل بہانے دریا در و قوف
پھر دریائی مکانات، لگاؤ میں
نیست پیدا اندراں رہ پاؤں گام
اس راستہ میں پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں
ہستہ صد چنداں میان منزلین
دونوں منزلوں کے درمیان حزن ناملا ہے
درفنا ایں بقا ہادیدہ
فناؤں میں قلعہ بقیہ نہیں دیکھی ہیں
ہیں بدہ لے اغ این طاب زباش
اں! اور کتھے یہ ماں دیرے، باڑیہا
تازہ میگہ و کھن رامی سپار
تازہ ہیں با، پڑنے کو دے دے
گر نہ باشی نخل و ایشار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایسا کر کے نکلا نہیں ہے
کہنہ و گندیدہ و بوسیدہ را
پڑانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا

تاکوں ہر لحظہ از بدو وجود
ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک
وز نما سونے حیات و ابتلا
اور نکلے زندگی اور آزمائش کی جانب
باز سومی خارج ایں بیخ و شش
بحران (جو اس کو اور شش جہات سے باہر کی
پس نشان پادروں بحر لااست
پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان صدمہ میں
بست وہ ہاؤ وطنہا اور باط
دیہات اور وطن اور سہائے ہیں
وقت محوش نے جدار و مقوف
انکے قلعہ کے وقت نہ دروازہ ہے نہ چیمیں
نے نشانات آں منازل راز نام
ان گروں کا نشان ہے نہ نام ہے
آں طرف کز آں تابالائے این
اس جانب مکان سے الگ مکان کے اوپر تک
بر بقائے جسم چوں چسبیدہ
جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟
پیش تبدیل خدا جاننا زباش
خدا کی تبدیلی کے سامنے جاننا زباش
کہ ہر امسال فروست آنسہ پار
کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ میں ساؤں گزشتہ پار
کہنہ پر کہنہ نہ و انبار کن
پڑانے پر پڑانا رکستارہ اور جمع کرے
تخفہ میسر بہر ہر نا دیدہ را
ہر نیدے کے لئے تخفہ لے جا

ہے انسان کو نہ چھٹنا چاہیے۔ جس شخص کو درازی کا شوق ہے اس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی گاہی چاہیے۔
تازہ خوانان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اس کو ہر مرتبہ پہنچے مرتبہ سے نفس ماس ہوا ہے۔ گزشتہ
کجوار پانا چل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اس کو قدرت میں نیل عطا کر دیتی ہے۔

آنکہ نوید اذخیر دار تو نیست
جس نے نیا دیکھا ہے وہ نیز خیر دار نہیں ہے
ہر کجا باشند جو قمر مرغ لکڑ
جہاں کہیں اندھے پنہون کا بھڑکے ہو
تا فزاید کوری از شور آبہا
تاکہ کمار یانیوں سے اندھا بن بڑھے
اہل دنیا زان سبب اعلیٰ دل آند
دنیا دارا ہی وجہ سے اندھے دل والے ہیں
شور میخور کوری چر در جہاں
دنیا میں کمار یانی پتارہ اندھے بن سے چارہ
باچنیں حالت بقا خواہی زیاد
ہیں حالت میں تر بقا اور یادگار جاہت ہے
در سیاہی رنگ از آن سودہ است
وہ رنگ کے کالے بن پر اس طعن ہے
آنکہ ز اول شاد و خوشمرو بود
وہ جو شاد و خوش و مسرور رہا
مربغ پرتندہ جو ماند بر زمیں
آڑنے والا پرتندہ جب زمیں پر رہ جائے
مربغ خانہ بر زمیں خوش میرود
پالتو پرتندہ زمین پر خوشی سے چلتا ہے
زانکہ اواز اصل بے پروا ز بود
کیونکہ وہ اصل سے غیب زمانہ کے تھا

صید حق ست اور قمار تو نیست
وہ اندھے اٹھائے، کاشکے وہ تجھ میں پسند ہوا
بر توجع آیند اے سیلاب مخور
لے کمار یانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا
زانکہ آب شور افسانہ علی
کیونکہ کمار یانی افسانہ میں نہیں آتا ہے
شارب شورا بہ آب و گل آند
کیونکہ وہ آب و گل کمار یانی پینے کا نہیں
چوں نداری آب حیوں در نہا
جیکہ تو اندر آب حیات نہیں رکھتا ہے
بیموزنگی در سیہ روئی تو شاد
تو بستی کی طرح لا افسوس ہونے پر خوش ہے
کوز زاد و اصل زنگی بودہ است
کیونکہ وہ بدسترس اور اصل سے جشی ہے
گر سیہ گرد ز نادرک جو بود
اگر وہ کالا بن جائے تو نادرک کا طالب ہوگا
باشد اندر غصہ و در دوشین
وہ رنج اور درد اور نفساں میں ہوگا
دانہ چین و شاد و شاطر میدد
دانہ چلتا ہوا اور خوش اور چالاک سے دوزخ
واں اگر پرتندہ ویر باز بود
وہ دوسرا آڑنے والا اور کھینچنے والوں کا تھا

مکد ہو جائے گا آنکہ جس
نے نیا دیکھا حاصل کر لیا ہے
وہ بڑے دھوکا خیر دار نہ
ہے ۴۔ جیتہ حق۔ وہ ذات
حق میں اپنے آپ کو فنا
کر چکا ہے۔ ہر کجا بترے
خو یا را اندھے ہیں اندھے
ہند کمار سے پانی پر جمع
ہوئے ہیں جہاں کو اور اندھا
ہنا رہے۔
گلے اہل ذہب۔ اہل دنیا
جو کھینچنے والے دھوکے سے جھٹے
ہوئے ہیں تو وہ بھی شور مچا کر
پانی کے پرتندوں کی طرح
اندھے دلوں والے ہیں شورت
اگر انسان کے دل میں حیات
جاری نہیں ہے تو وہ کمار
پانی پینے والا اور اندھا ہند
کھائے والا ہے۔ آپھیں۔
اگر اس بڑی حالت میں تو
عز کی زیادتی کا خواہاں ہے
تو قریب مثال افسانہ کی ہے
ہے جہاں سیارہ روئی پر
نکلنے اور غرض جو آنکہ
اگر کوئی شورت میں خوش رنگ
ہو اور پھر سیارہ زور نہ جائے
تو وہ اس حالت میں نکلنے
نہیں ہو سکتا ہے۔
گلے نزع۔ اگر آڑنے والا
پرتندہ بنے۔ میں پیش پائے
تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔
مترغ خانہ۔ پالتو پرتندہ
میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ

اس شخص کو کہیں آزادی نصیب نہیں ہوتی تمہیں آڑنے والا پرتندہ آزاد تھا۔

اب مولانا مناجات سے فارغ ہو کر مضمون ارشاد کی بیان
شرح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس جہاں کو آب حیات
کی طرح مرغوب سمجھ لے گا اور اسی کی زندگی کو زندگی مانے گا جیسا کہ ابلیس نے کیا

وہ اوروں سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ حالت حیات جسمانی میں بموت روحانی مرجائے گا۔ پس تم کو حیات ذیوی کو مطمح نظر نہ بنانا چاہیے کیونکہ یہ کوئی قابل قدر نہیں ہے بلکہ عالم غیب کو مطمح نظر بنانا چاہیے۔ اسیلئے جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں جب لوگ اپنی چشم قلب سے اس عالم کو دیکھتے ہیں تو وہاں انکو عجیب کاریگری نظر آتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ وہاں تبدیل مابیت ہوتی ہے اور اکسیر عام موجود ہے جو قلب مابیت کرتی ہے اور شگاف تن کو بدوں سے ہونے جوڑا جاتا ہے پس جبکہ یہ عالم الیسا عجیب غریب ہے تو یہ دل لگانے کے قابل ہے نہ کہ عالم ناسوت۔

تم کو فنا سے کیوں نفرت ہے اور تم کیوں حیات کو پسند کرتے ہو۔ دیکھو جب تم اولاً وجود میں آئے ہو تو اس وقت تم خاک تھے یا باد یا آتش یا آب۔ پس اگر تم کو فنا حاصل نہ ہوتی اور تم اسی حالت پر باقی رہتے۔ تو اس معراج ترقی پر کیونکر پہنچ سکتے تھے جو آج تم کو حاصل ہے کہ انسان ہو۔

پس ثابت ہوا کہ فنا قابل نفرت نہیں۔ بلکہ قابل رغبت ہے۔ قابل نفرت تو اس وقت تھی جبکہ اس کے بعد بقائے ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ جب مہدل کے ہستی اول نہیں رہتی تو حق سبحانہ تعالیٰ بجائے اس کے اسے دوسری ہستی عطا فرماتے ہیں اور اس طرح سینکڑوں ہستیاں عطا فرماتے ہیں جس میں ہر ایک ہستی سابق سے بہتر ہوتی ہے پس تم کو فنا سے نفرت نہ چاہیے اور ہستیوں میں دل نہ لگانا چاہیے اور حق سبحانہ سے تعلق پیدا کرنا چاہیے مگر تم کو حق سبحانہ سے تعلق نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تم ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہو لیکن یہ باری غلطی ہے۔ ہم کو مہدیل حقیقی پر نظر کرنی چاہیئے اور اسباب کو چھوڑنا چاہیئے۔

کیونکہ وسائط میں دل لگانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ان وسائط کے سبب اصل مطلوب سے جدا ہو جاؤ گے۔ اسلئے قاعدہ ہے کہ جتنے وسائط زیادہ ہوں گے

اسی قدر اصل مطلوب ہاتھ سے جائے گا۔ اور جس قدر کم ہوں گے اسی قدر لطیف وصل زیادہ ہوگا اور جب بالکل نہ ہوں گے تو لذت وصل تام ہوگی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تم اسباب میں پھنس جاؤ گے اور ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھو گے تو اسکی تمہاری حیرت کہ مبدل کون ہے جاتی رہے گی اور حیرت ہی تمکو حق سبحانہ تک پہنچا سکتی تھی لہذا تم وصل الی الخ سے محروم ہو جاؤ گے پس تم ان اسباب و وسائل کو چھوڑ دو تا کہ تم حیرت میں رہو اور وہ حیرت تمہیں حق سبحانہ تک پہنچائے گا تا کہ تم کو کہنا یہ سہلہ جب تم کو بہت سی فنائیں فنا کی بدلت حاصل ہو چکی ہیں تو کیا وجہ کہ تم فنا فی الخی نہیں چاہتے اور بقا جسم پر عاشق ہو۔

آخر باتم سوچو تو کہ تم کو جو پیشتر بہت سی فنائیں حاصل ہو چکی ہیں جس کی تفصیل عنقریب آنے والی ہے ان سے تم کو کیا ضرر ہوا جو تم کو فنا کے نام سے وحشت ہوتی ہے اور بقا کو پیٹ کر رہ گئے ہو جبکہ کوئی ضرر نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا کہ بقائے اول سے بہتر بقا حاصل ہوئی۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا تو ہم کو ہرگز وحشت نہ چاہیئے بلکہ طالب فنا ہونا چاہیئے۔ اور اس مبدل کی پرستش کرنا چاہیئے جو اس قدر منعم ہے کہ بلا استحقاق تم کو یہ نعمتیں دیتا ہے۔

دیکھو! جب سے تم وجود میں آئے ہو اس وقت سے لاکھوں مرتبہ فنا ہو کر بقا حاصل کر چکے ہو۔ مثلاً اول تم مجاہد تھے جب تمہاری جمادیت فنا ہوئی تو فنا حاصل ہوئی اور نمائی صرف فنا ہوئی تو حیوانیت حاصل ہوئی حیوانیت محضہ گئی تو عقل و تمیز حاصل ہوئی اور تم انسان بنے اب اگر تم انسانیت صرفہ سے فنا ہو گئے تو تم کو مزید ترقی ہوگی اور تم لامکان سے وابستہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم کو کیا کیا ترقیاں ہوں گی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ لب دریا تک تو پاؤں کے نشان ملتے ہیں مگر دریا میں پاؤں کے نشان نہیں ہوتے۔ نیز خشکی میں تو بنا براحتی پاؤں گاؤں، شہر اور سراپائیں، منزلیں ہوتی ہیں اور دریا میں منزلیں

نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ اگر کوئی دریا میں مکان بنا ناچاہے تو جس وقت موج آئیگی نہ دیواریں رہیں گی نہ چھتیں۔ پس دریا میں نہ نشان قدم ہوتے ہیں اور نہ منزلوں کا کا نام و نشان ہوتا ہے ماں اتنا کہہ دیتے ہیں کہ اسکی منزلوں میں اتنا فصل ہے جتنا کہ مکان اور لامکان میں۔ خیر، تو جب تم کو فنا ہائے سابق سے ایسی ایسی بقائیں حاصل ہوتی ہیں جن کا ابھی ذکر کیا چکا ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بقاء جسم کو کیوں پیٹ کر رہ گئے۔ اور فنا فی مرضیات الحق کیوں نہیں طلب کرتے پس اے زاغ و شش اور طالب حیات جسمانی! تو اپنی جان حق سبحانہ کے نذر کر دے اور اسکی تبدیلی کے آگے سر جھکا دے اور باز کی طرح مقرب بن جا۔ تو بقاء کہنے کو اس کے حوالہ کر کے اس حیات تازہ کیلئے ایسے کچھ معلوم ہو چکا ہے کہ ہر جدید حیات گذشتہ حیات سے بہتر ہے۔

اور اگر تو نخل کی طرح ایثار نہیں کرنا چاہتا تو تو جان! پرانے پر پرانے لا دتا ہے اور ان کا ڈھیر لگا لے اور جو حیات تازہ سے واقف نہ ہوا اسکی سامنے وہ بوسیدہ اور سڑی ہوئی اور پرانی تام بقلے جا اور ان سے کہہ کہ میری اتنی عسکر اور اتنی ہے وہی اسکی قدر کریں گے۔

رہے وہ لوگ جن کو حیات تازہ حاصل ہے تو وہ تیری کچھ بھی قدر نہ کریں گے اور تیرے معتقد و مرید نہ ہوں گے۔ ایسے کہ وہ تو حق سبحانہ کے دام کے شکار ہیں اور جہاں کہیں اندھے جانور جمع ہوں گے۔ اے سیلاب شور وہی تیری وقعت قدر کریں گے۔ اور تیرے گرد جمع ہوں گے تاکہ تیرے کھاری پانی سے ان کا اندھا پن اور بڑھاپہ اور تیری طول عسکر انکو اور طول عسکر کی حرص ہو۔ کیونکہ آب شور سے تو اندھا پن بڑھتا ہے۔ اہل دنیا اسی وجہ سے دل کے اندھے ہیں کہ وہ ناسوت کا کھارا پانی پیتے ہیں یعنی اشیائے ناسوتیہ سے ناجائز طور پر متمتع ہیں۔ ہم ہی ان سے کہتے ہیں کہ

کم بخنوا تم کو آب حیوان عالم غیب تو میسر ہی نہیں تم شور آب ہی بیو۔ اور غذائے شور ہی کھاؤ۔ یہ تو تمہاری حالت ہے کہ کھانے کو غذائے شور ملتی ہے اور پینے کو آب شور۔ جسک تمہاری نابینائی بڑھتی ہے مگر اس پر بھی تم یہیں رہنا چاہتے ہو؟ اور زنگی کی طرح سیاہ روئی میں خوش ہو۔ مگر تم بھی معذور ہو کیونکہ تم نے عالم غیب کی لذتِ نعمتیں دیکھی نہیں تم ان کو طلب کیسے کر سکتے ہو۔ اور اغذیہ ناسوتیہ کو بڑا کیونکر سمجھ سکتے ہو۔ ان کو تو بڑا وہی سمجھ سکتا ہے جس وہ نعمتیں دیکھی ہوں اور پھر اتفاق سے وہ محروم ہو گیا ہو۔ مثلاً زنگی سیاہی میں ہی خوش ہوتا ہے اور اسے اس سیاہی کو دور کرنے کی فکر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ابتداء ہی سے سیاہ ہوتا ہے برخلاف ایک حسین معشوق کے کہ اگر اس کے دھبہ بھی لگ جاتا ہے تو اسے دور کر نیکی فکر ہوتی ہے۔

سین پرندہ اگر زمین میں مجبوس ہو جاتا ہے تو محزون و مغموم ہوتا ہے اور روتا پیٹتا ہے لیکن مرغی کو زمین سے کوئی وحشت نہیں ہوتی اور وہ مزہ سے چٹت و چالاک اور خوش خرم دانہ چھچکی رہتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ ابتداء ہی سے بے پروا ہے اسلئے پرواز کی قدر نہیں جانتی اور سابق الذکر رمنے والا تھا اسلئے کہ وہ اسکی قدر جانتا تھا۔

لے حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یہ کہ کچھ حالت کے بعد
جب بڑی حالت ہوتی ہے
تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی
ہے۔ مگر کائنات جو شروع
سے مفلس ہو وہ اس قدر
قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ
مفلس جو اللہ ہی کے بعد
مفلس ہو گیا ہو۔ غرضیکہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْحَمُوا ثَلَاثًا عَزِيزٌ قَوْمٌ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا عزت
ذَلْ، وَغَنَى قَوْمٌ اِفْتَقَر، وَعَالِمًا يَلْعَبُ بِهِ الْجَهْلُ
جذیل ہو گیا ہو کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہو گیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں
گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اور
حال مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَافْتَقَرَ
اس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ حالانکہ وہ عالم جو ماہوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے اور سنگیدہ خواہ تم فقر کے بنے ہوئے ہو۔
 شکہ آنکہ یہ عیون شخص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بد وقت میں مسک رہا ہے نہ وہی تکلیف پہنچیں ہے وہ دن کا کوئی عضو کٹے۔ ے عضو بدن سے کون عضو کٹے۔ بعد مرده ہو جائے حضور دیوہ تر ہوتا ہے اور پھر پھر مرنے چلا جاتا ہے۔
 شکہ تبرک۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکا ہے اس کی یاد اس کو ستاتی ہے تاکہ جس شخص نے کسی سلطنت کا مزہ چکھا ہو وہ سلطانی کی عرص سے محروم رہتا ہے تو یہ وہ شخص تو بہر کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس

وَالَّذِي كَانَ عَزِيزًا فَاَحْقَقَ اور اس پر جو باعزت تھا پھر خیر ہو گیا ہو گفت پیغمبر کہ برائیں سرگروہ پیغمبر نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر آنکہ اول بعد از عزیزی خوار شد وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو و اس سوم آں عالمی کا ندر چلا تیسرے وہ عالم جو دنیا میں زانکہ از عزت بخواری آمدن کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا عضو گرد مرده کز تن و ابرید جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مرده ہو جاتا ہے
 شکہ کہ از جامم است او خوریدار جن نے گذشتہ سال جامِ لذت سے پیا ہو وانکہ چوں سگنہ اصل گہدائی بود نہ جو کئے کی طرح اصل شناس نہ ہو تو بہ او جوید کہ کردہ مست گناہ تو بہ نہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو

اَوْ صَفِيًّا عَالِمًا بَيْنَ الْمَضْرُ یا شریف عالم تر شرفوں کے درمیان رحم آید از سنگیدہ و زکوہ رحم کرو خواہ تم فقر کے ہو یا پھر اڑکے و اس تو نگر ہم کہ بے دینا ر شد وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو مبتلا گرد میان اہلہاں بے دغفوں میں مبتلا ہو جائے پھو قطع عضو باشت دان بدن جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے نو بزیہ جفید امانے مدید ناکا ہوا شہتا ہے یہ کسی زیادہ در نہیں مستش اسال آفت رنج و فحاشا اس سال رنج اور فحاشی کی مصیبت ہوگی کے مر اور احرص سلطانی بود اس کو یاد شایستہ کالاج کب ہوتا ہے؟ آہ او گوید کہ کم کردہ است آہ آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ کم کر دیا ہو

ہوتا ہے اور راستہ سے ہٹا جا ہی آہ کرتا ہے۔

شرح

اچھا اب بیان بالا کی مزید تائید سنو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ارحموا من کان غنیا

فما فقرو والذی کان عزیزا فاحقرو وصفیّا عالمًا بین المضر (میں حضور) حدیث کا) جسکے معنی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم پتھر اور پہاڑ کے بنے ہوئے ہی ہو۔ تو بھی ان تین شخصوں پر رحم کرو اول وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو۔ دوسرے وہ جو دولت مندی کے بعد

ہو گیا ہو۔ تیسرے وہ عالم برگزیدہ جو احمقوں میں پھنس گیا ہو۔ سو آپ نے اس شخص پر رحم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ عزت کے بعد ذلت ایسی ہے جیسے کسی عضو کا بدن سے جدا ہو جانا۔ کیونکہ جو عضو تن سے جدا ہو جاتا ہے وہ ہی عزت کے بعد ذلیل ہوتا ہے کہ مردار ہوتا ہے جس طرح وہ عضو جو اپنے تن سے جدا ہوتا ہے اس جڑا ہو کر بڑپتا ہے۔ مگر جب دیر ہو جاتی ہے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے یوں ہی جو شخص عزت کے بعد ذلیل ہوا ہے وہ بھی مضطرب ہوتا ہے مگر ایک عرصہ کے بعد وہ ذلت سے خوگر ہو جاتا ہے اور لطف عزت کو بھول جاتا ہے اور اسے سکون ہو جاتا ہے۔

اسگ ثابت ہوا کہ جو شخص شراب عشق الہی پیتا ہے اور پھر ایک وقت میں وہ شراب اسے نہیں ملتی وہ ہی بے قرار ہوتا ہے۔ برخلاف اس محبوب کے جو ابتداء ہی ناسوتی اغذیہ کھاتا ہو۔ وہ کیا بادشاہی معنوی اور قرب حق سبحانہ کی آرزو کریگا اور اسکے نہ ہونے سے اسے کیا تکلیف ہوگی۔ نیز تو یہ وہی کریگا جس نے گناہ کیا ہو۔ اور گناہ کے سبب وہ ذوق طاعت محروم ہو گیا ہو اور جو ذوق طاعت کو چاہتا ہی نہیں وہ کیا توبہ کریگا۔ علیٰ ہذا۔ آہ وہی کریگا جس راستہ گم کیا ہو۔ اور جو سکر سے بے راہ ہے اور بے راہی کو راہ جانتا ہے وہ کیا آہ کریگا۔ الغرض؟ عمدہ حالت کی وہی قدر کر سکتا ہے جو اسے آشنایا ہو۔ اور جو اس حالت سے آشنا ہی نہ ہو وہ اسکی قدر نہیں کر سکتا۔



قصہ مجوس شدن آں آہو یکہ در آخر خزان طعنہ آں خاں برآں
 ہرن کے بچہ کا گھروں کے امپل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اس پر دسی پران
 غریب گاہ بجنگ گاہ بہ خرو و مبتلا شدن آں دیکہ کاہ خشک کفدائے
 گھروں کی طعنہ زنی بھی لڑائی سے کہیں فاقے سے اور اس کا خشک گھاس میں
 اونیست ایں صفت بندہ خاص صلی ای ست غر و قل میان
 جتاہو با یکو کہ وہ اسکی نظر نہیں ہے اور یہی حالت نواہے غر و قل کے خاص بندے کی دنیا و دنیا
 اہل دنیا و اہل شہوت کہ الاسلام رکبک اعز نبیا و سیعود سحر نبیا
 اور شہرت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور مقرب اجنبی
 کما ید اقطوبی للغرباء صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نہایت جبار کا شروع ہوا اور اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ

اندرا آخر کردش آں بے زہیا
 اس بے ایمان کو امپل میں کر دیا
 جس آہو کردچوں آہنگراں
 ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا
 آہو پیش آں خراں شکہ ریخت
 اس (شکاری) نے رات کو گھروں کے سامنے گھاس لٹا دیا
 کاہ راہیخورد خوش تر از شکر
 گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھا لیا تھا
 گرز دود و گرد کہ میتافت رو
 کبھی دھریں اور گھاس کی گرد سے نہ مڑتا تھا
 آں عقوبت را چومرگ گناشتہ
 اس سزا کو اس نے مرگت نہال کیا ہے
 ہجر را عذرے نگوید معتبر
 جسدان کا معتبر عذر نہ بیان کرے
 یک غلاب سخت پیروں آں حنا
 ایک سخت سنسرا جو ان گنت ہے
 در قفس بودن بغیر جنس خود
 پنجرے میں بغیر جنس کے ساتھ رہنا

آہوئے را گردیتا دے بشکار
 ایک ہرن کا ہنگ شکاری نے شکار کیا
 آخرے را پر ز گاوان و خراں
 اس امپل کو پر بیلوں اور گھروں سے بھرا ہوا تھا
 آہو از وحشت بہر سوسیک ریخت
 ہرن وحشت سے ہر جاہ کو بھاگتا تھا
 از مجاعت و اشتہا ہر گاؤ و خر
 بھوک اور خواہش سے ہر سیل اور گدما
 گاہ آہومی دمید از سولیسو
 ہرن کبھی ادھر ادھر دوڑتا تھا
 ہر کرا باضہ خود بگذاشتند
 جس کو اس کی فمد کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے
 تا یلیماں گفت کاں ہد ہد اگر
 یہاں تک کہ حضرت اہلبیان نے کہا اگر وہ ہند
 بجکش یا خود دم اور اعداب
 میں اس کو مار ڈالوں گا یا غور اس کو سزا دوں گا
 ہاں کدما ست آں غلاب معتد
 اسے معتد! ان وہ سنسرا کون سی ہے؟

لہ قفہ۔ اس قفہ سے یہ
 بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چوک
 آدائی کے غلط اٹھائے
 ہوئے تھا اس نے اس کے
 ذہن کا امپل اس وقت
 گھسے اس سے محروم تھے
 و اس صفت جس طرح یہ
 ہرن کا بچہ گھروں میں آکر
 پریشان ہوا یہی حال عالم
 کا حال ہرن میں ہوتا ہے۔۔۔۔۔
 آکسلا۔ جس وقت اسلام
 کی ابتدا ہوئی تب بھی وہ
 لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور
 عذریہ پر اجنبی بن جاتا
 تھا لوگوں کے لئے خوشخبری
 ہے جو مصلحت ہونے کی وجہ سے
 اجنبی ہیں۔ آخر امپل۔
 زنجبار۔ چنا۔ استخوان۔
 شکار۔
 لہ آہومی شکاری جماعت
 بھوک۔ ہر کرا۔ سزا میں اگر
 کسی چیز کو اس کے مخالف
 سے وابستہ کر دیا جائے تو یہ
 سزا موت ہے۔
 غلاب۔ اہلبیان حضرت علیؑ
 نے ہوبو جو سخت غلاب
 دینے کو کہا تھا وہ بھی شکار
 میں کو بائیں کے ساتھ ہرن
 میں بند کر دیتے۔

زین بدن اندر غلابی لے پیر
اے بیٹا! اس جسم سے تو بھی مذاب میں ہے
روح بازست و طبائع ز اغما
روح باز ہے اور مزاج کڑے ہیں
اوبانده در میان شاں زار زار
وہ اُن کے درمیان تنہا حال ہے

مُرغ رُوح ت بستہ با جنسِ دگر
تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہے
دارد از زانان تن بس داغها
وہ جسم کے کودکان کی وجہ سے بہت زخمی ہے
ہیچو بوبکرے بشہر سبزوار
جس طرح کوئی ابوکر سبزدار شہر میں

لے زین بدن انسان کے
لے ہی مذاب ہے کس
کی روح کو غیر جنس میں جسم
کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے
توجہ - روح باز ہے اور بدن
کی طبیعت کڑا ہے بوبکرے
یعنی ابوکر نامی شخص سبزدار
ایران کا مشہور شہر ہے جس
کے باشندے سنت رافضی
تھے

شرح
اس قصہ میں چند احتمال ہیں اول یہ کہ اس مقصود اہل
دنیا کی حالت کے مقابلہ میں جو کہ اب تک بیان کی گئی تھی

اہل اللہ کی حالت دکھلانا ہو اور ظاہر کرنا ہو کہ اہل دنیا تو دنیا پر عاشق ہیں
مگر اہل اللہ اس متوحش ہیں۔ اور گاہ کہ یہ تمثیل ہو اس عالم کی جو نا اہلوں میں پھنس
گیا ہے۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا۔ تو اب حل سنو! ایک ہرن کو کسی شکاری نے گرفتار کیا
اور اس بے امان نے اس کو آغور میں باندھ دیا۔ وہ آغور جو بیلوں اور گدھوں سے
پڑھتی اس کو ظالمانہ طور پر اس ہرن کا چیل خانہ بنا دیا جب ہرن دہاں بندھا تو گھر گھر
ہر طرف بھاگنے لگا۔ شکاری نے گدھوں وغیرہ کے سامنے رات کو گھاس ڈالا تو
مارے بھوک کے تمام گدھے اور بیل اس کو مزہ لے لیکر کھانے لگے مگر ہرن کی
یہ حالت تھی کہ وہ ادھر ادھر بھاگتا تھا اور گھاس کے گرد اور اس کی بو سے ادھر
ادھر نہ مڑتا تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس کو نا جنسوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کا
منشا یہ ہوتا ہے کہ اس کو موت کی مانند سخت سزا دینی مقصود ہوتی ہے کیونکہ
اس سزا کو موت کی مانند سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے

فرمایا تھا کہ اگر جھجھد نے اپنی غیبت کا معقول عذر نہ بیان کیا تو یا میں اُسے مار ڈالوں گا یا ایسی سخت سزا دوں گا جو بیان سے باہر ہے۔ وہ سزا کون سی ہے؟ پنجکے میں غیر جنس کے ساتھ مجبوس ہونا۔ تو سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ ہو گا کہ میں اسے غیر جنس کے ساتھ مقید کر دوں گا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ غیر جنس کے ساتھ مجبوس ہونا موت کی مانند سخت ہے۔ تو تم عبرت لے کر پکڑو! اور سمجھو کہ تم اس بدن کی بدولت سخت ترمنا عذاب میں ہو کیونکہ تمہاری روح غیر جنس کے ساتھ مجبوس ہے، اسلئے کہ روح تو باز اور مقرب بادشاہ حقیقی ہے اور نفوس کوئے (پابندِ اکل) اور وہ ان کوں کی صحبت سے بہت کوفت اٹھا رہی ہے اور ان کے درمیان یوں زار و نزار ہے جیسے شہر سبزوار میں ابو بکر۔ قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبزوار را کہ ہمہ اہل او سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی باشندہ جنگ گرفت ایشان از کشتن امان رافضی تھے جنگ کر کے لے یا ان لوگوں نے قتل سے امان پا ہی اس خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیش من ازیں شہر یک نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابو بکر نامی بیادرید نامی شخص لے آؤ

۱۵ آلب۔ بہادر۔ آلب۔ بزرگ۔ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خوارزم سے عراق تک جس کی رعایا تھی۔ یہ سولہ گئے روم کے والد خواجه بہادر الدین متہکا ماموں تھا۔ ۱۶ سجدہ آوردند۔ سبزوار کے باشندے قطع ہو گئے اور اہل نے جان دال کی امان پائی۔ ہر تھاج سبزوار میں لے گیا کہ جو جنس ہم پر لگا یا گیا ہم ہر نفس میں بڑھا کر ادا کریں گے

شد محمد آلب آلب خوارزم شاہ بہادر محمد خوارزم شاہ تنگ شاں آورد لشکر بے او اس کے لشکروں نے ان کا محاصرہ کر دیا سجدہ آوردند پیش کا لاماں انہوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا کہ اس نے در قتال سبزوار پر تباہ کیا ہی بھرے سبزوار دشمنی کے قتل میں اپہش افتاد و قتل عدو اس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے حلقہ ماں در گوش کن و بخش جان ہمیں ملکہ گوش بنالے۔ جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایت

جر خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیے

جان ما آن توہمت لے شیر خو

اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے

گفت نہ رہا نید از من جان خویش

اُس نے کہا ختم اپنی جان بھوسے نہیں پھڑکتے ہو

تا مرا ابو بکر نام از شہرستان

جب تک کہ ابو بکر نام کا اپنے شہر سے کیسے

بدر دم تاں ہیچ کو کشک تو مژوں

اے کیسے قوم! میں کیسے کیسے کہ تو مژوں کا تو

پس جواں زر کشیدندش براہ

تو انھوں نے آخر فیوں کا ہوا انکے سامنے لانا

کے بود بو بکر اندر سب زوار

ابو بکر، سب زوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟

زو بتا بید از زر و گفت ای مغال

آخر فیوں سے شہ پیر یا اور کہا ایے کا فو!

یہیچ سوئے نیست کو دکت مہم

کئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں

تا نیاری سجدہ نہ رہی از بون

اے خیر! جب تک تو سجدہ نہ کرے گا (فرخ) مجھے تو

منہیاں اینگہ خند از چپ و رست

انھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس روئے

بعد سر روز و سر شبکشتاقتند

تین دن اور تین رات کہ جبکہ وہ روئے پھرے

رہگذر بود و بماندہ از مرض

سافو تھا اور مرض کی وجہ سے بڑا رہ گیا تھا

گوہرے اندر خواہ بے عرض

ویرانہ میں موٹا، بے سروسامان

خفتہ ہوا و در یکے گنجے خراب

وہ ایک آجڑے ہوئے گوش میں سر رہتا

اں زما ہر موسے افزایدت

وہ ہر موسم میں ہماری جانب تیرے لئے بڑھ کر

پیش ما چندے امانت باش

کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں ہے

تا نیاریدم ابو بکرے بہ پیش

جب تک کہ ایک ابو بکر میرے سامنے نہ کر دو

ہدیہ ناریداے ربیدہ امتاں

ہدیہ نہ لاؤ گے، اے بگڑی ہوئی قوم!

نے خراج استام و نے ہم فوں

خراج لوں گا اور نہ ہی کچھ چیزیں بائیں دلوں

کو جنیں شہرے ابو بکرے خواہ

کہ ایسے شہر سے ابو بکر نہ مانگ

یا کلور خشک اندر جو سبار

یا خشک و صیلا نہر میں

تا نیاریدم ابو بکر ار مغال

جب تک کہ تم ابو بکر کا تحفہ میرے پاس نہ لائے

تا بزر و سیم حیراں بیتم

کمرے کرنے اور چاندی سے حیراں رہاؤں

گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں

خواہ تو نقد سے (مساجد) کو بک کر پائے

کا ندیریں ویرانہ ابو بکرے بجات

کہ بس ویرانہ میں کوئی ابو بکر کہاں ہے؟

یک ابو بکرے نزارے یافتند

انھوں نے ایک لاغر ابو بکر پایا

در یکے گوشہ خسراے پر عرض

مریض ہو کر، بازو دھرتے کے ایک گوشہ میں

خون دل بر رخ فشانہ از مرض

مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چڑھ چکا

چوں بدیدندش بگفتندش شستا

جب انھوں نے انکو دیکھا غرا اُس سے کہا

لہ ابو بکر خواندم شادے

کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی

آبادی میں سے ابو بکر نام کا

کوئی شخص ناکر پیش کر دوں

اگر یہ شرط پوری نہ کرے تو

میں سب کو قتل کر دوں گا۔

یہیں جلال، ان لوگوں نے

اشر فیوں کا پورا سامنے کر

ٹال واکر یہ قبول کر لیے اور

ابو بکر نامی شخص کے لئے

کی شرط ختم کر دی۔

۵۵۵ کے خود سب زوار میں کسی

ابو بکر کی تلاش ایسی ہی ہے

جیسے کوئی دریا میں خشک

و صیلا تلاش کرے۔ نفاق۔

ان لوگوں کو مرض کی وجہ

سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔

تا نیاریں۔ ان لوگوں کا

اشر فیوں سے کرنا نہات مال

کرنے کی تائید ایسی ہی تھی جیسا

کہ کوئی شخص نماز سے اس

طور پر چھٹکا حاصل کرنا

چاہے کہ ہندسی مسجد کو سڑک

سے تاپ ڈالے اور مسجد

ذکر ہے۔

۵۵۵ شہتیاں۔ ابو بکر نامی

شخص کی تلاش میں سب زوار

واپس لے جاسوس چھوڑ دیے۔

نزارے لاغر و بگندہ را بگذا

مسافر جو تھیں۔ بیماری کی وجہ سے

وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا

لیکن ان بے فتنوں میں ہوا۔

ہوا تھا بخند ہو۔ وہ ابو بکر

نامی مسافر ایک ویرانہ میں

پڑا سو رہا تھا۔

ملہ کرتا کہ بادشاہ شہزادے
مطابق ہیں مساف کر رہا
بمقصد یعنی اگر چلنے کی
طاقت ہو تو میں بھی منزل
کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں
وگرنہ میں نہ ٹھہرتا۔ اندیک
رائسی حضرت ابو بکر کے نام
کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔
تو تشریف کشاں کشاں کے
نئے جانے کا خوف بہتر وار
مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا
بھی سبزوار ہے اے جہاں بھی
مردن اسی طرح ہے یا رو
دروار در پناہ جس طرح
ابو بکر نامی شخص سبزوار میں
تھارے تھارے۔ اشد قائل کی
شاں غار زم شاہ بھولا
تسالی بھی دنیا داروں سے
دل کا صاحب کرتا ہے
ملہ گفت۔ حیث خریف
نہ اشد قائل تباری مروتی
اور ماں کو نہیں دیکھتا ہے
وہ تبار سے دلوں اور کاموں
کو دیکھتا ہے۔ حق اشد قائل
دل کی وجہ سے قویہ قوا ہو
قدول ہر شخص ایسا صاحب
دل نہیں ہے جس کی وجہ سے
خلوئی ضلالت نظر نہ
دک۔ اشد قائل اس دل کو
پسند کرتا ہے جس دل میں
استعداد و مست ہو کر آستان
ہیے سات موس میں ما
جائیں۔
ملہ ہی نہیں۔ نام دلوں
اس دل کی تلاش مایوسی ہے
بسیا کہ سب واروں ابو بکر نامی
تلاش صاحب دل صاحب دل
ملہ ترک جو شخص مروتی
ہی چکا ہو وہ غیر اشد قائل
نظر آتا کہ نہیں دیکھتا ہے

خیز کہ سلطان تڑا طالب شدہ است
آٹھ کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے
گفت اگر پایم بندے یا مقدمے
امدہ کہ اگر میرے پاؤں یا چلتا ہوتا
اندیس دشمن کندہ کے مانند
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا
تو تشریف کشاں بفرشتند
انھوں نے ایک تابوت اٹھایا
جانب خوارزم شہ جملہ دواں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے
سبزوار است این جہاں مروتی
یہ دنیا سبزوار ہے اور مرد و خدا
ہست آں خوارزم شہ زیوا طیل
وہ علاقے بزرگ دینوں خوارزم شاہ کے ہے
گفت لایستظرالی تصور کن کہ
(دولت لے فرمایا یہی اصل تباری تہذیب کی ہے)
من ز صاحب دل کنم زر تو نظر
میں صاحب دل کے ذریعہ تجویز نظر کرتا ہوں
تو دل خود را چو دل پنداشتی
جو کہ تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے
دل گر مقصد جو ایں ہفت آسمان
(وہ) دل کو ہر سات آسمان ہیے سات سو
ایں چنین دل ریز باراد ملو
دل کے اسی طرح کے ریزوں کو دل کہ
صاحب دل آئندہ شش و بود
صاحب دل چہ رفا آئندہ ہوتا ہے
ملہ کہ اندر شش جہت دار و مقر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو
گر کند آواز برائے او کند
اگر وہ صاحب دل نہ کرے تبار اس اشد قائل کہ کرتا ہے

کز تو خواہد شہساز قتل ست
کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہرتل سے کی بنگا
خود برا ہے خود بمقصد رفتے
اپنے راستہ پر اپنی منزل کو قبل رستا
سوئے شہر دوستان میر اند
دوستوں کے شہر کی جانب سواری پاک دیتا
برکتیف بوبکر را برداشتند
کاغذ پر ابو بکر کو سوار کر لیا
می کشیدندش کہ تا بیند نشان
وہ اس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشان دیکھے
اندیس جاضائع ست و مستحق
اس میں مانگنا اور نیست ہے
دل ہی خواہد از یں قوم ذیل
اس قوم ذیل قوم سے دل کا طالب ہے
فابتغوا ذا القلب فی تدبیر کن
پس اپنی تدبیر میں صاحب دل کو تلاش کرو
نہ نقش و سجدہ و ایثار زر
نہ کہ صورت اور سجدہ اور غلے لے کے ذریعہ
جستجوئے اہل دل بگذاشتی
(اپنے) تو نے صاحب دل کی جستجو ترک کر دی
آندراؤ آید شود یادہ و نہاں
اس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں
سبزوار اندر ابو بکر مجھ
سبزوار کے اندر ابو بکر کو تلاش نہ کر
حق درواز شش جہت نظر شود
اشد قائل ہے چھ جانب سے نہیں دیکھتا ہے
کے کند در غیر حق یک دم نظر
وہ غمزدی دیکھنے لگے اسو اشد قائل کہ کیا ہو
در قبول آرد ہو باشد سند
اگر قبول کرتا ہے تو وہی سہارا ہوتا ہے

شہزادہ سبزواری کا تذکرہ ہے

چونکہ اوتحق را بود در کل حال
 کیونکہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کیلئے ہم تاجر
 بیچ بے اوتحق بکس نندہ نوال
 اللہ تعالیٰ انکے بغیر کسی کو مٹا نہیں کرے گا
 موتبت ابر کف و تش نہد
 وہ اللہ تعالیٰ عطا کیے ہاتھ کی تھیلی پر رکھ دیتا ہے
 باکفش دریائے گل را اتصال
 اس کی تھیلی کا دریائے گل سے اتصال ہے
 اتصالے کہ نہ گنجہ در کلام
 وہ اتصال جویان نہیں ہو سکتا ہے
 صد جوال زریاری لے غنی
 ایسے انداز اگر تو سونے کے ستون پر لایا گیا
 گرز تو راضی ست دل میں ضمیم
 اگر وہ دل تجھ سے راضی ہو تو میں بھی راضی ہوں
 سنگرم در تو دریاں دل سنگرم
 میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اس کو دیکھتا ہوں
 باتوا و چونست ستم من چیاں
 جیسے ساتھ وہ بیٹا ہے میں ویسا ہی ہوں
 مادر و با و اصل خلق اوست
 مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے
 تو بگوئی نیک دل آور دم بتو
 تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں

برگزیدہ باشد اور اذوا بحال
 اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے
 شتمہ گفتن من از صاحب وصال
 میں نے دوسری بات کہی ہے اسے میں تو دل لایا ہوں
 و ز کفش آں را بحر حواں بد
 اس کی تھیلی کے غلام اس کو تو میں بحر حواں کو دیتا ہے
 ہست بے چون و چگونہ نیکال
 وہ ناقابل بیان کمالات سے بڑا ہے
 گفتنش تکلیف باشد و السلام
 اس کا بیان کرنا سخت ہے و السلام
 حق بگوید دل بیارے منحنی
 اللہ تعالیٰ فرادید اے گزے دل لا
 و ز تو معرض نو داغ ضمیم
 اگر وہ تجھ سے غمخیز نہ ہو تو میں بھی غمخیز نہ ہوں
 تحفہ اور آراے جان کورم
 اے جان! میرے در بدر اس کا تحفہ لا
 زیر پائے مادران باشد جنان
 جنت مادر کے پاؤں کے نیچے ہے
 اے خنک نکس کہ دل داند ز پو
 وہ قابل ہمارا کہ ہے جس کو دل اور چلنے میں تیار ہوں
 گویدت این دل نیز نزدیک طمو
 وہ تجھ سے کہہ رہا کہ یہ دل ایک مری کا ہوں
 نہیں ہے

گرفتہ اگر صاحب دل کسی
 کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا
 کیلئے کرتا ہے اور اس کا ورد
 قبول سب خدا کے ہوتا ہے
 ہے جو کہ جو کس صاحب
 دل کے ہوا حال خدا کیلئے
 ہوتے ہیں لہذا وہ خدا کا برگزیدہ
 ہوتا ہے بیچ۔ یہ صاحب دل
 علیقتادہ ہے اور اللہ تعالیٰ
 کی بول مٹاؤں کے واسطے ہو
 ہوتی ہے۔
 شتمہ موتبت۔ اللہ تعالیٰ
 اپنے جلاطلعات انکے احوال
 ظہور کی پہچان کرتا ہے۔ دریائے
 گل حضرت حق تعالیٰ با اتصال
 اس کے ہاتھ کا خدا سے جو
 اتصال ہے اس کا بیان نہیں
 نہیں ہے۔ غمخیز۔ اللہ
 تعالیٰ سونے چاندی سے
 بے نیاز ہے نہ صرف دل کا
 اعظم قبول کرتا ہے۔
 شتمہ گرز تو جس سے وہ مست
 دل راضی ہو جائے اس سے
 خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ
 راضی ہو جائے خدا راضی سے
 ناراض ہوتا ہے۔ ناقص۔
 وہ صاحب دل ایسا ہی ہوتا ہے
 جس سے راضی اس سے راضی ہوتی
 ہے۔ اور وہ صاحب دل
 غمخیز کیلئے منزل اس ہاتھ کے
 ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ خود کے
 سامنے اپنا وہ دل پیش کیا ہو
 جو ایک مری کا بھی نہیں ہے۔
 شتمہ قلب عالم جس صاحب
 دل پر عالم کی بقا کا مدار ہے
 ہے اور یہی دل آدم کے
 جان کی جان کا محور ہے۔
 آذر رائے اللہ تعالیٰ ایسے
 دل کا منتظر ہے جو فرار
 نیکی سے بھر ہوا ہے تو بگوئی۔

جان جان جان جان آدم است
 وہ دل آدم کی جان کی جان کا محور ہے
 ہست آں سلطان دلہا منتظر
 دلوں کا بادشاہ منتظر ہے
 آچنجان دل را نیابی ز غلبا
 از دوائے اعتبار تو ایسے دل کو نہ بے گما

آن دلے آور کہ قطب عالم است
 وہ دل لاجر عالم کا قطب ہے
 از برائے آں دل پرنور و پر
 اس کی نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا
 تو بگوئی روز ہا در سبزوار
 تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھوم رہا

دیا میں ایسے دل کا لانا ایسا
 ہی شہر ہے جس طرح سبزوار
 میں بوکر نامی شخص کا گناہ
 پہنچا اگر وہ دل تیرے پاس
 نہیں ہے تو اپنا مردہ دل
 ہی باز گاہ میں پیش کرے
 جس طرح سبزوار والوں نے
 بیچارہ لاغرا بوکر نامی شخص
 کو پیش کر دیا تھا۔
 ملے کر میت، روضہ، خیمہ
 سے کچھ کیا یہاں کوئی قبرستان
 ہے کہ قبر مردہ دل کو یہاں
 لایا ہے۔ تو جا اوروں
 لا جس کی وجہ سے ملک کا بقا
 ہے گزرتی۔ تو جس کے جواب
 میں کہنا کہ دنیا نامی کی ہے اور
 وہ دل نور ہے تاہم کی میں نہ
 کہاں ہے۔ وگھٹتی ایسے دل
 سے دنیا کو روزگار دل سے گھٹتی
 ہے۔

ملے رنگ۔ وہ دل باز ہے
 اور دنیا جہاں ناز ہے کوئی
 اپنے انہیں کو دیکھنے نہیں
 کرتا ہے۔ وگھٹ کر کوئی ضیاء
 ایسے صاحب دل کھاتا
 نرمی رہتا ہے تو وہ منافقت
 پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے
 کسی فائدہ کا ایسا واسطہ ہوتا ہے
 تمی گنہ اگر دنیا دار ایسے صاحب
 دل کی ان میں ہوا ہے تو
 مصیبتیں کدہ اسکو زیادہ

ملے کر چہرہ بہت کچھ دیکھ
 منافقت حاضر ہوتے ہیں اور
 سوس کا دل بگنے میں میرتب
 خرم صاحب دل بھی شان
 و شوکت کی وجہ سے بیدار
 کا بھی خریداریں جاتا ہے۔
 صاحب دل جب بگنے یہ
 معلوم ہو گیا کہ صاحب دل
 میرتب کو بھی خریدتا ہے

پس دل پر مژدہ بوسیدہ جا
 تو ایک مڑھایا ہوا اور بوسیدہ درج والا دل
 کہ دل آوردم شراے شہر پار
 کہ سے شاہ ایسا تیرے دل لایا ہوں
 گوشتِ اس گوزن کا تلے جری
 وہ جو سے کہہ بیگنے میاں کہ یہ قرشی ہے
 رو بیاور آں دے کوشاہ سخت
 چاہو وہ لا جو شان مزاج رکھے
 گوئی آں دل زین جہاں پنہاں ہو
 کہ کہہ گا کہ وہ دل اس دہا میں منقور ہے
 دشمنی آں دل از روز آلت
 ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی
 زانکہ او بازست دنیا شہر زان
 کیونکہ وہ اپنے دینا کوں کا شہر ہے
 و رکند نرمی نفاقے می کند
 اگر نرمی کرتا ہے تو نفاق برتتا ہے
 می کند آسے نہ از بہر نیاز
 ان کی کبت ہے نہ کیا زندگی سے
 زانکہ اس نازغ خس مر دار جو
 کیونکہ یہ کینہ کو آ مر دار کا جرایاں

گر نیرینداں نفاش وارمید
 اگر وہ نفاش کو قبول کریں تو اسے نہت مل کر
 زانکہ آں صاحب دل باکزوفر
 کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل
 صاحب دل جو اگر بیجاں نہ
 صاحب دل کی بخش کر کر تو مردہ نہیں ہے
 آنکہ زرق او خوش آید مرثرا
 جس کا کہہ تجھے اچھا لگتا ہے

بر سر تختہ نہی آسٹو کشاں
 تابوت میں رکھ کر وہاں لے جا
 بہ ازیں دل بنو داند سبزوار
 سبزوار میں اس سے بہت دل نہیں ہے
 کہ دل مژدہ بدیں جا آوری
 کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے
 کہ امان سبزوار کون از دست
 کیونکہ دنیا کے سبزوار کو کسی کی وجہ سے انہیں
 زانکہ ظلمت باضیاء خداں ہو
 کیونکہ تاریکی اور نور دو مفید ہیں
 سبزوار طبع را میرانی است
 (دنیادی) طبیعت کی مروری ہے
 دیدن ناخس بر ناخس داغ
 غیر میں کو غیر میں کا دیکھنا داغ ہے
 زانکہ الت از نفاقے می کند
 ان کر کے فائدہ حاصل کر رہے
 تاکہ ناصح کم کند نصیح دواز
 (بلکہ اسلئے کہ ناصح دواز نسبت نہ کرے
 صد ہزاراں مکر وارد تو بتو
 نہ بہ نہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

شد نفاش عین صدق مستفید
 اس کا فائدہ منافق میں چھائی ہی گیا
 ہست در بازار ما میوب خر
 ہمارے بازار میں میوب دار کو بھی خریدتا ہے
 جنس دل شوگر ضد سلطان
 دل کا ہمہ جنس بیجا اگر شاہ کا حالت نہیں ہو
 او ولی کنت نہ خاصہ خدا
 نہ تیسرا دل ہے نہ مکر و نفا

جسٹس کر کے تاکہ اپنے ایک دنیا دار میں لاکھوں مکران برائی ہیں

تیرے کہ او بر خوی در طبع تو زلیست
 ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے
 رُو ہوا بگذا رتا بُوئی خدا
 بانفسانیت کو چھوڑے تاکہ خدا کی خوشبو
 رُو ہوا بگذا رتا خوبت شود
 جانفسانیت کو چھوڑے تاکہ تیری بھلائی ہو
 از ہوا رانی دماغت فاسدت
 نفسانیت سے خیر دماغ خراب ہے
 عاشقی تو برنجاست ہیجوزاغ
 تو کو کسی طرح نجاست پر عاشق ہے
 حد ندارد سخن و اہوی ما
 اس بات کی حد نہیں ہے اور ہوسنا ہر

پیش طبع تو ولی ست و نبی ست
 تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے
 در مشامت میرسدے کہ خدا
 تیری ناک میں پہنچے اے صائب نازا
 واں مشام غنیریں بُویت شود
 اور تیرا دماغ غنیر کر سونگھنے والا بن جائے
 مشک و غنیر پیش مغزت کا سست
 تیرے دماغ کیلئے مشک اور غنیر بے قدر ہے
 بُوئے مشک می نگیرد در دماغ
 تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے
 میگریز و اندر آخر جا بجا
 اسطبل میں ، جا بجا بجا رہا ہے

تو اب کسی صائب دل کی
 تلاش کرے اگر خدا کا شوق
 نہیں ہے جرح جس کی
 سکڑی تجھے پس آئے وہ تیرا
 دوست ہے خیرا کا دوست
 نہیں ہے۔
 لے جرح تو جس اپنے ہے
 نبی کی صلیبت اور عزت کے
 قویں ہو گئے۔ تیرا ہمیش
 غفلت کی کو ترک کر جب تو
 خدا کی خوشبو سونگھنے کا اور
 تیرے دماغ میں سونگھنے کا۔
 از تیرا نبی۔ اگر تو غشی کی
 خوبت کو رو کر تارے کا تو
 مشک و غنیر تو تیرے ہیجان کیلئے
 سست۔ عشق چو کہ تو نشان
 تو اس میں سکتا ہے تو تیرے
 دماغ خدا کی خوشبو سے نا آشنا

شرح

محمد اُلب الفخوار زم شاہ نے سبزوار پر فوج کشی کی (سبزوار
 رافضیوں کا شہر تھا) اسکی فوجوں نے باشندگان سبزوار
 کو تنگ کر دیا اور انکو خوب قتل کیا۔ بالآخر انہوں نے اطاعت قبول کی اور
 امان مانگی اور کہا کہ آپ ہماری جان بخشی کیجئے اور ہمیں رعایا بنالیجئے جس قدر
 حراج وغیرہ آپ کو درکار ہو۔ ہم دینے کو تیار ہیں۔ اور ہر فصل میں اس سے
 کچھ زیادہ ہی دیں گے۔ کم نہ کریں گے۔ ہماری جانیں تو آپ ہی کی ہیں گو ہمارے
 پاس کچھ دنوں کے لیے امانت ہیں۔ خوارزم شاہ نے جواب دیا کہ تم مجھ سے
 اس وقت اپنی جانیں نہیں بچا سکتے۔ تا وقتیکہ تم ابو بکر کو میرے سامنے
 نہ لاؤ۔ اور جب تک تم مجھے ابو بکر نامی شخص اپنے شہر سے حدیث نہ دو گے اس
 وقت تک میں تمہیں کھیتی کی طرح کاٹوں گا۔ نہ تم سے حراج لوں گا اور نہ تمہاری

خوشامد سنوں گا۔ اسکی بعد انہوں نے ایک جوال زر پیش کی اور کہا کہ یہ لے لیجئے۔ اور رافضیوں کے شہر سے ابو بکر نامی شخص نہ مانگیئے پہلا سبزوار میں ابو بکر یاندی میں خشک ڈھیلہ کہیں مل سکتے ہیں اسکی سونے کو نا منظور کیا اور کہا کہ مجوسیو! جب تک تم ہمیں ابو بکر تحفہ میں نہ دو گے اس وقت ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میں بچہ نہیں کہ سونے چاندی کو دیکھ کر دنگ ہو جاؤں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ یوں ہی اگر تو مسجد کو مٹرین سے ناپ دیگا تب بھی رہائی نامکن ہے۔ تا وقتیکہ تو پورے طور پر منقاد نہ ہو جائے۔ پس تو انقیاد کامل حاصل کر۔

غیر یہ مضمون تو استطردی تھا۔ اب سنو! کہ انہوں نے مجبور ہو کر ہر طرف ہر کارے دوڑائے کہ تلاش کرو۔ کہیں ابو بکر نام کوئی شخص ہے یا نہیں۔ آخر تین رات اور تین دن کی کوشش کے بعد انکو ایک دبلا پتلا ابو بکر مل گیا وہ بے چارہ مسافر اور بیمار تھا اور بیماری کے سبب ایک ویرانہ کے گوشہ میں پڑا تھا۔ اس ویرانہ میں وہ ایک موتی مگر بے سڑ سامان تھا اور بیماری کے سبب خون دل چہرہ پر بہہ رہا تھا۔ اور ایک گوشہ میں سو رہا تھا۔ انہوں نے پہنچ کر اس سے کہا کہ جلد چلو تم کو بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ تم سے ہمارے شہر کو امان مل جاوے گی اور وہ قتل سے بچ جائیگا۔ اس نے کہا کہ اگر میرے پاؤں ہوتے یا میں چل سکتا۔ تو اپنی راہ پر اپنے مقصد ہی کی طرف نہ چلتا۔ اس دشمن کہ وہ دفن گڑھ میں کیوں پڑتا۔ میں اپنے دوستوں کے شہر میں نہ جاتا۔ یہ جواب سنکر وہ گئے اور مرنے ڈھونے کا تخت لائے اور اسکو کندھوں پر رکھ کر چلے وہ اسے خوارزم شاہ کی طرف لئے جا رہے تھے۔ تاکہ وہ دیکھ لے کہ میاں ابو بکر ہے یہ تو وہ قصہ تھا۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ اب اسکی مناسب

مصنوع ارشادی سنو سمجھو کہ جہاں سبزوار اور اہل اللہ اس میں بے قدر اور تباہ
اور خوار زم شاہ حق سبحانہ ہیں وہ لوگوں سے دل مانگتے

ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تمہاری
صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں۔ پس تم کو شش کر کے دل حاصل
کرو۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ صاحب دل کو تلاش کرو۔ کیونکہ حق سبحانہ
فرماتے ہیں کہ میں اصالتہ صاحب دل پر نظر عنایت کرتا ہوں اور اس کے
توسط سے تم پر۔ میں تمہاری صورت اور تمہارے اعمال اور زرخشی کو نہیں دیکھتا
بلکہ بدوں قلب خاشع حاصل کئے یہ اعمال کارآمد نہیں۔

[خاندان] اسکی کسی کو عصاة مومنین کے اعمال بے سود ہونے کا شبہ نہ ہونا
چاہیے کیونکہ قلب خاشع کے درجات متفاوت ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی مرتبہ ہر سلمان
کو حاصل ہے پس علی تفاوت مراتب خشوع ان کے اعمال کی مقبولیت ہوں گے

اب مولانا اس کو تاہی کا منشا بیان فرماتے ہیں۔ جو لوگوں کو طلب اہل دل میں
پیش آتی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ تم جو اہل دل کو طلب نہیں کرتے اسکی وجہ یہ ہے
کہ تم اپنے دل کو دل سمجھ ہوئے ہو اور جانتے ہو کہ دل ہمارے پاس ہے لہذا
اسکے حاصل کرنے کے لئے ہمیں صاحب دل کی تلاش کی ضرورت نہیں لیکن یہ تمہاری
غلطی ہے کیونکہ دل وہ ہے کہ اگر سات سو آسمان ہی اس میں آجائیں تو اس میں
گم ہو جائیں اور ان کا پتہ ہی نہ چلے۔ تم ان دل کے ٹکڑوں کو دل نہ کہو اور اس
سبزوار (قلب اہل دنیا) میں ابوبکر (دل) کو تلاش نہ کرو وہ ان میں نہ ملے گا۔

صاحب دل کی تو یہ شان ہے کہ وہ آئینہ شمس ہوتا ہے جس میں حق تعالیٰ
شش جہت سے ناظر ہوتا ہے (یعنی وہ سراسر مورد عنایات حق سبحانہ ہوتا ہے)
اور جو کچھ بھی جہات ستہ عالم میں محصور ہے کسی پر بھی بدوں اس کے واسطہ کے

نظر نہیں کرتا۔ بلکہ جس کو وہ رد کرتا ہے اس کو اس کی خاطر رد کرتا ہے اور جس کو قبول کرتا ہے اسی کی خاطر قبول کرتا ہے اور اس قبول کا مدار وہی ہوتا ہے اور چونکہ صاحب دل ہر حالت میں خدا کا ہوتا ہے اس لئے وہ اسے یہ شرف توسط فی فیض عطا فرماتا ہے اور بدوں اس کے توسط کے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ یہ تو میں نے اس صاحب وصال کی حالت تقرب کا ذرا سا بیان کیا ہے ورنہ اس کا تقرب تو اس کی کہیں بالاتر ہے — خیر یہ تو جملہ محترضہ تھا۔

اب مضمون سابق سنو! اس کی یہ شان ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ واسطہ فی فیض ہوتا ہے اس لئے گویا کہ حق سبحانہ اولیٰ اعظم کو اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور اس کے بعد ان کے واسطہ سے اوروں کو دیتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے حق سبحانہ کو اتصال کامل ہوتا ہے۔ مگر بے کیف اور بے کیف ہے اس لئے کہا کہ جو اتصال احاطہ عقل سے باہر ہو اس کا بیان تکلیف مالا یطاق اور ناممکن ہے (فائدہ: اہل اللہ کے واسطہ فی فیض ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ خود متصرف فی العالم ہیں اور سب کچھ وہی دیتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے مبتدعین کا خیال ہے۔

بلکہ یہ توسط ایسا ہے جیسا کہ آدمی باغ لگاتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے کانٹے لگاتا ہے اور ان کانٹوں کی یوں ہی تربیت کرتا ہے۔ جیسے درختوں کی پیس جس طرح مالک باغ باغ کی خاطر کانٹوں کی تربیت کرتا ہے یوں ہی حق سبحانہ اہل اللہ کی خاطر عالم کی تربیت کرتے ہیں۔ اور جس طرح اس تربیت میں باغ واسطہ ہیں۔ یوں ہی تربیت عالم میں اہل اللہ واسطہ ہیں (فافہم ولا تنزل) خیر! یہ مضمون مستفاد ہی تھا۔ اب مضمون سابق سنو! اور جانو کہ حق سبحانہ تم سے دل مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل لاؤ۔ ایسی حالت میں اگر تم سو

جواں زر پیش کرو گے تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم یہ نہیں چاہتے دل لاؤ اگر وہ تم سے راضی ہوگا تو میں بھی راضی ہوں گا۔ اور اگر وہ تم سے ناخوش ہوگا تو میں بھی ناخوش ہوں ہم تم کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں لہذا دل کو پیش کرو جو اس کا معاملہ تمہارے ساتھ ہوگا وہ ہی ہمارا معاملہ ہوگا کیونکہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور تمہاری ماں اور تمہارا باپ یعنی تمہارے اصل دل ہے لہذا ہماری جنت رضا کا ملنا موقوف ہے اسکی رضا پر۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے! مزہ میں ہے وہ شخص جو دل کو غیر دل سے تیز کرے اور دل کی قدر کرے اور اسے خوش کرے۔ اور ایسا نہ کرے جب کہ لوگ غیر دل کو دل سمجھ جاتے ہیں اسکی فادہ ہو کر۔

مولانا پھر مضمون سابق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کہ تم سے دل کا مطالبہ ہو تو تم زبان حال جواب دیتے ہو کہ یہ دل حاضر ہے اور اپنے دل کو پیش کرتے ہو اس پر حکم ہو تو تم یہ کہ یہ دل تو کوڑے کام کا بھی نہیں وہ دل لاؤ جو مدار عالم ہے اور انسان کا جزو اعلیٰ و اشرف ہے (ہذا معنی قولہ جان جان جان جان آدم است و فسر بعض المحشین قولہ جان الاول بقولہ ذات حق و قولہ جان الثانی... بقولہ الروح الکی قولہ جان الثالث بقولہ الروح الجزئی و قولہ جان الرابع بقولہ القوى الخیوانیہ فیکون معنی البیت حیات قلبا ہو القلب للعالم والالہ للفقوی الخیوانیہ للروح الجزئی الذی ہو للروح الکی للانسان وفسادہ اظہر من ان ینفی۔)

الغرض! حق سبحانہ اس پر نور و خبر دل کے منتظر ہیں۔ جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اور تم روز و شب اپنے سبزوار وجود میں اس دل کو ڈھونڈتے ہو مگر وہ دل نہیں ملتا پس تم اپنا مردہ اور بوسیدہ جان دل نعش پر رکھ کر لاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ لےجئے میں دل لے آیا۔ اس بہتر دل میں سبزوار وجود میں نہیں مل سکتا۔ اس پر حکم

ہوتا ہے کہ کیا یہ تیکہ ہے جو دل مردہ یہاں لاتے ہو۔ جاؤ وہ دل لاؤ۔ جو طالب حق ہو۔ اور جو مدار ہو۔ امان سبزوار عالم کا اس پر تم عاجز ہو کر زبان حال جواب دیتے ہو۔ کہ ایسا دل ہمارے عالم وجود میں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ ہمارا وجود مظلم ہے اور وہ دل روشن اور تاریک روشن آپس میں متضاد ہیں والضحدان لا یجتمعا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کا متضاد ہونا بالکل درست ہے کیونکہ سبزوار نفس معنی دنیا ہمیشہ سے دل کا دشمن ہے کیونکہ وہ باز ہے اور دنیا کو دن کا شہر۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک غیر جنس کو دوسری غیر جنس کا دیکھنا ناگوار ہوتا ہے۔ پس اہل نفس اور دنیا دار دل کو کہیں پسند نہیں کر سکتے۔ اگر کہیں اہل دنیا اہل دل سے نرمی برتتے ہیں تو وہ نرمی منافقانہ ہوتی ہے۔ اور اس خوشامد سے وہ ایک خاص فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی چونکہ یہ فرار غوار اور ذلیل کڑے اہل دنیا ہزاروں سکھ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ نرمی اس لئے کرتے ہیں تاکہ ناصح نصیحت کم کرے۔ ورنہ وہ براہ نیاز ایسا نہیں کرتے۔ پس اگر یہ حضرات ان لوگوں کو باایں ہمہ نفاق مقبول فرما لیتے ہیں۔ تو وہ اس نفاق سے نجات پا جاتے ہیں اور طالب صادق ہو جاتے ہیں اور ان کا نفاق خلوص سے بدل جاتا ہے ورنہ منافق کے منافق رہتے ہیں اور باایں ہمہ نفاق ان حضرات کا قبول فرمالینا کچھ بعید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حضرات بڑے کریم النفس ہیں۔ اور اس بازار دنیا میں عیب دار چیزوں کو خرید لیتے ہیں۔ یعنی ناقص کو قبول فرما لیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر تم مردہ نہیں ہو اور حس رکھتے ہو تو صاحب دل کو تلاش کرو۔ اور اگر تم حق سبحانہ کے دشمن نہیں ہو تو ہم جنس دل بنو اور تضاد کو چھوڑو ہم تمہیں یہ بھی بتاتے دیتے ہیں کہ جس کا مکہ تمہیں پسند ہو یعنی جسکے افعال و اقوال تمہاری مرضی کے موافق ہوں۔ وہ ولی اللہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نزدیک ولی ہے کیونکہ تمہاری

حالت یہ ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے موافق کام کرے تمہارے نزدیک وہی ولی ہے اور وہی نبی۔۔۔ مگر واقع میں ایسا نہیں ہے پس تم دھوکا نہ کھانا اور غیر ولی کو ولی نہ سمجھ لینا۔ اگر تمہیں حقیقی ولی کی ضرورت ہے تو اس کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ خواہش نفسانی کو چھوڑو۔ تاکہ تمہارے دماغ میں بوئے خدا نہ پہنچ سکے اور تم حقیقی اہل اللہ کو پہچان سکو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہوائے نفسانی کو چھوڑو تاکہ تمہیں اس بُرے سونگھنے کی عادت ہو۔ اور وہ بوئے عنبریں تمہاری خوشبو ہو۔ جسے تم سونگھو۔ خواہش نفسانی نے تمہارے دماغ کی تجویز کو خراب کر دیا ہے اسلئے تمہارے دماغ کے نزدیک مُشک عنبر (دینداری) حُضاب ہو گئے ہیں۔ اور تم کو بے کی طرح نجاست دنیا پر عاشق ہو۔ اسلئے بوئے مُشک دین تمہارے دماغ کو بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ پس تم ترک ہو اسلئے اپنے دماغ کا مزاج درست کرو۔ تاکہ تم بوئے خدا کو علی بابا ہی علیہ محسوس کر سکو۔ اور اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں تمیز کر سکو۔ یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اور ہمارا آہو۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں بے قرار ہے اور آخر میں ادھر ادھر گھبرا پھرتا ہے۔ ہمیں اسکی خبر لیننی چاہیے۔

بقیہ قصہ آہو در آخور خراں

گھروں کے اصطلح میں ہرن کا بقیہ قصہ

دشکجو بود در صطبل خرن

گھروں کے اصطلح میں قیدی تھا

در یک حقت مغترب بشک و مشک

ایک دریا میں بینگنی اور مُشک غلاب میں ہوتے

طبع شاہاں داری میراں خموش

قشاہوں اور سرداروں کے مزاج رکشا ہوا اور خاموش

گوہر آور دست کے ایزاں ہند

سوتے آئے یا ہے۔ سستا کسے بکوتے ہے

روز باآں آہوی خوش ناف نر

وہ نر عمدہ ناف والا، ہرن بہت دن تک

مضطرب نزع چون ہی بخشک

ماں کن ہی بے چینی تھا جس طرح بھل مُشک پر

یک خرنش گفتے کہ ہاں ابوالخو

ایک گھماؤ سے کہتا، ہاں دشمن کے آبا

آں دگر تخر زئے کز جزر مند

دھواخانوں کو تاکہ دراکے مار خنڈا رہے

ہے خوش مات۔ ہرن کی آٹ

ہر سے مُشک عطا ہے بخت

سزا، قید حقت، دوسرے بنگ

بینگنی۔

لے ایک خوش۔ ایک گدھے

نے ہرن کے جسم سے کہا کترا

مزاج قشاہان اور امیرانہ

اور تو بائیں خاموش ہے۔ آٹ

دگر۔ دوسرے گدھا ہوا اہل بات

خوشی ہے جس کو سستا

کب فروخت کر سکتا ہے

والت خرنے ایک گدھا ہوا

اگر جس قدر زانگ مزاجی ہے

تو شاہ تخت پر کھڑا کر دیا
جا۔ وہاں فرسے ایک گھر
کے بیٹے پر گئی تھی اور اس
کی گھاس کی گئی تھی اس نے
ہرن کے بچہ کو گھاس کھانے
کی دعوت دی۔
تو تھیں۔ اس نے سرے
اکار کا اشارہ کیا گفت۔ اس
گھر سے کہا کہ تو غریبے کو رہا
ہے یا غریب کو دے جسے سرور
کر رہا ہے۔ کھتہ خوراک۔
ایک۔ مانوس۔ ترقی بار چکیں
خلال۔ نکل کے جیسے سایہ گرفتار
اگرچہ میں تقدیر خداوندی سے
اس صواب میں پھنس گیا ہوں
لیکن وہ مزاج کہاں بدلے
تو گھر۔ اگر میں اس وقت
نہ ہوں تو آبرو دین میں شک
ہوں خریف انسان میرا نے
باس میں ہی نہ رہتا ہے۔
تیرے فیض میں۔ غرت۔ تیرے
گفت۔ ہر برس میں چوک
ناراحت و کھوتے میں نہلا
شبی بھارے کا بہت ترن
ہو رہا ہے گفت۔ ہرن پر
نے کہا کہ میرا نام میری بڑائی
پر گواہ ہے جو خود و میر سے ہی
رہا ہوا ہے۔
لے لیت۔ لیکن اس نازکی
خوش کن سرگشتا ہے وہی
سرگشتا ہے جو صاحب راغ
ہو گو بر سر گھنے والا گھاس
نہیں منگھتا ہے۔ تیرے گھر
گھر سے کا پتہ نہ گھتا ہے
گھر کو کھٹک کیے سرگشتا
جاسکتا ہے۔ ہر جہاں چوک
بیس غریب صاحب راغ ہر
سرگشتا ہے اس کے گھر
نے فرمایا ہے کہ اسلام آبادوں
کے لئے ہے۔
لے تاکہ مسلمان سے لے

واں خمے گفتے کہ بااں نازکی
ایک گھر کا کہتا کہ اس نراکت کے ہوتے ہوئے
واں خمے شدت خوردن خوردن بہا
ایک گھر کے کہ پہنی ہو گئی اور نہ کھا
سرچیں کر داؤ کو نے زوئے فلا
اس نے سر ملا یا کہ نہیں جا، اے فلاں !
گفت میدا کم کہ نانے می گئی
اس نے کہا (ہاں) میں جانتا ہوں تو غریبے کو رہا
گفت با او خور کہ اس طعمہ تو
اس نے اس سے کہا کہ تو کیا تیری خوراک ہے
من ایف مرغز اے بوہ ام
میں جنگ سے مانوس تھا
گرفتضا انگند مارا در عذاب
اگر تقدیر نے ہیں غلاب میں شکار کر دیا جو
گر گدا گشتم گداؤ کے شوم
اگر میں غریب ہو گیا ہوں تو آپر کب میں سکتا ہوں؟
شبل ولالہ و سپر غم نیست ہم
شبل اور لالہ اور نازو بھی
گفت اے لاف میزن لاف لاں
اس نے کہا ہاں نہیں مارا گئیں گئیں
گفت ناغم خود گواہی میدہد
اس نے کہا میرا ناز خود گواہی دے رہا ہے
بیک آں را کہ شنود صاحب شام
لیکن اس کو کون سرگشتا ہے؟ صاحب راغ
خرگیز خبر ہوید در طریقی
گھر کا راستہ میں گھر کا پتہ نہ گھتا ہے
بہر ایں گفت آن نبی متجیب
اس نے اس کو کہتا کہ کہتا ہے کہ نبی نے فرمایا
زانکہ خویشاں ہم از مے میرند
کیونکہ اس کے لینے میں اس سے بھگتے ہیں

بر سر پیر شاہ شو تو مستکی
تو شاہ تخت پر کھڑا کر دیا
پس بر رسم دعوت آہورا بخواند
تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا
اشتہا ہم نیست ہستم ناتواں
مجھے بھوک نہیں ہے میں کمزور ہو گیا ہوں
یا ز ناموس احترازے می گئی
یا غریب کو دے جسے سرور کر رہا ہے
کہ از اں اجزائے تو زندہ نوت
کیونکہ اس سے تیرے انصار زندہ اور تازہ ہیں
در ظلال و روضہا اسودہ ام
میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے
کہ روداں خود طبع مستطاب
وہ عہد عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟
در باکم کہنہ گرد در من نوم
اگر میرا باس جوانا ہو جائے میں سب ہوں
باہر اراں ناز و نخت خوردہ ام
میں نے ہزاروں ناز و نخت سے کھائے ہیں
در غریب بس تو اں گفتن گزاراں
پر دین میں بہت سی کھاس کی جاسکتی ہے
میتنے بر عود و غنم می نہد
جو خود و غنم پر احسان جت تاتے
بر خبر گر پس پرست آں شد حرام
گھر کے ہماری گھر کے لئے وہ حرام ہے
مشک چوں غرضہ کم با این فریق
اس جماعت پر میں شک کیے پیش کر دوں؟
رمز الاسلام فی الدنيا غریب
اشارہ اسلام دنیا میں پر دین ہے۔
گرچہ باز آتش ملائک ہمدم اند
اگرچہ ملائک اس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند نام
 رنگ انس کی صورت کو ہم، جس سمجھتے ہیں
 پچو شیرے در میان نقش گاؤ
 شیر سیاہ، نیل صورت و گون ہیں
 ورنہ گاوی ترک گاؤ تن بگو
 اگر تو کہید تلھے تو ہم کہیں سے اچھو
 طبع گاوی از سرت بیرون کند
 وہ تیرے سر میں سے پسٹل بن کالہ سے گا
 گاؤ باشی شیر گردی نزد او
 تو بن تھا اس کی صحبت میں شیر نہانے گا

لیک ازوے می نیابند آں مشام
 لیکن اس سے وہ خوشبو مائل نہیں کرتے ہیں
 دور می بنیش وے اور اما کاؤ
 اس کو دور سے دیکھ لے اس کی کھڑکڑ نہ کر
 کہ بدر دگاؤ را آں شیر خاؤ
 کیونکہ وہ غیر طبیعت میں کھاؤ ڈالے گا
 خوی حیوانی ز حیواں برگزند
 حیوان سے حیوانی فعلیت دور کر دے گا
 گر تو با گاؤے خوشی شیر می جو
 اگر تو بن میں بے غرض ہے خوشی میں نہاؤ

تفسیر انی آری سنبع بقوات سیمان یا کلمھن سنبع عفاف آں
 بیشک میں سادھونی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاف کو کا رہی ہیں " کی تفسیر ان لاف
 گاوان لاغرا خدا لصفیت شیران گرسنہ آفریدہ بود آں ہفت
 گایوں کو خدا نے جو کہ شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے
 گاؤ فر بہ را باشتہامی خوردند اگرچہ آں خیالات صورت گاؤں
 سادھونی گاؤں کو جو کہ سے کھایا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات
 در آئینہ خواب بنمودند تو بمعنی اشیر و نگر
 صوبوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

آں عزیزے مصر میدید خواب
 اس شاہ مصر نے خواب میں دیکھ
 ہفت گاؤ فر بہ لبس پردے
 سات سوئی بہت پروردہ خود میں
 در دروں شیران بندال لاغرا
 وہ کہ وہ حقیقتاً شیر تھیں
 بس بشر آمد بصورت مردگار
 بہت بشر میں جو کام کر نیوالے انسان کی صورت میں
 مرد را خوش و اخور و فروش کند
 انسان کو کھاتا ہے، اگر کو کھاتا نہا تباہ

چونکہ چشم غیب شد فتح باب
 چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا
 خوردش آں ہفت گاؤ لائے
 ان کو سات کزور گایوں نے کھایا
 ورنہ گاواں را بنمودندے خوراں
 ورنہ گاؤں کو کھانے والی نہ ہوتیں
 لیکن روے شیر نہاں مرد خوار
 لیکن انھیں انسان کو کھانے والا نہیں پختہ ہوئے
 صاف گرد و دروش را دروش کند
 اصل تھمت ملکتی جو ہوائی ہے خواہ اس کو کیسے پہنچا

رشتہ دار بھی سما گئے ہیں اگرچہ
 گاؤں سے گاؤں سے...
 قسرتش تمام خواص کو اپنا
 جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن ان کی خوشبو
 سے ملافت ہیں۔ پچو شیرے
 مرد خدا عام میں ایسا ہی ہے
 جیسا کہ بدوں میں شیرے کے جسم
 دور سے دیکھ لے زیادہ پچو شیرے
 نہ کر۔
 تلھ دور گاوی اگر تو اس کے
 انھوں کی زیادہ پچو شیرے تو
 اپنے جسم سے اچھو دھو لے۔
 طبع گاوی وہ تیرے میں بنی اور
 حیوانی فعلیت کو سات لگاؤ۔
 گاؤ فر طبع میں خواب شیر
 میں جائے گا اگرچہ بنے پائیں
 بن پند ہے تو اس شیر کی جو
 نہ کہ سنبع بقوات۔ یہ آں
 خواب کا وقت ہے جس کی صفت
 پر سنبع نے تفسیر دی تھی اور
 فرمایا خاک سات سوئی گاؤں
 سے سات سال پہلے پیداوار
 کے اور سات سوئی گاؤں سے
 سات سال کے بعد مراد ہیں۔
 مولانا نے اپنے سابق بیان کے
 لے عزیز مصر کے باخشاہ
 کو لقب ہے۔ ہفت گاؤ
 اس نے خواب دیکھا کہ سات
 سوئی گاؤں سات سوئی گاؤں
 کو کھا گئیں۔ آں لاغرا۔ وہ
 سات سوئی گاؤں دراصل
 سات شیر تھے جس بشر بہت
 سے ادب کیا۔ اشارے ہی
 کوئے نظر آئے ہیں جس وہ
 خرید کی حیوانی صفات کو
 کہ کھاؤ ڈالے ہیں۔ سات
 کرد۔ وہ حیوانی صفات اس
 میں دور ہو جاتی ہیں خواہ
 ان کے ازار سے اس کو
 تکلیف پہنچے۔

۱۵ زائن کے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات ملا دیتا ہے اور عقل انسان کو بکھری جاتا رہتا ہے۔ قہارِ مہرور اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تعزت سے شاہ بن جا تا کہ اور بدن کی مراد سے دل کی زندگی حاصل کر رہا ہے۔ گاؤتن۔ اگر مجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجھے یہ کہہ کر کہ جس کی قربانی اُس کی عزت میں پیش کر دے۔

زائن کے درد اور جملہ درد ہا
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے
شاہ گرد و گداز دے بندگی
بادشاہ بن جاتا ہے۔ غلامی چھوڑ دیتا ہے
گاؤتن قربانی شیر خدا ست
جسم کی گائے شیعہ خدا کی قربانی ہے
تہ کشی مہماں ہماں کون خری
اگر تو مہماں کشی کرے تو تو گدے کی مقصد ہے
گاؤتن مر دار گرد و عاقبت
انجام کار جسم کی گائے مر دار ہو جائیگی

وار ہد یا بر نہد او بر سنا
نجات پا جا آ ہے وہ آسمان پر قدم رکھتا ہے
یابد اور مردی دل زندگی
وہ فنا میں دل کی زندگی حاصل کر رہا ہے
گر تزا با او سر صدق و صفی
اگر تجھے اُس سے صدق و غلط ہے
گاؤتن را خواجہ نا کے پروردی
لے خواہ: تو جسم کی گائے کی بکنک بندش کرگا
پس پشیمانی بری اے بدست
لے بدیت: تو پر شر زندہ ہوگا

شرح

الغرض! بہت دنوں تک وہ خوش ناف اور نہر ہرن گدھوں کے
طولیہ میں مبتلائے عذاب رہا وہ جان کنی کے عذاب میں گرفتار اور

یوں بے قرار رہتا جیسے خشکی میں مچھلی۔ کیونکہ نا جنسوں کی صحبت تھی اور ایک ڈبہ میں
مینگی اور مشک کو بند کر کے تکلیف دی جا رہی تھی۔ یہ تو تکلیف کی اجمالی وجہ تھی۔
اب تفصیلی وجہ سنو! کوئی گدھا تو اُسے کہتا تھا کہ آپ بادشاہوں اور امیروں کا سا
مزاج رکھتے ہیں جو کم بولتے ہیں اسلئے آپ بھی خاموش ہیں کوئی مذاق سے کہتا تھا کہ جناب
آپ تو محض زخار سے موتی نکال کر لائے ہیں یوں سستے کیوں دیدیں۔ کوئی کہتا تھا کہ
جناب اس نزاکت کے ساتھ تو آپ کو تخت شاہی پر بیٹھنا زیادہ ہے۔ ہمارا اصطبل آپ کے
قابل کب ہے۔ کوئی گدھا جب خوب سیر ہو کر کھالیتا اور کھانا چھوڑ دیتا۔ تو دعوت کے
طور پر ہرن کو بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ آج آپ میرے مہماں ہیں آپ میرے یہاں کھانا کھائیں
اسکے جواب میں ہرن سر ہلا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں ہے کیونکہ میری طبیعت
مضمحل ہے اس پر وہ جواب دیتا تھا کہ جناب آپ یا تو نخسے کرتے ہیں یا آپ
ہماری دعوت کے قبول کرنے کو موجب تنگ سمجھتے ہیں اسلئے احتراز کرتے ہیں اس پر

وہ کہتا تھا کہ آپ ہی کھائیں یہ آپ ہی غذا ہے کہ آپ کے اجزاء بدن اسلئے زندہ اور تازہ ہیں۔ میں تو گلزار سے مانوس ہوں کیونکہ میں باغوں کے سایہ میں آرام کئے ہوئے ہوں اگر بفضل الہی میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں تو میری پاکیزہ طبیعت وہ حُصَلت نہیں جاسکتی اور اگر میں فقیر ہو گیا ہوں تو گدا حُصَلت نہیں ہوا ہوں۔ اور اگر میرا لباس جسم پرانا اور خستہ ہو گیا ہے تو ————— میرا مزاج

ہنوز ویسا ہی ہے ————— میں نے سنبُل و لالہ اور سپر غم بہت ہی ناز و نخوت کے ساتھ کھائے ہیں پس مجھے تمہارا چارہ کیا پسند آ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا تھا کہ چاہے خوب شیخیاں مار لیجئے! مسافرت میں بہت ہی شیخیاں ماری جاسکتی ہیں۔ کیونکہ کوئی جاننے والا تو ہوتا نہیں جو قلعی کھولے اسلئے جو چاہو کہہ لو۔ اس پر وہ کہتا تھا کہ یہ شیخیاں نہیں ہیں۔ بلکہ واقعی امر ہے۔ میری ناف خود گواہی دیتی ہے اور عود و عنبر پر احسان رکھتی ہے۔

لیکن پھر سوچتا تھا کہ جو قوت شامہ درست رکھتا ہو وہ اسے سونگھ سکتا ہے۔ سرگیں پرست گدھوں پر تو اس کی بو حرام ہے گدھوں کا قاعدہ تو یہ ہے کہ دوسرے گدھوں کا رستہ میں پیشاب سونگھتے ہیں ان کے سامنے میں مشک کیونکر پیش کر سکتا ہوں اور وہ اسے کیا سمجھیں گے۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا مسلمان دنیا میں کمپرسی کی حالت میں ہیں کیونکہ بادِ جوکِ فرشتے ان کے جہدم ہیں مگر جو اپنے نہیں ————— یعنی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ بھی ان سے بھاگتے ہیں۔ غیروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ لوگ ان کی صورت کو تو اپنا ہم جنس پاتے ہیں۔ مگر ان کے معنی کو مغائر پاتے ہیں اور بُوئے جنسیت ان سے ان کو نہیں آتی۔ اسلئے ان سے وحشت کرتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اہل اللہ صورت میں عوام کے مشابہ ہیں اور معنی میں جدا۔ اسلئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے گالیوں میں شیرخو گائے پس تم انہیں دُور ہی سے دیکھنا اور چھڑنا مت اور اگر چھڑو تو گائے کا دُتن سے ہاتھ دھو لو۔ کیونکہ وہ شیرخو اس گائے کو پھاڑ دے گی اور گائے کی خصلت یعنی خواب و خور وغیرہ میں انہماک کو تم سے دور کر دے گا اور تمہارا جانور بن چھڑا دیگا۔ اور اب تو تم گائے ہو۔ مگر پھر شیر ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم گائے ہی رہنا چاہتے ہو تو شیر کو مت دھونڈو۔

خلاصہ یہ کہ اگر تم شہوات و لذات ہی کو پسند کرتے ہو تو اہل اللہ سے واسطہ نہ رکھو۔ کیونکہ ان کا تو کام تو یہ ہے کہ نفس کو ماریں اور شہوات و لذات نفسانیہ کو چھڑائیں۔ پس اگر تم کو شہوات کو چھوڑنا اور نفس کو مارنا مقصود ہے تو ان سے واسطہ رکھو ورنہ نہیں۔ اب اس استبعاد کو دور کرتے ہیں۔ جو صورت میں گائے اور خصلت میں شیر ہونے پر ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

کہ جب عزیز مصر کی چشم غیب بین کے لیے غیب کا دروازہ کھلا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں اور بہت فرہ گائیں ہیں اور ان کو سات دہلی بتلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اس معلوم ہوا کہ وہ ظاہر میں گائیں نہیں اور باطن میں شیر اور اگر باطن میں بھی گائیں ہوتیں تو گالیوں کو نہ کھاتیں۔ اس لئے وہ استبعاد دور ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ صورت آدمی ہوتے ہیں مگر ان میں شیر چھپا ہوتا ہے جو آدمی کو یعنی اسکی خصائل ذمیرہ کو کھا جاتا ہے اور اسکو چٹ کر کے آدمی کو ان سے بالکل مجرد و رخی کر دیتا ہے اور اگر وہ اسے تکلیف فدا دیتا ہے تو اس طرح اسکی درد کو فنا

اور خصائل ذمیرہ کو مبدل بہ خصائل حمیدہ بنا دیتا ہے اور آدمی اسکی ایک تکلیف فنا سے تمام تکالیف سے نجات پا جاتا ہے اور اس قدر عالی مرتبہ ہو جاتا ہے

کہ گویا آسمان پر پاؤں رکھتا ہے اور بندگی نفس کو چھوڑ کر بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس مردگی نفس سے دل زندگی پاتا ہے۔ پس اگر تم کو ان سے خلوص اور اعتقاد ہے تو گاؤ تن کو ان کے حوالہ کر دو۔ تاکہ وہ اسے کھا جائیں اور اگر تم مہمان کو بھوکا مارتے ہو اور ان شیروں کو ان کی غذا نہیں دیتے تو تم پاجی اور بے ہودہ ہو۔ آخر سوچو تو سہی اس گلے کو تم کب تک پالو گے آخر یہ مردار ہوگی اور اس کے بعد خواہ مخواہ تمہیں ندامت ہوگی۔ تم اسے ان شیروں داہل اللہ کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے۔ تاکہ وہ اسے قمار دیں اور تمہیں فائدہ ہو۔

تلفہ درکشی۔ اگر تم کسی قرآنی چیز نہیں کرتا ہے تو گویا قسح کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ لا توں۔ لا عمار جسم نہا ہوگا تو قبر و خرمندہ ہوگا۔ دنیان۔ صفت لڑائی کا رمز کو ذرا کرنا جس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہرت پرست نہ ہونا چاہیے۔ سہ نسیم۔ اگر سچ۔ نجان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ گفت اور ایسے فرمایا میں نے خدا کی عکس سے فرخ کو ذرا کیلے حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس غلط حکم کی کیا حکمت تھی جیسے لا ارادہ اللہ پر ہے والا۔ شہرتی۔ مرغ ایک شہرت پرست بندہ کی کہتے۔ چونکہ اس انسان کی بقا کے لئے شہرت ضروری ہے اور حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خفی بنا لئے۔ وقار۔ خلعت۔ اطلاق لے۔ وقار انسان کو پہنانے کے لئے مضبوط جال حیات کرنے۔

در بیان آنکہ کشتن خلیل علیہ السلام خروس اشارت
اس کا بیان کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا مرنے کر مارنا
بقیع وقہر کدام صفت بود از صفات مذمومات مہلکات
مری کے باطن کی مہلک اور بڑی ملامت میں سے کوئی صفت کو زائل کرنے
در باطن مرید
اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

چند گونی ہیمو زارغ پرنفوس
مگر مجھے کہنے کی طرح کب تک بوجھا؟
حکمت کشتن چہ بود آخر یکنو
آخر تلے مارنے کی کیا حکمت تھی؟
گفت فرماں حکمت فرماں بھول
انہوں نے فرمایا ان کا حکم حکم کی حکمت بتاؤ
شہوتی ہست او و بس شہوت ستر
وہ شہرت والا اور شہرت پرست ہے
گر نہ بہر نس بودے لے وہی
لے وہی! اگر وہ نس کے لئے ضروری نہ ہوتی
گفت بلیس بلیس دادار را
مومن شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا

اے خلیل از بہرچ کشتی خروس
اے خلیل! خدا! آپ نے مرنے کو کیوں مارا؟
تا سنج گردم آں را مومو
تاکہ میں رونے روئے سے نہاں اللہ کہی
تا مہلک گردم آں را من بجاں
تاکہ میں اس پر دل دیاں والا اللہ بے میں
زاں شرابے ہر ناکے از مت
میں نہ رہی ہر شہوت مشاب سے مت
آدم از نکلش بگردے خود خفی
حضرت آدمؑ کے بیک پرچہ کے مگر
دام ز فتنے خواہم ایں شکار را
میں اس شکار کے لئے مضبوط جال بچاتا ہوں

پس زود انگشتک بر فضا بردار
تو اس نے بجلی بھائی اور تاجپے کا
چوں بیدیاں چشمہائے پر خمار
جب اس نے وہ نشیل آنکھیں دکھیں
واں صفائے عارضہ ان لب لبر
انکے مقلوہوں کے زخماں سے وہ صیبا
روئے وصال ابرو و لوح حق تعالیٰ
چہرہ اوتل اور ابرو اللہ عقیق سے جوڑ
قد چوں سر و خرماں در چین
ایسا نہ مہیا کہ چہن میں رنج و خسار
دید او آں غنچ بر جنت افشک
اس نے وہ باران دیکھی تو غمناں چھلا

بھلا دور۔ وہ میں جہنم
 سے کہتا ہے کہ اس عزت کے
 بعد یہ دولت کیوں ہوئی۔ آں
 راست جبرئیل جواب دیتے
 ہیں وہیں میں عطا تھا اب
 یہ عزت انصاف کا تقاضا ہے۔
 جبرئیل۔ وہ میں کہتا ہے کہ اے
 جبرئیل پہلے تو مجھے سجدے کرتا
 تھا اب تو جس کی جنت سے
 مجھے کیوں نکالتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ میں میں کہتا ہوں
 سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں
 جیسا کہ وہ نہ تو میں میں جہنم
 سے نکلے گا۔ اور نہ تو وہ ہے۔
 شہسوار کہ جب تک کمال کو دوری
 ہوتی ہے فرق سڑکی انگ۔
 عشق خوش شش شدہ ٹیکلی
 آتش گھما پستان۔ جلا پیشق
 کے تکرار کے کہ کڑی سے تشبیہ
 لے لے آواز شریعت میں تو نظر
 زعفران کا رنگ زور دیتا ہے۔
 زہرہ زناں عورت اڑکاتی
 ہے۔ گڑھی۔ بڑھا ہے میں جہنم
 غریب کی گٹ مانی ہے۔ تاکہ
 جو شخص بڑے بڑے پہلوان
 کو قتل میں دبا لیتا تھا انہیں
 کی یہ حالت ہے کہ لوگ شرم
 ہل میں ہاتھ دے کر سہارا
 دیں تو وہ چل ہی نہیں سکتا
 ہے۔ ایسے بڑھا ہے کہ آثار
 موت کا بیٹا مہ دیتے ہیں۔
 لے دیکت جس شخص کو زور
 حق میں ہو گیا ہو بڑھا پاس
 کہنے لگے نقصان وہ نہیں ہے
 شستی۔ ایسے انسان کے
 اعضاء کی شستی موت کی
 شستی کی طرح ہے جو زہر
 پیسے پہلوان کے لئے بھی
 باعث رشک ہے۔ اگر جہنم
 ایسا انسان مڑتا ہے تو جس

تختہ می پیر دوزمن در امتحاں
 (ایں آواز میں میری بوشاکم ہوئی مار چکی)
 آں رُخے کہ تاب او بدماہ وار
 دوزخ کہ جو چمک میں ماند جیسا تھا
 واں سُر آں فرق کش شش شد
 وہ سُر اور وہ حسین ملک جلتی ہوئی
 واں قدر قصان نازاں میں خاں
 وہ نینے جیسا قص اور ناز کرتا ہوا تھا
 برف گشتہ نموی ہیچوں پیر زارغ
 کوسے کے پردوں کی طرح کے بال برف جلتے

رنگ لاگشتہ رنگ عفران
 لاو کا رنگ زعفران میں
 چشم چوں زکس شدہ پیر مردہ
 زکس جیسی آنکھ مر جبت گئی
 آنکھ مردے دُغبل کرے بغن
 جن کے زورید بیاور کوئل میں دبا لیتا تھا
 ایں خود آثار غم و پیر و گیت
 یہ خود غم اور پیر و گیت کے آثار ہیں

ہیچو برگ از نخل در فصل خزاں
 جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے
 شد بے پیری ہیچو پشت سوسمار
 بڑھا ہے میں وہ گرد کی پشت کی طرح ہو گیا
 وقت پیری ناخوش و صلح شد
 بڑھا ہے کے وقت بد صورت اور گئی ہو گئی
 گشت در پیری دوتا ہیچو کماں
 بڑھا ہے میں کمان کی طسعد زہرا ہو گیا
 وز شخ زوی گشتہ داغ داغ
 اور مجھڑوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

زور شیرش گشتہ چون ہر نہاں
 اس کی شیر جیسی طاقت خودوں کے پتے کی طرح ہو گیا
 گرمی اعضا شدہ افسردہ
 اعضاء کی گرمی ٹھنڈے گئی
 می بگیر بندش بغل وقت شد
 چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں چھتا رہے ہیں
 ہر کے زینہا رسول مر گیت
 ان میں سے ہر ایک موت کا بیٹا ہو گیا ہے

تفسیر (الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ)
 مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے جہنم میں بیلا اجر ہے۔ کی تفسیر
 ایک اگر باشد قریش نور حق
 لیکن اگر اٹھ (قلے) کا دوزخ میں کاسا بھی ہو
 شستی اوست چیں شستی
 اس کی شستی موت کی شستی ہے
 گرمیر اتخا ش غرق ذوق
 اگر وہ مہا بے قوس کی دہان ذوق میں غرق ہیں
 واکم نورش نیست بارغ بے مثر
 جس کو نور ماس نہیں بڑھ بے پیل کا بارغ ہے
 نیست از پیری و در نقصان دنی
 بڑھا ہے سے اس کو کوئی نقصان اور پیر دنی
 کا دیراں شستیش رشک برستم
 کہ نہ کسی کی شستی پر زہر رشک ہے
 ذرہ ذرہ اش در شعاع نور شوق
 اس کی ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاع میں ہے
 کز خراش می کند زیر و زبر
 اس کو ہر ہر جہاں تو بالا کر دیتا ہے

گل نما اندھار ہا ماند سیاہ
بھول ختم ہو جاتے ہیں کاٹے کالے پڑ جاتے ہیں
تاچہ زلت کردایں باغے خدا
لے اٹھ اس باغے کی نعلی ہوتی
خوشن را دید و دید خوشن
اٹھنے اپنے آپ کو دیکھا اور خود بھی
شامیے کز عشق او عالم گریست
دھمشق جس کے عشق میں دنیا روئی تھی

جرم آنکہ زیور عاریہ بست
نعلی یہ ہے کہ اس نے انگ ہوا زیور پہنا
واستائیم آنکہ تا نادانہ یقین
میں ماپس لے لیتا ہوں تاکہ یقین آجائے
تا بد اندکائ کل عاریہ بود
تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس انگ ہوا تھا
آں جمال و قدرت و فضل و ہنر
اس عشق اور طاقت اور فضل و ہنر نے
باز می گردند چون استار
ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں
پر تو خورشید شمس تا جا بیگاہ
سورج کا مکس اپنی جگہ چسلا گیا
آنکہ کرواؤ در رخ خوبانت رنگ
رہی جس نے مشرق کے چہرے پر بچے چڑھ کر
شیشہ ہائے رنگے ننگ نوررا
رنگ برنگ کے شیشے اس نور
چوں نہ اندیشہ شہائے رنگ رنگ
جب رنگ برنگ کے شیشے نور میں
خوی کن بے شیشہ دیدن نوررا
نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت نہ اٹھ

زردو بے مغز آمدہ چون تن کا
بیلا اور لیز پھل کے ہو جانا چرخ کھانکھانکھان
کہ ازوایں مٹھا گرد و جدرا
کہ اس کا یہ لباس نیا ہو گیا
زہر قتال است ہیں اے متحق
اسے مصیبت کے اسے : قاتل زہر ہے
عالمش می اندازد خود جرم چیست؟
انکو دنیا اپنے لباس سے بھگائی ہو کیا غلط ہے؟

کرد دعویٰ کا یں حل بلک مست
دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے
خرمن آن ماست خوباں خوشہ یں
کھلیاں ہماری ملکیت ہے میں انکے خوشہ یں
پر تو بے بوداں ز خورشید وجود
وہ وجود کے سورج کا مکس تھا
ز آفتاب حسن کردایں سو فر
اس جانب حسن کے سورج سے سفر کیا تھا
نور اں خورشید از یں دیو اں
اُن دیواروں سے سورج کے نور
ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ
ہر دیوار کا کانی اور سیاہ وہ گئی
نور خورشید رست از شیشہ رنگ
وہ رنگے شیشے سے سورج کا نور ہے
می نماید این چنین نکلن کا
بیس ایست رنگین نکلتے ہیں
نور بیرنگت کنداں گاہ رنگ
اس وقت وہ بے رنگ نور بچے چڑھ کر
تاچہ شیشہ بشکند بنو دمی
تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا بھی نہ ہو

کی رنگ دپے میں خدا سے
لے لے کا شوق ہوا ہوتا ہے۔
لے لے تاکہ جو شخص پاس نور
خداوندی سے محروم ہے اس
کی مثال ہے جس کے باغ کی
سی ہے جس کو خزان تر و لا
کردی ہے جس۔ اے باغ
کا خزان میں یہ مال ہوتا ہے
کو پھولوں کی جگہ سیاہ کاٹنے
لے لیتے ہیں اور لے لے لے لے
کی طرح بیسایا ہو جاتا ہے
تاچہ۔ اس باغ کا کیا جرم ہو؟
خوشن۔ اس باغ میں خود
جین تھی جو بہت فراخ ہے۔
شاہدے جس مشرق کے مشرق
ماں رہا تھا اب یہ عالم ہو
پیشہ پاس سے بھاگتا ہے اس
لے جرم۔ اس کا جرم یہ ہے کہ
یہ اس حسن کو اپنی ملکیت مانتا
تھا۔ و استائیم ہم نہیں جس
کو اس نے واپس لے لیتے ہیں
تاکہ اس کو مسلم ہو جائے کہ
حسن در اہل ماری ملکیت
ہے اور دنیا کے میں ہم سے
خوش ہیں۔ تاکہ وہ ملکیت میں
یہ بھگائے کہ چرخ کھانکھان
انگو ہوا اور باری قتلے کی
ایک نکل تھی۔ آں حال تمام
خوبیاں اشد کی میں کائنات
میں کا نظیر ہے۔ آری گند
یہ تمام خوبیاں کائنات میں
ماضی ہیں یہ پھر اپنے مرکز کی
طرف ہیں ہو جاتی ہیں تاکہ
کر د کائنات میں آئی کابلو
ایسا ہی ہے جیسے سرنگے
آہدہ میں سے سورج کی کرنیں
نکلنے۔
لے شیشہ جس طرح
وہ نور ایک رنگ کا ہے کہ
مختلف شیشوں میں سے نکلتے

آئے اہل دے ترک غارت ساز دہ
 اے سوت سے دیہات کو رنے والے ترک
 واد ہدایشان بیدیر بندہاں
 واد کو داپس روگی وہ انس کو نہ کر نہ پل بیکٹے
 صوفیم و خرقہا اندھیم
 ہم صوفی ہیں اور ہم نے چترے اتار دیے ہیں
 ماعوض دیدیم وانگہ جو غرض
 ہم نے بدلہ لیا ہے اور ہر بدلہ ہی کسا
 زاب شور مہلکے بیروں شمیم
 ہم ننگ کما ہی پانی سے باہر آگئے ہیں
 آنچہ کردی اے جہان دیگران
 لے دینا ! تو نے جو کہ دوسروں کی سکتہ برقی
 بر سر تریزیم ماہر خدا
 ہم خدا کے لئے اتیرے سر پرانے ہیں
 تابدانی کہ خداے پاک را
 تاکہ تو جان لے کہ خداے پاک کے
 سبقت نزویر و دنیا بر کنند
 دنیا کی سکاوی کی موتیں گناہ دیتے ہیں
 این شہیداں باز نو غازی شد
 یہ شہید از سر نو غازی ہی گئے ہیں
 قفل مشکہار لطفش حل شد
 پس کی ہرانی سے مشکوں کا قفل کھل گیا
 نا امید ی رفت امید آمد
 مایوس ختم ہوئی امید پیدا ہو گئی
 سربرا آوردند باز از نیستی
 وہ دم سے پھر سر موجود ہو گئے
 تابدانی در عدم خورشید است
 تاکہ تو سمجھ لے کہ دم میں پھر سورج ہیں

ہر چہ بردی زیریں شکلوں باز دہ
 ان شکر گزاروں کا جو کہ نے جینا جو داپس دیے
 زانکہ منعم گشتہ انداز رخت جاں
 کیونکہ رخت کے سامان سے وہ الدار گئے ہیں
 باز ستائیم چوں در با صمیم
 جبکہ ہم نے ان کو مارا ہے ہم دوبارہ نہیں گئے
 رفت از حاجت حرص و غرض
 ہم سے حشر اور حرص اور غرض دور ہو گئی ہے
 بر حریق و چشمہ کوثر زدیم
 شرب اور حرق کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں
 بیوفائی و فن و ناز گراں
 بے وفائی اور چالاک اور بھاری ناز
 کہ شہیدیم آمدہ اندر غرا
 کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں
 بندگاں مستند پر حملہ و مرا
 حلا اور جنگ سے بڑھائی، مستند ہے ہیں
 خیمہ را بر باروی نصرت مند
 مدد و خداوندی کے قلعہ جند کا زینت ہیں
 دیں اسیراں باز بر نصرت زندہ
 یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں
 نفس کا فرنا گہاں بسمل شد
 کافر کا نفس اچانک ترسخہ گا
 گشت سجد ناگہاں میں بستگد
 یہ نبت غدا، اچانک سجد میں گیا
 کہ بہ ہیں مارا کہ اکہ نیستی
 ہمیں دیکھو تو اندھا تو انہیں ہے
 و آنچہ اینچہ آفتاب آنچہ شہادت
 جرباں سورج ہے دہاں کا ستارہ ہے

ان کی اپنی ضرورت کو کم
 کر کے دوسروں پر خرچ کرتا
 ہے تب آخرت میں اس کو
 بدلہ ملے۔ جزو۔ جو سنی
 دوسروں پر خرچ کرے گا
 دولت آخرت اس کے ہاتھ
 آئے گی جو جس کندہ اندھ تسان
 بدلہ لے گا جو خوش رنگ اور
 جبکہ انھوں نے خرچ کیا ہے
 انکو دھار کر داپس کر رہا۔
 اے صوفیم وہ کہیں گے
 ہم صوفی ہیں ہم گنہگار
 چکے ہیں اب جس گناہ میں
 نہیں گئے۔ آغوش۔ اب
 اللہ قائلے ہیں وہ بدلہ
 عطا کر دیا ہے جس کے بدلہ
 ہیں دنیا کی حرص و حاجت
 نہیں رہی ہے۔ زاب شور
 دنیاوی چیزیں ستر ل شور
 پانی کے ہیں اور کثرت کی
 نصیبیں پھر کوثر ہیں۔ آنچہ
 کر دی۔ یہ انسان دنیا کو
 کہ دیکھ کر کہ شہید ہیں
 راہ خدا میں سے ہیں تیری
 جگہ مائیں کو جے شہید
 مارتے ہیں۔ تاجان تاکہ یہ
 دنیا پر گئے کہ خدا کے وہ
 بند سے بھی ہیں جو دنیا کو
 پر لاکھتے ہیں۔
 اے سبت۔ یہ مراد خدا
 دنیا کی سرچیں گناہ دیتے
 ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ
 بد جنت الہی دیتے ہیں جس
 شہیدان۔ جو لوگ خدا کے بدلہ
 بقا کا درجہ حاصل کرتے ہیں
 وہ سرور زندہ ہوجاتے ہیں۔
 نقلی مشہد۔ ان کی جسد
 شکست لعلی خداوندی سے

زندگی نصیب ہوگی تاکہ۔ اور زاد اندھا۔ تاجانی۔ عالم غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج ان کے مقابل میں شہا ستارہ ہے۔

کس جان میں احسان کا لڑ
 نفس میل ہوتا ہے
 ۱۵۰ آئیدی، منسلے
 جہاں آئیدی پیدا ہوتی تھی
 وہ سب اسید سے بدل
 گئی اُن کے لئے یہ دنیا
 پاک جگہ ہو گئی سر پر کاؤ بند
 فنا کے بعد پھر اُن کو ادب کی
 ۱۵۱ دردم - نیستی ہی ہستی
 منظر کیے ہو سکتی ہے، وقت
 نیستی اور ہستی دو متضاد
 چیزیں ہیں ایک دوسرے
 میں سے کسی کو کیے ہو سکتی ہے؟
 کھڑے ہو شمشیر - پھر کچھ
 سوال کا جواب ہے یہ ایسے
 ہی ممکن ہے جیسا کہ غفصہ
 سے نہ پتہ پیدا ہوتا ہے۔
 کہ عدم - تمام ماہدوں کی
 اسیری میں اور عدم سے
 وابستہ ہیں، فرد کا نہ یہ کھٹکا
 جس نے نیک خلق کے کہے اپنی
 کوئی خالی کردہ اسٹی
 پہلکار پر ہوں ہے جو۔۔۔
 فی الحال عدم ہے اور
 کہتا ہے کہ عدم سے
 وجود میں آئے گی۔
 ۱۵۲ رتبہ میں لہذا انسان

در عدم ہستی برادر چوں بود
 اے جان! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟
 بخیر، بخیر، من المیت بدان
 سمجھ لے دو طرفے سے زندہ پیدا کر رہا ہے
 مرد کا زندہ کہ انبارش تہی ست
 وہ کاشتکار جس کا کھنپان خالی ہے
 کہ بروید آں ز موعے نیستی
 کہ وہ عدم میں سے آگ آئے گی
 در عدم از نیستی تو منتظر
 تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ
 نیست دستور کی کشادہیں لانا
 اس راز کو کھلنے کی اہل زنت نہیں
 پس خزانہ صنع حق باشد عدم
 اللہ تعالیٰ کی کارگری کا خزانہ نہ رہے
 مبدع آمد حق و مبدع آن بود
 اللہ (آقائے) وہاں کو کر نیلا اور کیا کر نیلا وہ چکا

ضداندر ضد چوں ملوں بود
 ضد ضد میں کیسے پر مشبہ ہوتی ہے؟
 کہ عدم آمد امید عابدان
 عدم میں عبادت گزاروں کی امید ہے
 شاد و خوش نے بر امید نیستی ست
 کیا وہ عدم کی امید پر خوش و خرم نہیں ہے؟
 فہم کن گرو واقف مغیبتی
 سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کا ہے
 کہ بیانی فہم و ذوق آرام ویز
 تاکہ تو آرام اور کھلا کا ذوق اہل فہم حاصل کرے
 ورنہ بغداد کے گنم انجما زرا
 ورنہ میں انجما ز کو بغداد بنا دیتا
 کہ برآرد زوعطا و مبدع
 کیونکہ وہ اس سے بچے و بچے عطا برآمد کرے
 کہ برآرد و فرع بے اہل و سند
 جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کر دے

کہنے والا یعنی عدم کو جو ہر بنا کر
 ۱۵۳ نہایت بہت عابدان

کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
 اس کو کھنپان میں رکھا ہے کہ وہ
 اللہ تعالیٰ کی کارگری کا خزانہ نہ رہے
 مبدع آمد حق و مبدع آن بود
 اللہ (آقائے) وہاں کو کر نیلا اور کیا کر نیلا وہ چکا

شرح

اچھا! تم کوئے کی طرح کب تک ایک ہی رٹ لگائے جاؤ گے
 اس گفتگو کو چھوڑو - اور پوچھو کہ اے خلیل! آپ نے مرغ
 کو کیوں ذبح کیا - [فاشلہ:، ولی محمد نے کہا ہے کہ ہجو زاغ مصرع ثانی میں متعلق
 ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے خلیل! تم نے زاغ کی طرح خرو و س کو کیوں مارا - ادا الزنج
 عندی ما قلت و اللہ اعلم] بتلائے تو سہمی اس میں حکمت کیا تھی - تاکہ اس پر مطلع ہو
 کہ میرا بال بال اس خدا نے حکیم و علیم کی تیج کرے - جب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا

کہ میسر لحاظ سے تو حکمت یہ تھی کہ مجھے حکم ہوا تھا۔

اس پر یہ سوال ہوا کہ اچھا۔ اس حکم کی حکمت کیا تھی۔ تاکہ میں اس پر مطلع ہو کر بجان و دل کہوں لا الہ الا اللہ العلیم الحکیم۔ اس کا جواب یہ ملا کہ وہ شہوت ناک اور بنائیت شہوت پرست اور اس زہریلی ادویہ ہودہ شراب شہوت سے مست تھا بنا بریں وہ واجب القتل تھا۔ ان سوالات و جوابات حالت سے فارغ ہو کر مولانا شہوت کی مذمت فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ واقعی یہ شہوت ایسی بے ہودہ چیز ہے کہ اگر حق سبحانہ کو بقائے نسل مقصود نہ ہوتی۔ اور وہ اس کی برائی کو لوگوں سے مخفی کر دیتا تو اس کی شرم سے آدمی خفی ہو جاتا۔ اس کی برائی کا تم واقعہ ذیل سے ادراک کر سکتے ہو۔ وہ واقعہ یہ ہے۔

شیطان نے حق سبحانہ سے درخواست کی کہ مجھے شکار انسان کے لیے ایک زبردست جال کی ضرورت ہے لہذا عنایت فرمایا جائے اس پر چاندی، سونا اور گھوڑے وغیرہ اسکو دکھلائے گئے اور کہا گیا کہ تم ان سے انکو پھانس سکتے ہو۔ اس کا جواب میں اس نے کہا کہ واہ حضرت واہ! بھلا یہ ان سے کب قابو میں آئے گا۔ غرض کہ اودہ ناخوش ہوا اور غصہ کے مارے

لٹک گیا۔ اس کے بعد اعلیٰ درجہ کی کانوں کے جواہرات اس کے سامنے پیش کئے گئے اور کہا گیا کہ ملعون لے یہ جال لے۔ اس پر بھی اس نے قناعت نہ کی اور کہا کہ اے بہتر مددگار! یہ کافی نہیں ہے اور دے اس پر مرغن و شیریں... غذائیں قیمتی شربت اور ریشمی کپڑے عطا فرمائے۔ اس نے اس پر بس نہ کی اور کہا کہ مجھے اس بھی زیادہ اعانت کی ضرورت ہے۔ تاکہ میں ان کو جال میں پھانس سکوں اور تاکہ تیرے عشاق جو مرد اور بہادر ہیں اس جال کو توڑ نہ سکیں اور تاکہ تیرے مرد اس جال اور ان خواہش نفسانی کی رسیوں کے ذریعے نامردوں سے ممتاز ہو جائیں۔

پس میں ایک اور جال مانگتا ہوں مگر معمولی جال نہیں۔ بلکہ وہ جال جو مردوں

کو بچھاڑنے والا اور نہایت چالاک ہو۔ اس پر شراب اور پانی... اس کے سامنے رکھے گئے اسے وہ مسکرایا اور کچھ خوش ہوا۔ اس کے بعد حق سبحانہ کی سمفٹ اضلال سے درخواست کی۔ کہ ہنوز امتحان کی تکمیل نہیں ہوئی۔ آپ بحر امتحان سے گرد نکال دیں یعنی امتحان کو انتہا تک پہنچادیں۔ آپ کی شان ارفع و اعلیٰ ہے دریا سے گرد تو آپ کے بندے نکال سکتے ہیں۔

دیکھئے! آپ کے بندوں میں ایک موسیٰ ہیں جنہوں نے دریا میں گرد کے پرے باندھ دیے کہ پانی نہ ہر طرف سے اپنی باگ کھینچ لی اور سمٹ گیا اور دریا سے گرد نکل آئی اور وہ خشک ہو گیا۔ پس آپ ضرور ایسا کیجئے۔ پس جبکہ حق سبحانہ نے اسکو عورتوں کا حسن دکھلایا جو مردوں کا صبر کون کھوئے دیتا ہے تو اسے چٹکی بجائی اور وجد میں آکر ناچنے لگا اور کہا کہ ہاں اب میرا مقصد حاصل ہوا بس جلدی سے مجھے عنایت فرما دیجئے اور جب کہ اس نے ان نشیلی آنکھوں کو جو عقول کو بے تاب کئے دیتی ہیں۔ اور ان معشوقوں کے اس صفائے رخسار کو دیکھا جس پر عشاق کے دل سپند کی طرح چلتے ہیں اور ان کے چہرہ اور خال اور ابرو اور ان عقیق کی مانند لبوں کو دیکھا جو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پردہ باریک سے آفتاب چمکتا ہو اور اس قد کو دیکھا جو اس سرور خاں کے مشابہ تھا جو چین میں موجود اور سرسبز و شاداب ہو اور اس رخسار کو دیکھا جو یاسمین و نسرن کے مشابہ تھا۔ اور اس ناز کو دیکھا جو ان میں فون چھلکتا تھا جیسے باریک پردہ سے تجلی حق نمودار ہو تو پھر ٹک گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا شہوت سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں اور برقی حسن سے زیادہ اس میگزین میں آگ لگانے والی دوسری شے نہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حسینوں کے کرشمہ اور ان کے نہایت شوخ ناز سے۔ ایک عالم سرگشتہ و حیران و دنگ ہے۔ حتیٰ کہ انسان، جن اور فرشتے مثل

ہاوت و مادت کی طرح بھی اسکی سامنے سر جھکاتے ہیں۔ مگر وہ آدم علیہ السلام
 کی طرح ایک وقت میں اس عزت سے معزول ہو جاتا ہے — اس پر وہ
 کہتا ہے کہ اے افسوس! میرا حسن وجود کے بعد معدوم ہو گیا ہے اس کا موجب
 یہ ملتا ہے کہ مہربانِ جرم یہ ہے کہ تم زیادہ جنے اس بنا پر یہ نعمت تم سے
 چھین لی گئی۔ جبریل اسکو بال پکڑ کر کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ جنتِ حُسن سے اور
 حسینوں کی جماعت سے باہر نکل۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ اے جبریل! تو تو مجھے صدق
 دل سے سجدہ کرتا تھا۔ اب تو مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے۔ دیکھ تو سہی میرے
 جسم سے حصہ حُسن یوں اُتر جاتا ہے جیسے فصلِ خزاں میں درخت سے پتے جھڑتے
 ہوں۔ [فائدہ: چونکہ حسین کو معزولی میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہی
 تھی۔ اسلئے لازم یا مناسبات مشبہہ کو اسکی لیے ثابت کیا ہے۔ ورنہ نہ وہاں جنت
 ہے۔ نہ جبریل نہ سجدہ۔ نہ سوال نہ جواب۔ اور مقصود صرف اسکے حسن کا زوال
 اور اس پر اس کا اظہارِ غم ہے] القصد وہ اس کا حسنِ نازل ہوتا ہے اور وہ رونا
 پیتا ہے۔ اس کا وہ رخسار جس کی چمک چاند کی چمک سے ملتی تھی۔ بڑھاپے سے
 گوہ کی پشت کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کا سر اور وہ حسیں مانگ جو سیاہ بالوں میں
 چمکتی تھی۔ بڑھاپے کے وقت ناپسندیدہ ہو جاتے ہیں اور سر کے بال جھڑ جاتے
 ہیں اور اس کا پچھلکار اور سناں کی طرح حملہ آور قد بڑھاپے میں کمان کی طرح
 دوہرا ہو جاتا ہے اور اسکے بال جو کوٹے کے پروں کی طرح کالے تھے برف کی طرح
 سفید ہو جاتے ہیں اور جھریاں پڑ کر منہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کی لالہ کی سی رنگت
 زعفران کی رنگت ہو جاتی ہے یعنی چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔

اور اس کا شیر کا ساز و رورتوں کی کمزوری سے بدل جاتا ہے اور اس کی
 زنگی مانند آنکھ پڑ مردہ ہو جاتی ہے اور گرمی اعضا سرد ہو جاتی ہے اور جو کہ چالاک

سے آدمی کو بغل میں دبا لیتا تھا۔ اب اسکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ چلنے کے وقت اور لوگ اسے بغل میں پٹتے ہیں۔

مگر یہ باتیں اصلی غم و پشیمانی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو اسکے آثار ہیں کیونکہ اصلی غم اور پشیمانی موت ہے اور یہ قاصد ہیں اسکے۔ ————— الحاصل بڑھاپا حسینیوں کو بہت ضرر پہنچاتا ہے لیکن اگر بجائے جمال ظاہری کے کسی کو کمال باطنی حاصل ہوا اور نور حق سبحانہ اس کے متصل ہو تو اسکو بڑھاپے سے کوئی ضرر اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی گو وہ سست ہوتا ہے مگر اسکی سستی ایسی ہوتی ہے جیسے مست کی سستی کہ وہ اس سستی میں بھی رشک رستم ہوتا ہے اور گواکے اعضا میں ضعف ہوتا ہے مگر اسکی دل میں کمال قوت ہوتی ہے یہ اگر مریض بھی ہے تو اسکی ہڈیاں ذوق و شوق میں ڈوبی ہوتی ہیں۔ اور اس کا ذرہ ذرہ نور شوق کی شعاعوں میں محو ہوتا ہے۔

بحسلاف ان لوگوں کے جن کو نور حق سبحانہ حاصل نہیں ہے بلکہ وہ صرف حسن ظاہری ہی رکھتے ہیں۔ ان کے بڑھاپے کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے باغ بے ثمر۔ جس کو خنزاں نے زیر و زبر کر دیا ہو اور جس میں گل نہ رہا ہو۔ اور صرف کالے کانٹے رہ گئے ہوں اور وہ زرد اور بے مغز ہو۔ جیسے گھاس کے ڈھیر کی حالت دیکھ کر تم تعجب سے کہتے ہو کہ اے اللہ اس نے کیا قصور کیا تھا۔ جو یہ بلوشاک حسن اس باغ سے جلا کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ وہ عجب میں گرفتار ہو گیا۔ اور عجب آدمی کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ ایسے اس کی یہ گت بنی اور تم حیرت سے کہتے ہو کہ وہ معشوق جس کے عشق سے ایک عالم رونا تھا اب کوئی اس کو پاس نہیں لپکنے دیتا۔ آخر اسکی کیا قصور کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ اسکی مستعار زیور حسن پہن کر دعوایے ملکیت کیا تھا ایسے ہم اس کو

واپس لیتے ہیں۔ تاکہ اُسے یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ خرمنِ حسن ہماری ملک ہے۔ اور حسین لوگ اس سے مستفید ہیں اور تاکہ وہ جان لے کہ یہ لباس مستعار تھا۔ اور ہم کہ خورشید وجود میں ہمارا پرتو تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جمال اور فضل و کمال طاقت و قدرت جو تمہارے اندر ہے سب متعار ہیں اور آفتابِ حسن سے عالم کی طرف آئے ہیں۔ بالآخر یہ ستاروں کی طرح اپنے مقر کی طرف لوٹ جائیں گے اور یہ دھوپ ان دیواروں سے آفتاب کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور تم ان سے بے بہرہ ہو جاؤ گے۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ دھوپ جس وقت اپنے مرکز کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ تو دیواریں تاریک اور سیاہ رہ جاتی ہیں۔ پس تم سمجھو کہ جس حسن نے تم کو حیران کر دیا ہے اور جس پر تم عاشق ہو وہ نور خورشید انہی ہے جو ان مختلف رنگ کے شیشوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور یہ مختلف الالوان شیشے اس نور کو ہم کو رنگین اور متکلف

بکیف دکھلاتے ہیں۔ مگر جب یہ شیشے نہ رہیں گے یعنی یہ اجسام فنا ہو جائیں گے اس وقت وہ تم کو بے رنگ اور بے کیف دکھلائی دیگا۔ پس تم کو چاہیے کہ اس نور کو بدوں شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈالو۔ اور اجسام کا واسطہ چھوڑ دو تاکہ جب یہ عینک ٹوٹ جائے اور تم مر جاؤ تو تم اندھے نہ ہو جاؤ۔ بلکہ پھر بھی اس نور کو دیکھ سکو۔ تم علمِ تقلیدی پر قناعت کئے ہوئے ہو۔ اور کمالاتِ مستعار پر خوش ہو۔

لیکن یاد رکھو! کہ ایک روز مالکِ کمالات اپنے کمالات واپس لیگا۔ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہماری ملک نہ تھے بلکہ دوسرے کے ملک تھے اس وقت تمہاری دو حالتیں ہوں گی۔ یا تو تم نے اس معطی کا شکر ادا کیا ہوگا۔

یا نہیں اور اس میں جہدِ بلیغ کی ہوگی یا نہیں اگر تم نے شکر کیا ہے اور اس میں

جہدِ مبلغ کی ہے تو ہم کو ان کمالات کے زوال کی کچھ پڑاہ نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان سے سینکڑوں کمالات تمہیں عطا فرما دے گا۔

اور اگر تم اس کا شکر نہیں کیا ہے تو تم کو خون رونا چاہیئے کیونکہ وہ حسنِ کمالات جو تم کو ان کمالاتِ فانیہ کے معاوضہ میں ملتا، ناشکر لوگوں سے بے زار ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم ناشکر لوگوں کے اعمال کو کھودیں گے۔ اور شاکیں جو کہ مومن ہیں ان کی حالت درست کریں گے۔ اس لئے ناشکر لوگوں سے خوبی اور کمالات ضائع ہو گئے ہیں۔ کہ پھر وہ ان کی صورت نہ دیکھیں گے۔ نہ تو یوں کہ وہ کمالات پھر انہیں واپس مل جائیں اور نہ یوں کہ ان کا معاوضہ انہیں مل جائے اور تعلق اور بے تعلقی اور شکرِ منعمانِ دنیوی اور دوستیِ مردم۔ غرض تمام اوصاف ان سے یوں خست ہو جائیں گے کہ پھر وہ ان کو یاد بھی نہ آ سکے۔ کیونکہ اَضَلَّ اَعْمَالُہُمْ سے مراد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو دنیا میں کامران اور اپنے مطلوبات سے ہم آغوش ہیں نامراد کر دیں گے۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ نہ تو ان کو وہی کمالات ملیں کیونکہ وہ بھی ان کا ان کا مطلوب ہیں اور نہ ان سے بہتر ان کا معاوضہ ملے کیونکہ وہ بدرجہ اولیٰ مطلوب سے غافل ہیں اس لئے گویا کہ سوراخ ہے ہیں اور جو آنکھ سوتی ہو وہ تو خیالات اور معذرت ہی کو دیکھتی ہے۔ پس جبکہ ہمارے خوابہر کے سبب حقیقت (عدم) ہماری نظر سے مخفی ہو گئی۔ اور خیال (عالمِ فانی) ظاہر ہو گیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم غلطی میں گرفتار ہو کر سرگشتہ و حیران ہو گئے۔ اور مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود میں پھنس گئے۔

(فائدہ: اس بیان میں مولانا نے عالمِ حسی کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے یہ بنا بر حقیقت نہیں ہے بلکہ تشبیہ ہے یعنی یہ عالم وجود اپنے عدمِ فرعیت بقا کی وجہ سے ایسا ہے جیسا حقیقت کے مقابلہ میں خیال اور موجود کے مقابلہ میں معدوم

پس اسکو معدوم اور خیال کہنا۔ عدم کی نسبت سے نہ کہ واقع کے لحاظ سے چنانچہ اس کی طرف مولانا نے نظر سے اشارہ ہی کر دیا ہے۔ اور دریا کی نسبت سے کف کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے اور مہو کی نسبت سے خاک کو اور فک کی نسبت سے اقوال کو۔ [فتد تبر]

اب مولانا تعجب فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدم (عالم وجود) کو کیسے مشاہدہ کر دیا ہے اور حقیقت (عدم) کو کیسے نظروں سے محجوب کر دیا ہے عجیب قدرت اسکی۔ اس کے بعد حق سبحانہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اے نظر بندی کر نیوالے کامل قدرت خدا کیا کہنا ہے تیری کمال قدرت کا۔ کہ تو نے مجھ میں کی نظر میں درد کو صاف اور اس ذلیل اور محقر عالم کو با وقعت بنا دیا۔ اس کے بعد مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ دیکھو جادوگر چاندنی کو بجائے کپڑے کے سوداگر کے سامنے ناپ دیتے ہیں اور اسکی سونا نفع میں حاصل کر لیتے ہیں اور وہ اس طرح داؤوں بیچ سے ان سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے روپیہ تو نکل جاتا ہے مگر کپڑا نادر دہوتا ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو اب سمجھو کہ دُنیا جادوگر فی ہے اور ہم تاجر۔ اور وہ ہمارے ہاتھ چاندنی کو ناپ کر بجائے کپڑے کے بیچ رہی ہے۔ اور غراہشات و لذات کو جو فی الحقیقت بے حقیقت ہیں ہماری نظروں میں موقر اور قابل تحصیل بنا رہی ہے۔ یعنی وہ اپنا جادو کر کے زور سے ایک گز کپڑے کو چاندنی کے ذریعے پانچ سو گز بنا رہی ہے اور شہوات و لذات کو جو ایک درجہ میں مقصود ہی ہیں زندگی کا اصلی مقصد ثابت کر رہی ہے اور تم سے تمہارا زرِ عمر چھین رہی ہے پس تم کو واضح ہو کہ جب یہ روپیہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تم مرو گے اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارا

زر عمر بھی ضائع ہو گیا اور کپڑا یعنی مقاصد دنیویہ بھی تمہارے قبضہ میں نہ رہے
اس وقت تمہیں بجز حسرت اور افسوس کس کچھ چارہ نہ ہوگا۔

اس لیے تم کو چاہیے کہ اس جادوگرنی سے بچنے کے لئے حق سبحانہ کی جناب
میں پناہ لو۔ اور کہو کہ اے اللہ! فریاد ہے ان جادوگروں اور ان کی گمراہیوں
یہ منتر پھونک کر گرہیں لگاتے ہیں اور میرے حواس پر قبضہ کئے لیتے ہیں
پس اے فریاد رس خدا میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں تو مجھے اس شکست سے بچالے لیکن
یہ بھی نہیں کہ صرف یہ الفاظ زبان سے کہہ لو۔ کیونکہ محض الفاظ بہت کمزور ہیں ایسے
اثر نہیں کر سکتے بلکہ زبان فعل سے بھی یہ الفاظ کہو اور جو طریقہ عملی اس استعاذہ
کا بتایا گیا ہے یعنی اتباع شریعت اور رضا جوئی حق سبحانہ اس کو بھی عمل میں لاؤ
اس وقت تم کو اس جادوگرنی دنیا سے نجات ہو جائے گی۔ اور یہ تم کو نہ ٹھگ
سکے گی۔ — دیکھو اعمال صالحہ کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں تمہارے ساتھی
تین ہیں۔ جن میں ایک وفادار ہے اور دو بے وفا — اول تو مال ہے
اور دوسرا دوست۔ یہ تو بے وفا ہیں اور تیسرا عمل صالح ہے یہ وفادار ہے کیونکہ
مال تو مرے لے کے بعد دروازہ تک ہی ساتھ نہیں آتا بلکہ پھونک نکلتے ہی
قطع تعلق کر دیتا ہے۔ ہاں دوست آتا ہے لیکن کبھی صرف قبر تک۔ اور جب
تمہیں موت آتی ہے اور تم قبر میں دفن ہوتے ہو تو وہ بزبان حال کہتا ہے کہ میں
اس جگہ سے آگے تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا ہوں
کہ تمہاری قبر پر کچھ دیر ٹھہر جاؤں اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں!
تمہارا عمل صالح تمہارا وفادار ساتھی ہے کہ وہ تمہاری قبر میں بھی تمہارے ساتھ
جائے گا۔ پس تم اس کو اپنا معین بناؤ۔

اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راہ موت کے

لیے عمل سے بڑھ کر وفادار کوئی ساتھی نہیں ہے پس اگر اعمال اچھے ہیں تو قبر میں
 تمہارے دوست اور معین و مددگار ہوں گے اور اگر بُرے ہیں تو تمہیں اذیتیں
 پہنچائیں گے۔ اس لئے تم کو اصلاح اعمال کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ تم ان کی مغفرتوں
 سے مامون اور منافع سے منتفع ہو سکو۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اصلاح اعمال کا مقصود شرعی ہونا تو نص سے
 ثابت ہو گیا۔ اب سُنو کہ اصلاح اعمال بدوں شیخ کے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عالم میں
 ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی بدوں استاد کے نہیں آ سکتا۔ بلکہ ضرورت ہوتی ہے کہ اہل
 استاد سے سیکھا جائے پھر مشق کی جائے تاکہ وہ ایک مدت کے بعد تم کو موت کی قوت
 تک فائدہ دے۔ جب ادنیٰ پیشہ کی یہ حالت ہے تو اصلاح اعمال کا
 طریقہ جو نہایت ہی مہتمم باطن کا ہے بدوں استاد کے کیسے آ سکتا ہے۔

بنابریں تم کو چاہیے کہ اصلاح اعمال کے طریقوں کو کیم النفس صالح شخص سے
 سیکھو۔ جو کہ اس کا اہل ہو۔ اور نا اہلوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دو۔ بلکہ موتی کو صف
 میں تلاش کرو جو اس کا محل ہے اور غیر محل میں مت ڈھونڈو۔ علیٰ ہذا فن کو
 اہل فن سے سیکھو نہ کہ نا اہلوں سے۔ اور اگر تم کو خوش قسمتی سے اہل اشراف جاتیں
 جو علاوہ صاحب فن ہونے کے خیر خواہ بھی ہیں تو تم انصاف سے کام لو اور تعلم کو
 ضروری سمجھ کر بے توقف ان سے تعلیم حاصل کرو اور بالکل عار نہ کرو۔ کیونکہ اگر
 کوئی دباغی کا کام کرے اور اس میں وہ کہنہ لباس پہن لے تو اس کی اسکی
 آبرو میں ذرا فرق نہ آئے گا۔ علیٰ ہذا۔ اگر لوہار اپنے کام کے وقت گڈری پہن
 لے تو اسکی عزت مخلوق کی نظر میں کم نہ ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے بضرورت ایسا
 کیا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی تعلم کے لیے اپنے کو ذلیل و خوار بناؤ گے تو اس سے
 تمہاری آبرو میں بھی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ تم بضرورت ایسا کر رہے ہو۔

پس تم تجر کے لباس کو اپنے بدن سے اتار ڈالو۔ اور تم کلم کے وقت تذلل کا لباس پہن لو ————— اب ہم تمہیں ایک اور بات بتاتے ہیں وہ یہ کہ اگر کوئی علم سیکھے تو اس میں زیادہ دخل الفاظ کو ہے کہ الفاظ کے فریب سے اسے مقصود سمجھایا جائے۔ اور اگر کوئی پیشہ سیکھے تو اس میں بہت بڑا دخل عمل کو ہے اور اسکی ضرورت ہے کہ اسے اس کام کی مشق کرائی جائے۔ مگر فقیر کا طریق ان دونوں سے جدا ہے یہ صحبت و تعلق مرشد کامل سے حاصل ہوتا ہے نہ اس میں ہاتھ کام آتا ہے نہ زبان۔ اور ہاتھ اور زبان کو جو کچھ بھی حسل ہے وہ استعداد حصول فقر کے لیے ہے کہ اس سے قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اور خود فقران سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ علم فقر کی حقیقت تو انوار الہیہ ہیں جو اہل اللہ کی ارواح میں موجود ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق کتابوں اور گفتار سے نہیں ہے اور عمل سے تعلق نہ ہونا تو محتاج بیان ہی نہیں۔ پس اس علم جان کو تو ایک روح دوسری روح سے بلا توسط حاصل کر سکتی ہے۔ کتابوں اور گفتار سے نہیں حاصل کر سکتی۔ کیونکہ الفاظ اور نقوش کتابیہ خود اس نور کو روح تک پہنچانے سے قاصر ہیں۔

مثلاً آفتاب کا عکس ایک آئینہ میں موجود ہے اس عکس کو دوسرے آئینہ تک پہنچا دے۔ نہ یہ طاقت تحریر میں ہے نہ تقریر میں۔ بلکہ اسکی صورت صرف یہ ہے کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے مقابل ہو۔ اور اسکی براہ راست وہ نور حاصل کرے۔۔۔ اس معلوم ہو گیا کہ اگر کسی سالک کو بذریعہ تقریر یا تحریر کے کچھ اسرار علم فقر کے معلوم ہو جائیں تو اسکو حقیقت اس علم کی حاصل نہیں ہے۔ تاوقتیکہ نور الہیہ سینہ کو نہ کھول دے
اب سمجھو! کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں اَلَمْ نُشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

مگر ہر کامران کے عموم سے اہل وفا۔ اور شاہین مستثنیٰ ہیں کیونکہ دولت مقصود ان سے وابستہ ہے اور وہ اسکی محروم نہ ہوں گے۔ اسکی تم سمجھو کہ دولت زائد اور کمالات ذبیوہ فانیہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں دولت آئندہ جو بصورت شکر ملنے والے ہیں وہ اثر رکھتی ہے اور نفع پہنچاتی ہے پس تم اس دولت کمالات ذبیوہ قدرت و اختیار۔ فضل و کمال وغیرہ کو خدا کی راہ میں صرف کرو۔ اور اقراضاً اللہ قرضاً حسنّاً کی تعمیل میں حق سبحانہ کو قرض دو۔ تاکہ تم ایسی سپینڈونڈوں کو اپنے سامنے موجود پاؤ۔ اور اسی شراب دولت کمالات سے خود کم نفع حاصل کرو اور زیادہ حصہ اس کا خدا کی راہ میں صرف کرو۔ تاکہ اسکے معاوضہ میں جو حق کو ترک کمالات محسوس نہ کرے کہ تم اپنے سامنے موجود پاؤ۔ کیونکہ جو لوگ خاک و فاپر اس شراب کا گھونٹ ڈالتے ہیں یعنی وفاداری کرتے ہیں۔ اور اس طرح اس شراب کو وفا سے متلبس کرتے ہیں دولت اخرویہ ان سے بچ کر نہیں جاسکتی وہ اسے ضرور حاصل کریں گے اور خدا اسکے دل کو حسب وعدہ خوش کرے گا اور جبکہ وہ اپنی ہستی اور اپنے کمالات رضاء حق میں فنا کر دیں گے۔

فنائے سامان کے بعد پھر وہ سامان انکو عطا کرے گا اور کہے گا کہ اے صوفیو! .. (مراد فنائے اصطلاحی ہے) اور اے اس گاؤں کے لوٹنے والے ترک (فنا) جو کچھ تو ان شاکرین کا سامان لے گیا ہے ان کو واپس دیدے۔ بنا بریں وہ ان کو واپس دیگا لیکن شاکرین اسے قبول نہ کریں گے کیونکہ انکو حافی دولت باقیہ مل چکی ہوگی۔ اور اس کے ذریعے وہ اس دولت فانیہ سے مستثنیٰ ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم صوفی ہیں اور ہم نے لباس ہستی اتار دیا ہے۔ پس تو جبکہ ہم اُسے دے چکے ہیں تو اب واپس نہ لیں گے۔ نیز ہم کو ان کا معاوضہ مل چکا ہے اور عوض بھی کیسا جس ہماری احتیاج اور حرص و غرض مذموم جو ان کمالات فانیہ سے تھی سب جاتی رہی۔ اسلئے بھی ہم انہیں

واپس نہ لیں گے۔ ہم اس آب شور مہلک کمالات دنیویہ سے نجات پا چکے ہیں اور شراب طہور اور چشمہ کوثر ہر کمال اخروی ہمیں مل گیا ہے۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوبارہ اس آب شور کو لیں۔ غرض کہ دولت کمالات دنیویہ جو ان سے فنا ہو چکی ہے وہ سے واپس نہیں لینا چاہتے۔ اور دنیا کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے دنیا! جو کچھ تو نے دوسروں کے ساتھ بے وفائی اور مکر اور ناز و نخس کئے ہیں۔

اب ہم اس کے معاوضہ میں تجھ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم شہید اور فانی فی الحق ہیں اور اب تجھ سے جنگ کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو تجھ پر حملہ کرتے ہیں اور تجھ سے لڑتے ہیں اور تیری اطاعت نہیں کرتے۔ پس وہ دنیا کے مکر کو تہس نہس کر دینگے۔ اور اس جنگ میں فتنہ حاصل کریں گے اور بعد بقایہ شہید پھر نئے سرے سے دنیا کا مقابلہ کریں گے اور یہ لوگ جو اول دنیا کے قیدی تھے پھر کچھ مقابلہ میں فتح حاصل کرینگے ان کی مشکلات کا قفل بغایت حق سبحانہ کھل چکا ہوگا اور ان کا نفس کا قتل ہو چکا ہوگا اور ان کے اسیدی زائل ہو چکی ہوگی اور آفتاب امید ہو چکا ہوگا اور انکی ہستی جو اول بنگاہ حق جس میں نفس و شیطان کی پریش ہوتی تھی اب مسجد ہو گئی ہوگی جس میں صرف خدا و خدا لاشریک کی پرستش ہوتی ہوگی اور یہ لوگ عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ اور فانی فی الحق کے بعد بقا بالحق حاصل کریں گے اور کہیں گے کہ لوگو! اگر تم اندھے نہیں ہو۔ تو ہمیں دیکھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ فنا قابلِ نفع نہیں ہے بلکہ قابلِ تحصیل ہے کیونکہ وہ اس خورشید کمال رہتے ہیں۔ اور کاہلین دنیا کو ان سے وہی نسبت ہے جو سہا کو آفتاب سے۔ شاید تم پوچھو کہ جناب! وجود و عدم، فنا و بقا ہر دو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ایک ضد میں دوسری نہیں ہو سکتی۔ پس فنا بقا اور عدم سے وجود کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال بھنص قرآنی غلط ہے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں یُخْذُ مِجَ الْاٰخِیِّ مِنَ الْاٰخِیَّتِ - یعنی حق سبحانہ کی قدرت ایسی کامل ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اسلئے ہمارے بیان کی صحت

ظاہر ہو گئی۔ پس تم سمجھ لو کہ عدم اور فنا میں عابدوں کی امید (بقا) ہے۔ اور خیال جس طرح بنص قرآنی غلط ہے یوں ہی مشاہدہ بھی اسکی تردید کرتا ہے۔ دیکھو! جو شخص فوتا اور اپنے انبار غلہ کو خالی کرتا ہے کیا وہ عدم کی ہی امید پر شاد اور خوش نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ دانہ نیستی اور عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ پس اگر تم وقف معنی ہو تو اس کے ہمارے بیان کا صدق سمجھ سکتے ہو۔ دور کیوں جاؤ۔ تم اپنے ہی کو دیکھ لو کہ تم عدم وجود کے ہر وقت منتظر رہتے ہو۔ اور چاہتے ہو کہ تمہیں فہم اور ذوق اور آرام اور ہر قسم کی بھلائیوں جو معدوم ہیں۔ عدم سے وجود میں آکر مل جائیں۔

پس ثابت ہوا ہے کہ عدم سے وجود اور فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے۔ مجھے اسکی زیادہ اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ میں تمام منکرین کو منوادوں۔ کہ عدم میں ہستی ہے اور فنا میں بقا ہو سکتی ہے۔

[فائدہ: اہانت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گو مشیت تشریعی حق سبحانہ کو ہدایت ہی مقصود ہے۔ مگر مشیت تکوینی ہدایت دگر اہی دونوں مطلوب ہیں اسلئے وہ مشیت تکوینی یہ نہیں چاہتے کہ عالم میں صرف ہدایت ہو۔ نیز چونکہ یہ عالم امتحان ہے اور امتحان کا مدار اختیار پر ہے اسلئے وہ نہیں چاہتے کہ آدمی مجبور ہو کہ ہدایت کو قبول کریں کہ اختیار خود ہدایت حاصل کریں]

الحاصل: خزانہ صنع حق سبحانہ عدم ہے جس سے وہ ہر دم بخششیں نکال کر عالم پر فائز کرتا ہے اسکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حق سبحانہ مبدع ہیں اور مبدع دیکھتا ہے جو بلا مادہ کے اور عدم بحمت سے ایک شئی کو وجود میں لاتے۔ پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ اشیاء کو عدم صرف سے وجود میں لاتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ کہ کوئی شے عدم وجود میں نہیں آتی۔

مثال عالم ہست نیست نما و عالم نیست ہست نما
موجود عالم جو نظر اکبر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کمال

لے چون منارہ خاک لقا کرتی ہے
انصاف سے خاک نظر آتی ہے
اور ہوا نظر نہیں آتی۔ آجیو
نظر نہیں آتی اس کا وجود
نئے سمجھ میں آتا ہے کہ خاک
میں از خود ازلے کی طاقت
نہیں ہے۔ کھت۔ سطح آب
پر جھاگ برس رہے ہیں جھاگ
نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس
لئے سمجھ میں آتا ہے کہ جھاگ
از خود نہیں برس سکتے بلکہ تھپان
انسان کے انکار پر شہد ہیں
اور اس کی گفتگو میں کا وجود
انکار کے وجود کا پتہ تو ہے وہ
ظاہر ہے یہی حال شہوات
اور درجہ مطلق کا ہے اور درجہ
مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ
بظاہر غیر موجود ہے۔ شہوات
جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ
موجود نظر آتی ہیں۔
لے حق را ہمہ معدوم
کو موجود اور موجود کو معدوم کہہ
سکتا ہے۔ یہی انکار کا مضمر
ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود
دکھا رہی ہے۔ دیدہ جس
آنکھ میں چند جوہر کو مٹی خیال
اور غیر واقعی چیزوں کو موجود
دکھا رہی ہے پتہ اندیشہ۔
یہی غیر واقعی چیز نظر آ رہی
ہے۔ باقی عدم۔ عالم غیور جو
کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔
آن حقیقت نام۔
نہا برس سے ہر شیدہ ہو گئی
ہے۔

ہست را بنمود ہست شکل عدم
موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے
باد را بوشید و نمودت غما
جھاگ کو ہچکا دیا ہے، غبار کو ظاہر کر دیا ہے

ہست را بنمود ہست آں محشم
اس عزت و جمال والے نے معدوم کو ہر جگہ دکھا
بحر را بوشید و کف کرد آشکار
سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے جھاگ کو زونا کر دیا ہے

خاک از خود چوں بر آید بر غلا
خاک ہندی پر غرور کیے چڑھ جاتی ہے؟
باد را نہ جز بتعریف و دلیل
جھاگ کو بتانے اور دلیل کے سامنے دیکھتا ہے
کف بے دریا نزار و تصرف
غیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے
نکرہ نہاں آشکارا قال و قیل
نیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے
دیدہ معدوم بینی را شستیم
ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں
کہ تو را نہ جز خیال و نیست دیدہ
دخیال معدوم کے سراپا دیکھ سکی ہیں
چوں حقیقت شد نہاں پند چیا
جو کہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے
چوں نہاں کرواں حقیقت بصر
اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپ دیا؟
کہ نمودی مضر ضاں را در دوصاف
تو نے نہ مڑنے والوں کو نہایت، زیر لکھا

چوں منارہ خاک بیجاں در ہوا
ہمیں چکراتی ہوئی خاک مست رہ کر طرے ہو
خاک را بینی ببالا لے علیل
اسے بیمارانہ خاک کو اوپر دیکھتا ہے
کف ہی بینی روانہ ہر طرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے
کف محس بینی و دریا از دلیل
تو جھاگ کو محس تک کہ پہلے اور دریا کو دلیل دکھاتی
نفی را اثبات می پنداشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا
دیدہ کا نذر دے نغاسے شدید
وہ آنکھ جس کو نیست آ رہی ہو
لاجرم سرگشتہ شستیم از ضلال
لا محال ہم گمراہی سے میسران ہو گئے ہیں
ایں عدم را چوں نشانہ اند نظر
اس معدوم کو نظر میں کیسے چھپ دیا؟
آفرین اے اوستادِ بحر بان
لے ہمارے کرنے والے اوستاد! آفرین ہے

اشکال۔ دنیا در حقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے جھاگ آفت
حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے۔ مولا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ جھٹھ۔ مسٹر۔
نیت۔ بین عالم شہود ہست بینی عالم غیب۔ جگر۔ اس غریب و دشا میں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً
موجود ہیں ان کو جھاگ اور قندہ پوشیدہ کر دیا جو غیر واقعی چیز ہیں جس کو معدوم ہے وہ نظر آتا ہے
اور موجود ہے وہ غفلت ہے۔

لے آفرین۔ یہ عزت حق
قائے کائنات کی کھڑائی ہے کہ شکر
غیر حقیقی چیز کو حقیقی کہنے

ساحراں مہتاب پیمایند زود

جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں
سیم ہم بربایند زیریں گوں پیچ پیچ
اس پیچ در پیچ سلسلے سے چاندنی راہ لیتے ہیں
ایں جہاں جادو ما آں تاجریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں

گز کند کرپاس پانصد گز شتاب

وہ بلندی سے پانچ سو گز پکڑنا پے
چوٹ بعد اوسیم عمرت اے ربی
اے سلام! بسبب کسی - خیری مگر چاندنی لے لی
قن اَعُوذت خواند باید کا احد
تجھے قل اَعُوذ پرستی چاہیے کہ اے خدا!

میدمند اندر گرہ آں ساحرا

وہ جادوگر سیانہ گریں ہنرک ہنرک ہنرک
ایک برخواں از زبان فعل نیز
نیک من کی زبان سے بھی پڑھ

دُر زمانہ مرترا ہمرہ اند

دنیا میں تیرے بیسی ستمی ہیں
آں نیکے یاران و دیگر خست مال
ایک دوست ہیں اور دوسرا مال دانا ہیں

مال ناید باتو بیرون از قصور

مال تو مملوں سے باہر نہیں آئے
چوٹ شرار و زاجل آید پیش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہوگا

تا بدیں جاہیش ہمرہ نیستم

اس بگڑے آئے لاس تم نہیں ہیں
گئے ہیں۔ دور پہنچت۔ ساتیاں۔ دنیا میں ایسے جادوگر ہیں جو چاندنی کو کپڑا بنا کر دولت
کر دیتے ہیں۔ کڑپاس۔ سوئی کپڑا۔ ایسی جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم
چاندنی کو کپڑا بنا کر رہے ہیں۔

پیش باز رگان وز گیرند و سود

سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع مال کریتے
سیم از کف رفتہ و کرباس پیچ
چاندنی ادا سے گنتی اور پکڑا کچھ نہیں

کر ازو مہتاب پیمودہ خریم

کراس کی پی پی چوٹ چاندنی خریدتے ہیں

ساحرا نہ او ز نور ماہتاب

جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے
سیم شد کرپاس نے، کیسہ ہی
چاندنی گنتی، کپڑا ندارد، نہیں غالی ہونگئی

ہیں زلفا ثبات افغان وز عقدا

جادوگریوں اور گریوں سے زیادہ
الغیاث اے مستغاث از زروا
اے فراہ دوس! اس خطر میں چال سے فراہ ہے

کہ زبان قول مست اے عزیز

اے پیارے: کیونکہ قول کی زبان کنوڑ ہے
آں یکے وانی و آں دو غدر مند
ایک دغا دار اور دوسرا دغا دار ہیں

واں نوم وانی ست آں حسن افغان

تیسرا دغا دار نیک عمل ہے
یار آید لیک تا بالین گور
دوست آئے گا لیکن قبر کے سرانے تک

یار گوید از زبان حال خویش

دوست اپنی زبان حال سے کہے گا
بر سر گورت زمانے بیتیم
تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

گئے ہیں۔ دور پہنچت۔ ساتیاں۔ دنیا میں ایسے جادوگر ہیں جو چاندنی کو کپڑا بنا کر دولت
کر دیتے ہیں۔ کڑپاس۔ سوئی کپڑا۔ ایسی جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم
چاندنی کو کپڑا بنا کر رہے ہیں۔

اے چوٹ بندہ دنیا دار کی

عمر اسی دھکے میں برباد

ہو جاتی ہے، عمر ختم ہو جاتی

ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں

کر پاتا ہے۔ غن اَعُوذ۔ کھینچو

پر یہ صحت جادو کے لفظ اور

کے لئے نازل ہوئی تھی۔۔۔

نفا ثبات۔ وہ جادوگر نیاں

جو کہ ہیں باندھ کر ان پر جادو

پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ نیک

یہ اَعُوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ

عمل میں ہو۔

اے دُر زمانہ۔ دنیا میں دل

کے تین ساتھی ہیں دوست
مال نیک عمل ان میں سے
دوسرے وقت ساتھ چھوڑ
دیکھ نیک عمل دغا داری کرگا
اور ساتھ دے گا۔ قصور قصور
کی جیسے ہے عمل۔ ظہر باقیں
سراٹا۔

اے جہنم ترا موت کے
وقت دوست مخلص قبر تک
ساتھ دیتے ہیں اور داپاس
ہو جاتے ہیں۔ منتقل انسان
کے اعمال اس کا قرین بھی
ساتھ دیتے ہیں۔ تختہ طے
پناہ۔ قرین۔ ساتھی۔

پس لباس کبریاں و کفن زتن
 تو کبریاں کا لباس پہنے آواز دے
 علم آموزی طریقہ قولی ست
 تو علم ایک کتاب ہے تو اس کا طریقہ زبانی ہے
 فقر خواہی آں بصحت قائم ست
 فقر چاہتا ہے کہ وہ صحت سے مستغرق ہے
 دانش انوار ست در جان رجا
 انوار کا علم و ملک (ادب) لوگوں کے دل میں ہے
 دانش از آستانہ جاں نجا
 اس کا علم دور دور سے حاصل کرتی ہے
 در دل سالک اگر ہست آں موز
 اگر سالک کے دل میں وہ دور رہی، وہی
 تا دانش را شرح آں سازد ضیا
 جب تک کہ اس کے دل کی روشنی نہ ہو
 کہ درون سینہ شربت ادرہ کم
 یعنی نہ تیرے سینہ میں اکی خواہ صحت کرے
 تو ہنوز از خارج آں را طالبی
 تو ابھی تک باہر سے اس کا طالب ہے
 چشمہ شیرست در توبے کنار
 تیرے اندر وہ کلام در پہلو ہے
 منتقدے داری نہ بجرائے اگیر
 یعنی مان حاصل کرنے والے ایسے سنگ کی مانند ہے
 کہ آتش شمع نہ شربت بہت با
 کیا ہم نے نہیں کو لہ تیری خواہ نہیں ہے ہر
 در گھر در شرح دل و در اندرون
 دل کی مشعل کو باطن میں دیکھو

ملبس ذل پوشش را موقن
 سیکھنے میں دولت کا لباس پہن لے
 حرف آموزی طریقہ فعلی ست
 دستکاری سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ عمل ہے
 نے زبانت کاری آید نہ دست
 نہ تیری زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ
 نے زراہ و فقر و نے قیل و قال
 (وہ حاصل نہیں ہوتا ہی نہ کتاب کے رنگ نہ لکھنے کے
 نے زراہ و فقر و نے از زباں
 نہ کتاب کے مات سے اور نہ زبان سے
 زمر وانی نیست سالک ہنوز
 ایکن سالک کو ابھی ان کی جہ نہیں ہے
 پس آتش شمع بفرماید خدا
 بہر خلاف آئے کیا ہم نے تیرے سینہ میں کو لہ
 شرح اندر سینات نہادیم
 ہم نے تیرے سینہ میں مشعل رکھ دی ہے
 مخلصی از دیگر اں چوں حالی
 تو دھن (وہ کی طرح تو وہ مشعل کو دھن کر لے لیتا ہوا
 تو حرامی شیر جوئی از تغار
 تو بڑے سے دودھ کا جریاں کیوں ہے؟
 ننگ دار از آب حقیقتن از غدر
 حوض سے پانی پینے میں مشعل کر
 چوں شمع تو شرح جوئی گدیہ ساز
 تو شرح کا طالب ادھکاری کیوں بنا ہے؟
 تا نیاید طعنت کہ بیخود
 تاکہ وہ نہیں دیکھتے ہیں کہ طعنہ دیا جائے

لے فقر فقر میں شمع
 صحت سے حاصل ہوتا ہے
 زبان سے عمل ہے
 دانش انوار را افزا زبانی علم
 وہ ادب کے دلوں میں ہے
 دل و طے سے حاصل کر سکتا ہو
 زبان انور کا ہے حاصل
 نہیں کر سکتا۔ و قدل ملک
 کے دل میں اگر کھانا ہے
 بھی ہیں تو وہ ان اشاروں
 کے کھینچے ابھی ہر دم ہے
 آتش و آتش جب سالک
 کھینچے خود بخود ہی ان
 اشاروں کی تھریج کر دیتا ہو
 تو اس کی جانب سے آتش
 والی اشارت ملتی ہے
 آتش شمع بر آں میں ہنوز
 کے لئے فروا گیا ہے کیا ہم
 نے کہا اور شرح مدنی کر
 دیا یعنی ہم نے نہ خود
 کر دیا ہے جس سے تم دودھ
 اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو
 کہ آتش شمع میں آتش
 سے فروا گیا ہے کہ ہم نے
 تمہارے سینہ میں نہ استوار
 کر دی ہے
 لے تو ہنوز ایک عام
 انسان یہ سمجھتا ہے کہ علم و
 اسرار کہیں باہر سے حاصل
 کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے
 علم خود انسان کے دل و ادھ
 روح میں موجود ہیں ملک
 دودھ کی جگہ طالب دودھ
 دودھ والا۔ تغار کو صا
 فذیر حوض کہ آتش شمع
 خطاب اگرچہ آتش شمع کو
 ہے یہی ہر طالب حق میں

داخل ہے۔ در گھر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے جس میں دانش کفایت باری تعالیٰ کا شاہد کیا
 جاسکتا ہے اگر میں شاہد نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لا یشعروں وہ نہیں دیکھتے ہیں کہ طعنہ دیا گیا ہو تغار
 کے ہنر میں ہے

تفسیر قول عز وجل وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ
اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

لہ ایک جہزہ ان اشارہ کا
غلام یہ ہے کہ ذات حق ہر
الہی کے ساتھ ہے یہی اس
محل ہے تو اب اس کے
مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیے۔
تجربہ فرمائی۔ تو دل۔ دل
میں مشاہدہ کی کوشش کر
لہذا اس کو خود کو نہ پھر۔
آجرا تو حضرت حق کو باہر
تلاش کر کے دل کے ایک
مثال تو یہی کہ روٹیوں کا
طبق سر پر ہوا اور وہ در بدر
روٹی اگلتا ہے دوسری
مثال یہ ہے کہ انسان خود
پانی میں گھرا ہوا اور دوسری
سے پانی اگلے۔
لہ آج تب تیسری مثال
یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر
سوار ہوا اور اسی گھوڑے کو
تلاش کر کے لوگ اس سے
پہنچیں کہ تو کسی چیز پر سوار
ہے تو اس کو کبنا پڑے کہ
گھوڑے پر یہ کچھ نہیں گھوڑے
کو کھن کرے۔ یہی اس
گھوڑے سوار سے لوگ کہتے
ہیں کہ گھوڑا تو تیرے پیچھے
سوجھ رہا ہے وہ کہتا ہے اں
لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں
آ رہا ہے۔ نہ گھوڑے
کی توجہ میں درویش بنا ہوا ہے
اور گھوڑا اس کے سامنے
سوجھ رہا ہے اس کی مثال تو
یہی ہے کہ انسان جاہلی پانی
میں گھرا ہوا اور اس سے بچر
ہو۔
لہ چند کہہ رہے ہیں مثال
یہ ہے کہ کوئی سمندر میں ہوا
ہے کہ آؤ کہ شلے ہاں چیر
تھی وہ فوراً آؤ گی۔

تو ہی خواہی لبِ ناں در بدر
تو رونی کا گھرا در بدر انگشت ہے
رو در دل زن چرا بر ہر دری
جادول کا دروازہ کشا مشاعر دروازہ پر کس ہوا
غافل از خود زینِ آں تو آج جو
تو خود سے غافل ہے اس اویاس سے پانی کا کپڑا
وز غطش و زجوع کشتی خرا
اور تو پیاس اور بھوک سے تبا ہے
چشمہ رایش سد و خلف سد
چشموں کے آگے ہی دروازہ ہے اور پیچھے ہی سد
چست اس گفت اسب و لکن اسب
یک ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟
گفت آئے یک اسب و لکن
وہ کہتا ہے اں لیکن اہا گھوڑا کس کی ہے؟
اندر آب و نہر ز آب رواں
وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بغیر ہے
نہر زراں چیز و شرح خوش نیر
وہ اس چیز اور اپنی تفصیل سے ہم بے خبر ہے
واں خیال چوں صلی دیوار او
وہ خیال سیسے کی دیوار اس کی دیوار ہے
ابر تاب آفتابش میشود
اور اسور و آفتاب کی جگہ اس کیلئے آبرجائی ہے
عین رفع سد او شستہ شد
بہت دیوار کا پٹا ناہ اس کے لئے دیوار نکلیا

یک بند پناں تڑا بر فرق سر
روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی ایک بچر
در سر خود تیج و ل خیرہ سری
اپنے سر میں لگ اور چھوڑ پن چھوڑ
تا بزا نوئی میان آب جو
تو ران تک نہسہ کے پانی میں ہے
بر سر ت ناست پایت اندر آب
تیرے سر پر روٹی ہے اور آئینہ پاؤں پانی میں
پیش آب و پس ہم آب بامد
آگے ہی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی
اسب یراں و فارس اسب
گھوڑا مان کے پیچھے ہے اور سوار گھوڑے کا جواں
ہیں اسب اس بزمیر تو پدید
ایں بزمیر ہے پیچھے کھلا ہوا ہے گھوڑا اسے
مست آن پیش وی اوست آن
وہ اہر رافق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے
مست چیز و پیش وی اوست چیز
وہ ایک چیز ہر تاش ہوا در چیز اس کے منہ کے سامنے ہے
چون گوہر در مکر گوید مکر کو
جیسا کہ کوئی سمندر میں کہے سمندر کہاں ہے؟
گفتن آں کو حجابش میشود
اس کا کیا، وہ کہاں ہے؟ اس کا پردہ بناتا ہے
بند چشم اوست ہم چشم بندش
اس کی کوری کہ کھنچیں اس کی آنکھ کا پردہ ہے

ہر سمندر کو تلاش کر کے جس طرح موتی کیلئے یہ سمندر کو دیکھنے سے اینے ہے اسی طرح انسان کے دل
اور حالات اپنے فتنے ہیں گفتن اور مطلب کے قریب موتی سے کہے اس کا مطلب کو رو جیسا اس مطلب کے پردہ
اور اس مطلب کے نقاب کی چمک اس کیلئے آبرجائی ہے جب چشم نکلی نظر خود کو اس کی آنکھ کا پردہ کی آنکھ

بند گوش اوشده ہم گوش او

اس کا کان بھی اس کے کان کی رکاوٹ ہو گیا
ہوش را توزیع کردی بر جہا
تسلی ہوش کو (متصف) جانوں میں تقسیم کر دیا

ہوش با حق دارلے مدہوش او

اللہ کا ہوش کر اے اُس کے دیوانے
می نیز زوترے آں مثریات
وہ فضول (خیالات) ساگ کی تیت کے نہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاجِدًا كَفَاهُ اللَّهُ سَائِرَ

آنحضرت کے اس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنایا اللہ تعالیٰ اُس کے سارے غموں کے
هُمُومِهِ وَمَنْ لَفَزَتْ بِهِ الْهُمُومَ لَا يَمْلِكُ اللَّهُ فِي آيٍ وَادٍ مِنْهَا مَلَكًا
کانی ہو گیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی دای میں تباہ ہوا

آبِ عَشِ رَامی کشد برینخ ونا

ہر جز اور کا تباہ ہوش کے پانی کو چس رہا ہے
آبہا را میکشد آں خس گباہ
پانی کو معمولی گھاس پنی دھیر ہے

آبِ ہوش چوں سد شو شار

بہوں تک تیرے ہوش کا پانی کبھی نہیں ہے
آبِ ہوش چوں سد شو شار
تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہین بن آں شاخ بد را خوش

خیر دارا اسی شاخ کو کاٹ دے (اور) اُسکو ہر کرے
ہر دو سیرند اس زماں آخر زمر
اب دونوں سیر ہیں، انہماک کو دیکھ

آبِ ایں شاخ خوش را نوش

اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر
کیس شو و باطل ازاں وید غر
یہ غلاب بھلے کی، اس سے چل پیا ہو گئے

آبِ باغ ایں را حلال آں حرام

باغ کا پانی اس کیلئے حلال اُس کے لئے حرام ہو
عدل چہ بود؟ آبِ دہ اخبار را
عدل کیسے؟ درختوں کو پانی دے

فرق را آخر یہ بینی وال سلام

تو آخر میں فرق کسے سما، والسلام
ظلم چہ بود؟ آبِ دادن خارا
ظلم کیا ہے؟ کاتنے کو پانی دینا

عدل وضع نعتی در موضعش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے
ظلم چہ بود؟ وضع دنا موضع
ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا

نہ بہرینجی کہ باشد آب کش

نہ کہ ہر جو حکو پانی دینا جو پانی چوستی ہے
کہ نہ باشد جز بلا را منبے
جو صرف سمیت کا چشمہ ہے

نعمت حق را بجان و عقل وہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو
بارگن بیگار غم را بر تننت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر

نہ بہ طبع پر زحیم و پر گرہ

نہ کہ ہمیش اندر گرہوں والی طبیعت کو
برزدل و جاں کم نہ انجاں کند
دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہو

لے بند گوش ایسے لنگار
کا کان خود اس کو بہر لنگار
ہے۔ بند گوش۔ یعنی بہت
دشمن زندہ ہوش۔ انسان
کی پر اگندہ خیالی کی کوئی
قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان
کو پر اگندہ خیال نہ رہنا
چاہئے۔

مکے ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے
آئیو لے کام کا کام و دگر۔
آبِ بیش۔ اگر انسان ذہنی
مسالوں کے سوج پجاریں
لگا رہے گا تو آخرت سے
خالی ہو جائیگا جس کی
دنیاوی فکروں سے پرگھٹو
آخرت کی فکر میں لگے۔

مکے ہرود۔ دنیا کی آخرت کی فکر
میں سے آخرت کی فکر اچھے چل
لانے کی۔ آب۔ دنیا کے
بانگ کو نہ کہ پانی کی صداقت
نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف
تو یہ ہے کہ انسان چل کر
درختوں کو پانی دے کا حکم
کی جھڑکی کو پانی نہ دے
دوسری جھڑکی کی جگہ
محل کرنا عدل پر ظلم
کوئی کام ہے منصف کرنا
ظلم ہے۔ منصف حق سادہ
کی حکم کردہ حضوں سے،

روح انسانی کی تربیت کرنی
چاہئے نہ کہ رنج حوالی کی
لے باکئی۔ دنیا کی حصول
کو قاب تک محدود کرنا
تک۔ یہ ہو جائے تو ہر چیز
روح حضرت عیسیٰ صلی علیہ وسلم
ہے اور جسم خرمستی ہے،
بروہ کے بر لا دھنا جائے
نہ کہ تباہی پر، یہ حماقت ہے
کیسیتی پر بروہ لدا ہوا ہو

اور کما جس میں منہ
اڑائے۔ جگر بہر مل کا
لبک مل ہے۔ غمزدگان
میں گانا صاف ہے۔
سارے گردن اگر تو بہم روم
و قصب ہی گیا ہے تو اب
جاہدوں کی تکلیف اٹھا
ضرورت نہیں ہے اور اگر
تو مجھ جسم کے راحت
طبی میری فکر مجاہدوں کا
کما۔ زہر یہ جنت اور شقت
جسم کے لئے مفید ہے اور
راحت طبی مضرب ہے۔ ہیزم
انسان کا جسم دوزخ کا
ایندھ ہے اس کو شمع کرنا
پا ہے۔ دوزخ تیرا لقب بھی
وہی ہے جو ابولیب کی بیوی
کا ہے قرآن نے افسر کو
مخازنہ فطرت کہا ہے یعنی
دوزخ کا ایندھن اٹھانے والا
سے از قلم۔ جسم دفع
کا ایندھن اور روح
سیدۃ العقب کی شاخ ہے
دونوں میں فرق کر لے جا
اب۔ جسم کی شاخ دھوئی
اور آگ کی جڑ ہے اور
روح کی شاخ عالم بالا کی
چیز ہے۔ بہت ماند ہے۔
دونوں شاخیں کساں نظر
آتی ہیں جس کی جڑ آنکھ کی
لے دھڑک بڑا ہے
حق نقد بہمانہ ہے۔
گرتا۔ جب انسان راہ
طریقت میں کوشاں ہوتا
تو اس قدر راستہ دکھاتے
ہیں مگر دنیا اختیار کرتا ہے تو
اس کو تھامیٹ چلتی ہے۔
ورکت۔ انسان جس قدر
کوشش اختیار کرتا ہے وہی
قداس کو ہندی نصیب
ہوتی ہے۔

بر سر عیسیٰ نہادہ تنگ بلد
ہو جا کھتر میں کے سبز برکے ہوئے ہے
سرمہ را در گوش کردن شمرط
سرمہ سرکان میں گھڑا مناسب نہیں ہے
گردلی زونا زکن خواری ملش
اگر تو (جسم) دل ہے جا کر زنت نہ اٹھا
زہر تن را نافع ست و قندید
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مغرب ہے
ہیزم دوزخ تنست و کم کش
جسم، دوزخ کا ایندھ ہے آگ لگتا
ورنہ حال خطب باشی خطب
دور تو ایندھن ہی ایندھن کا بار بردار ہوگا
از خطب بشناس شاخ سده را
سده را انتہی کی شاخ کو ایندھن کی کڑی ہے
صل میں شاخ ست از نار و دھل
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے
ہست مانند اس بقصوت پیش جس
یہ جس کے سامنے (آپس) مشابہ ہیں
ہست پیدا آں بہ پیش چشم دل
دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے
ورنداری یا بختیاں خوش را
نواگراؤں نہیں رکھتا ہے خود کو قدرت دے

کایں خنجر شد تبرک را کلید
کیونکہ حرکت کو بابرکت حاصل کرنے کی کئی ہے

خمر سیکڑہ میزند در مغزلار
کہا، چاکر میں درشتیاں مار رہا ہے
کار دل را جستن از تن شمرط
دل کا ۲۴، جسم ہے ایسا مناسب نہیں ہے
ورتنی مشاکر منوش و زہر خوش
اگر تو (جسم) جسم ہے، نگہ نہ کما اور زہر مکہ
تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو
وربر وید ہیں تو از بن بر کش
اگر وہ آگے غرور لے تو اس کو جتنے اکھاڑے
در دو عالم ہچو جفت کو لب
دونوں جہان میں ابولیب کی بیوی کی طرح
گرچہ ہر دو ہنر باشد اے فتی
اے نوجوان! اگرچہ دونوں ہنر ہوں
صل آں شاخ ست مقیم آسما
اس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان پر ہے
کہ غلط بین ست چشم و کش جس
کیونکہ جس کی آنکھ اور طریق غلط ہیں
جدد کن پیش دل آجہ نقل
کوشش کرنا اور اس کی کوشش دل کے لئے
تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را
ہا کہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

در خنجر گردی لے دل مستفید
لے دل اے حرکت کرنے سے لافہ مند ہوگا

غلط بین ہے چشم دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئے گا۔ دورنداری۔ انسان کو غلط بین سے نکلنے کی بہ صورت کوشش کرنی چاہئے اگر باؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہئے۔

در معنی این رباعی

این رباعی کے معنی (اگرچہ بیان میں)

گر راہروی راہ برت بکشائید

اگر تو راہ راہ برت پر چلے گئے راستہ کو ہٹ گئے

در پست شوی بختی اندر عالم

اگر تو پست ہو جائے تو عالم میں نہ رہے گا

گر زینابست در را ہر طرف

اگر چہ زیناب نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے

چوں تو گل کردیوسف بر حمید

جب یوسف نے تو گل کیا (اور) کوہ

گرچہ زحزحیت عالم را دید

اگرچہ دنیا کا کوئی ملک نظر نہیں آتا ہے

تا کشاید قفل ورہ پیدا شود

تا کہ تالا کئے اور راستہ ظاہر ہو جائے

آمدی اندر جہاں لئے مستحق

لئے آنکھ میں پڑے ہوئے نقد دنیا میں آیا

توز جائے آمدی وز موطنے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا

گر ندانی تا نلوکی راہ نیست

اگر تو نہیں جانتا ہے کہ گزردہ کدواں میں ہے

میری در خواب شاہاں چپے رات

تو میری غرض غرض راہیں ہوتی ہیں

تو بہ بند آں چشم و خود دیم گن

تو اس کو کہ کہہ کرے اور غم کو کہہ کرے

چشم چوں بندی کہ صدیم غمار

تو کہہ کیے بند کرگا و کہہ کیے بند کرگا

چار چشمی تو ز عشق مشتتری

تو اپنے خراب کرنے میں چاروں کھوں والا ہے

وز نیست شوی بہتیت بگراند

اگر تو فنا ہو جائیگا تجھے بقا کی موت اس کرینگے

وانگاہ تزلزلے تو بتو ہمنامید

اس وقت تجھے بغیر میرے (اور) دیکھ، دکھائینگے

یافت یوسف ہم ز جنبش منظر

یوسف نے ہم حرکت سے واپس کی بل کر ڈال

باز شد قفل در ورہ شد پدید

دروازے کا قفل کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

خیرہ یوسف واری باید دید

یوسف کی طرح امداد و نصرت ملے گا چاہیے

سوی بیجا پیش را جاشود

اسکاں کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے

پیچ می بینی طسری آذن

کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آئے گا

آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو کہہ کا راستہ جانتا ہے کچھ بھی نہیں

زیں رہے راہ مارا فتنی ست

ایں ہی پر راستہ کے دستے سے جا بیچے

ہیچ دانی راہ آں میلں کجا

تو کہہ جانتا ہے کہش میدان کا راستہ کوہ ہے

خوش را بینی در آں شہرین

تو ہے آپ کو اس قدیم شہر میں کچھ

بند چشم تست ایں سوا ز غرار

فصل کی وجہ سے اس جانب کے لئے تری آنکھ کھلا رہی

برا امید بہتری و سروری

بڑی اور سرداری کی امید پر

لے کر نکلتا حضرت یوسف

نے زنا سے بچنے کی کوشش

کی تو زیناب کے بندہ بن گئے

دروازے کھل گئے اور حضرت

یوسف زیناب کے بندے ہو کر

نکلے۔ مگر چہ زحزحہ دنیا سے

بھاگ نکلے گئے اگرچہ

دروازہ نظر نہیں آتا ہے

لیکن جب انسان کوشش

کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی

ہے اور لامکان کا راستہ

پیدا ہوتا ہے۔

لے آئی انسان عالم راہ

سے جس راستہ سے آیا ہے وہ

بھی اس کی نظر سے غائب

ہے اس طرح وہ غائب راستہ

سے عالم کا بچا بھی نہیں

ہے۔ جوتو جاتے انسان عالم

الہ سے آیا ہے اور اس کی گزرتے

کا راستہ معلوم نہیں ہے۔

مگر کئی راستہ نظر آئے کی

وجہ سے اس راستہ کا احساں کر

اسی راستہ سے واپس جاتا ہے

میری انسان خواب میں آتا

کو نہر جاتے ہوئے چلتا ہے

تو بہ بندہ اس کی جوش و کھوکھو

بند کر کے خود کو خدا کے حوالہ کرتا

لے جتھ جتھ بند کی چلتا ہے

تو آنکھیں بند کر کے گویا کہ

خیر کی سبکدوش لای جلتا ہے

نظر میں تیری نظر بند کر

کر دی ہے اور تو سب کی

مخوف چیزوں کو دیکھ رہا ہے

چکر چکر تو بہ وقت دینی

سوداری اور بڑائی کھیل

سے اپنے شہد و کھیل

بنا ہوا ہے۔ گویا جی

سولے میں ہی غم

اس طرح نظر آئے ہیں ہے

آنکھوں غم میں اور اند نظر

آتا ہے۔

۱۰ مشتری۔ تو اپنے
خریداروں کا تو منتظر رہتا
ہے لیکن تیرے پاس آنکے
ہاتھ فروخت کرنے کے لئے
کوئی چیز نہیں ہے۔ گرتا۔
اگر تیرے ہاتھ میں کچھ ہوتا
تو پھر تو خریداروں کا منتظر
ہی نہ ہوتا، عوام میں غیبت
اور عوام کو گرویدہ کرنے کی
وہی شخص کو مشفق کرتا ہے
جو تہی دست ہوتا ہے آنے
والے نقد سے یہی بتاتا
مقصود ہے۔

گر تجھ سے مشتری بینی بخواب
اگر تو سوتا ہی ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے
مشتری خواہی بہر دم بیچ بیچ
تو ہر وقت بیچ و تاب میں خریدار کا خواب منہ رہے
گر ترانہ نے مہرے یا چاشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ حاصل ہوتا
گر درانہاں مہر ترانہ نے مہرے
اگر تجھے میں تیسری روٹی ہوتی

چغہ بد کے خواب بیند جز خراب
میں چند دیراد کے سوا کب دیکھتا ہے؟
تو خریداری کہ فردشی؟ بیچ بیچ
تو دیکھتا کیا ہے؟ کہ بیچ کا؟ کہ بھی نہیں
از خریداراں فراغت داشتے
تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا
از خریداراں دلت فراغ شدے
تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا

شرح

اس بیان سے معلوم ہوا۔ کہ عدم بھی ایک شے ہے جو کہ صنعت
حق سبحانہ کا خزانہ اور عالم وجود کی اصل ہے۔ پس عدم عالم
وجود کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اور عالم وجود عدم کے مقابلہ میں معدوم
کہلانے کے زیادہ لائق ہوگا۔ کیونکہ عدم اصل ہے اور عالم وجود اسکی فرع۔ والا اصل
اقوامی وجوداً من الفرع۔ دوسری عدم باقی ہے۔ اور عالم وجود فانی۔ اور باقی فانی
کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور فانی باقی کے مقابلہ میں نقب معدوم
لئے زیادہ زیبا ہے۔

جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ حق سبحانہ کی عجیب شان ہے
کہ اس شخص معدوم (اضافی یعنی عالم وجود) کو وجود (حقیقی) دکھلایا۔ اور موجود (اضافی
یعنی عدم) کو معدوم (حقیقی) ظاہر فرمایا۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ اس شخص کو چھپا دیا ہے
جو کہ اصل ہے اور کف کو ظاہر فرما دیا ہے جو کہ فرع ہے۔ یا ایسا ہے جیسا کہ اس شخص
ہوا کو چھپا دیا ہے جو کہ اصل ہے اور خاک کو ظاہر فرما دیا ہے جو اس کے تابع ہے۔ مثلاً جگہ
کہ اس میں ہوا اصل ہے اور خاک تابع مگر خاک ظاہر ہے اور ہوا مخفی۔ یہ ہم نے

کیوں کہا۔ کہ ہوا اصل ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خاک بذاتِ خود اوپر نہیں جاسکتی پس
 ضروری ہے کہ اس میں ہوا ہو۔ مگر تم خاک کو تو دیکھتے ہو۔ اور ہوا کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ جو کس
 تم کو دلیل سے سمجھایا جاتا ہے اس وقت مانتے ہو۔ علیٰ الہذا۔ تم کف کو ہر طرف دوڑتے
 دیکھتے ہو۔ مگر دریا کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ کف بدوں دریا کے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس
 تم کف تو آنکھ سے دیکھتے ہو جو منہ سے اور دریا کو دلیل سے مانتے ہو۔ جو کہ اصل ہے
 یا ایسا ہے جیسا کہ منہ مخفی ہے جو کہ اصل ہے اور گفتگو ظاہر ہے جو کہ منہ سے
 پس گفتگو کو اصل کے ذریعے سے ذریعے سے جان لیتے ہو۔ اور منہ کی دلیل سے قائل
 ہوتے ہو اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہم معدوم کو موجود سمجھتے ہیں، یعنی ہم نے تمہارے
 سینہ کو منہ شرح کر دیا۔ اور اسکو کھول دیا۔ اور اسکو انوارِ عرفانیہ کا منبع بنا دیا۔ اس
 معلوم ہوا۔ دل خود منبعِ علوم ہے۔ دیکھو افسوس کہ تم ان کو باہر ڈھونڈھتے ہو۔ ارے
 تم تو اس دودھ کا محزن ہو۔ پھر دوسروں سے کیوں دوسرے پھرتے ہو اور تمہارے
 اندر تو خود شیرِ علوم و معارف کا بہت بڑا چشمہ موجود ہے۔ پھر تم تغاری اور کوٹوں...
 (کتاہوں اور رسمی عالموں) سے اس کے کیوں طالب ہو۔ اور لے تالاب (سالم) تو تو
 بحرِ حقیقی سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں تھے تالابوں سے پانی لینے سے شرم
 آئی چاہیے۔ کیا؟ اَلَمْ نَشْرَحْ سے تیری حالت ظاہر نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے کیونکہ
 گو شرح صدر مخصوص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو۔ مگر مطلق
 شرح صدر آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ اسکی قابلیت علیٰ حسب الاستعداد ہر ایک
 میں ہے۔ پھر تو دوسروں سے دریافت کرتا اور بھیک مانگتا کیوں پھرتا ہے۔

پس تو تحصیلِ علم کے لیے اپنے اندر شرح دل کا مطالعہ کر۔ تاکہ تجھ پر اندھ
 ہونے کا طعنہ نہ ارد ہو۔ اور تو اَلْغَيْنِ لَا يُبْصِرُونَ کا مصداق نہ بنے بھلے
 مانس! تیرے سر پر روٹیوں کا بھرا ہوا ٹوکرا رکھا ہوا ہے اور تو در بدر ٹکڑے مانگتا

پھرتا ہے۔ یعنی تجھے دل حاصل ہے جو منبع علوم ہے مگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ اور علوم
 رسمیر کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے نہایت بے جا بات ہے تو اپنے باطن میں مشغول
 ہو۔ اور پاجی بن۔ چھوڑ دے اور اگر تجھے علم کی طلب ہے تو دل کا دروازہ کھٹکھٹا
 ہر دروازہ پر مارا مارا یوں پھرتا ہے۔ ارے تو ندی میں گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑا
 مگر تجھے اپنی حالت کی خبر نہیں اور اس کے پانی مانگتا ہے اور تیرے سر پر روٹیاں کھی
 ہیں اور تیرے پاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر تو پیاس اور بھوک سے خراب ہو رہا
 ہے یہ تیری بد قسمتی ہی نہیں ہے اور تیرے آگے بھی پانی ہے اور پیچھے بھی۔ مگر تیری آنکھوں
 کے سامنے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی۔ کہ تو اسے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کتنی بیجا بات
 ہے۔ تو ان حجابات کو اٹھا اور پانی سے منتفع ہو۔ سین تیری ایسی مثال ہے جیسے
 شہنشاہ کی ران کے نیچے گھوڑا موجود ہے اور وہ پوچھے کہ گھوڑا کہاں ہے جب کوئی
 اس کو پوچھے کہ ارے یہ تیری رانوں کے نیچے کیا ہے تو کہے گھوڑا۔ مگر پھر یہ ہی کہے۔ کہ
 گھوڑا کہاں ہے پھر اس سے کہا جائے کہ ارے یہ تیرے نیچے گھوڑا نہیں ہے تو کہے
 ہاں! مگر کوئی اپنی سواری کا گھوڑا بھی دیکھتا ہو۔ — بھلا اس بھی زیادہ کوئی احمق
 ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

بس تو تیری یہی حالت ہے کیونکہ تو دل رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ دل منبع علوم
 ہے۔ کیونکہ تو مسلمان ہے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور قرآن میں یہ مضمون منصوص ہے
 مگر پھر تحصیل علم کے لئے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے اور جب تجھے متنبہ کیا جاتا ہے تو خود
 اقرار کرتا ہے مگر پھر اس بیہودگی کو نہیں چھوڑتا۔

الغرض! وہ طالب ایسا ہے جیسا کوئی ایک شے پر عاشق ہو اور مطلوب اس کے
 سامنے موجود ہو۔ اور وہ پھر بھی اس کا طالب ہو۔ یا کوئی پانی کے اندر موجود ہو اور اس
 بہتے ہوئے پانی کی اسے خبر نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی ایک شے کا طالب ہے اور وہ شے اس کے

پاس موجود ہے مگر یہ اس کے بے خبر ہے بلکہ اسے خود اپنی ہی خبر نہیں — یا یوں کہو کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے موتی دریا میں موجود ہے اور کہے کہ دریا کہاں ہے کیونکہ وہ مطلوب کے پاس موجود ہے مگر سمجھتا ہے کہ مطلوب مجھ سے دُور ہے اور اس کا یہ خیال انعدام مطلوب ہے اس کے لیے سیپ کی طرح حجاب ہو گیا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ کہاں ہے اُس کے لیے حجاب ہے اور اس کے آفتاب مطلوب کے ظہور تابش کے لیے اُب بن گیا ہے اور یہ اس کی چشم بد (غلط بین ہے) اس کی آنکھ کے لیے آڑ بن گئے ہیں۔ اور اس طرح رفع دیوار خود اس کے لیے دیوار ہو گئی ہے۔ سین خود اس کے کان غلط سننے والے اس کے کان کی ڈاٹ بن گئے ہیں یعنی اس کے لیے آنکھیں تو ہیں مگر غلط ہیں کہ موجود کو معدوم دیکھتی ہیں اور اس کے کان بھی ہیں مگر غلط سنتے ہیں کہ آسمان کی تو سنیں زمین کی مگر وہ اپنی آنکھوں اور کانوں کو آفت سے محفوظ سمجھتا ہے اسلئے جبکہ آنکھیں موجود کو معدوم دیکھتی ہیں اور کان موجود کو معدوم سنتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ شے واقع میں معدوم ہے کیونکہ اگر موجود ہوتی تو میں باوجود اس کے کہ میری آنکھیں موجود ہیں اسے کیوں نہ دیکھ سکتا۔ اور دوسرے لوگ اسے معدوم کیوں بتاتے اسلئے یہ آنکھیں اور کان جو کہ اس کے زعم میں رفع شدہ ہیں۔ خود حجاب اور سد بن گئے واللہ اعلم بالصواب :

[فائدہ : مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم علوم کو اپنے دل میں دیکھو اور غروں سے طلب نہ کرو اس کی کو عدم ضرورت شیخ کا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ دل میں ڈھونڈنے کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے اور مولانا پیش فرمایا ہے کہ یہ بات بدول شیخ کے حاصل نہیں ہو سکتی اسلئے ضرورت ہے شیخ کی۔ اور حاصل یہ ہے کہ شیخ حاصل کرو اور اس کے ذریعے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے پھر اس میں علوم کا مطالعہ کرو۔ اور کتب علماء رسمہ کے پیچھے نہ پڑو۔

فائدہ عطا۔ چونکہ دل کے منبع علوم شرعیہ کی ضرورت ہے اتباع شریعت

کی۔ اور اتباع شریعت موقوف ہے علوم شرعیہ پر اور علوم شرعیہ حاصل ہوتے ہیں علماء رظاہر سے اس لئے بقدر ضرورت علماء رظاہر کی طرف رجوع بھی لازم ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ بلا ضرورت علوم و علماء رسمیہ کے ممنون احسان نہ بنو۔ اور علوم رسمیہ ہی کو مقصود اصلی نہ بناؤ۔ واللہ اعلم]

خلاصہ یہ ہے کہ اے غافل از حق! تو خدا سے خبردار ہو اور اس کی اطاعت کر۔ اس کی تیرا دل منبع علوم بنے گا۔ اور تجھے کتب علمیہ اور علماء رسمیہ سے استغفار حاصل ہو جائے گا۔ تو نے اپنے ہوش کو مختلف حیات پر منقسم کر دیا ہے حالانکہ ان فضولیات میں ایک شے بھی کسی کام کی نہیں۔ پس تو ان خسرات کو چھوڑ اور اپنے خیالات کو ایک مرکز پر جمع کر اور صرف حق سبحانہ کو مطلوب ٹھہرا۔ اور

بدن اس کے وصل الی اللہ نہایت ہی متذکر ہے۔ کیونکہ تیرے ہوش کا پانی تو کانٹوں (اور ذبیوہ) ہی کی جڑوں میں جذب ہو رہا ہے پھر وہ پھولوں (مطلوب حقیقی) تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور جبکہ یہ ذلیل گھاس (اور ذبیوہ) تیرے ہوش کے پانی کو جذب کر رہے ہیں یعنی تیرے ہوش کو اپنے ہی میں مصروف رکھتے ہیں تو وہ حق سبحانہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور تجھے حق سبحانہ کا خیال کیونکر ہو سکتا ہے پس تو اس شاخ بد (تعلقاً ذبیوہ) کو کاٹ اور اس شاخ (تعلقاً حق سبحانہ) کو پانی دے اور تروتازہ کر۔ یہ ضرور ہے کہ یہ دونوں شاخیں سرسبز اور مرغوب خوش گوار ہیں۔ مگر تم کو انجام پر نظر کرنا چاہیئے۔ انجام اس کا یہ ہو گا کہ شاخ اول برباد ہو جائے گی۔ اور شاخ ثانی مثمر اور نتیجہ بخش ہوگی۔ دیکھو! اول کی تربیت اور اس کو پانی دینا ناجائز ہے اور ثانی کو پانی دینا واجب ہے فرق ان دونوں میں تم کو مرنے کے بعد معلوم ہو گا۔

یہ مضمون تو ختم ہوا اب ہم اس کے مناسب دوسرے مضمون تم کو سناتے ہیں۔ مگر اول سمجھ لو کہ عدل کیا ہے؟ عدل کی حقیقت دھنوں کو پانی دینا ہے ظلم کیا ہے؟ ظلم کی حقیقت کانٹوں کو پانی دینا ہے یا تبدیل عنوان یوں کہو۔ کہ عدل یہ ہے کہ ہر نعمت کو اس کے موقع پر رکھا جائے اور آبِ نعمت

ہر اس جسم کو نہ دیا جائے جو اس کے لیے جاذب ہو۔ اور ظلم یہ ہے کہ کسی نعمت کو ایسے محل میں صرف کیا جائے جو اس کے لائق نہ ہو اور صرف بلیات کا سرچشمہ ہو۔ اور کسی بھلائی کی اس کے توقع نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہم کہتے ہیں کہ تم نعمت حق کو تنہا رستی علم و فضل روح اور عقل پر صرف کرو جو اس کا محل ہیں اور نفس پر صرف کرو جو کہ تکالیف اور مشکلات کا معدن ہے۔ برخلاف اسکے اقتضات نفس کے خلاف کر کے بارِ عظم کو نفس پر لادو۔ اور ارتکاب معاصی سے جو کہ موجب تاؤی روح ہے تکلیف کو روح اور دل پر نہ لادو۔ کیونکہ یہ عدل ہے اور اسکے خلاف ظلم۔ مگر تم ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عیسیٰ روح کے سر پر تم نے بارِ عظم لاد رکھا ہے۔ اور جس پر نفس گلزار میں فلاںچیں مارتا پھر رہا ہے تم کو ایسا نہ چاہیے۔ بلکہ جو جس کے قابل ہو اسکے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیے۔

دیکھو! جس طرح سرمہ کان میں ڈالنا مناسب نہیں ہے یوں ہی دل کا کام نفس لینا زیبا نہیں۔ پس اگر تم صاحب دل ہو تو تم کو ناز کرنا چاہیے اور ذلت نہ اٹھانا چاہیے۔ یعنی دین کا کام کرنا چاہیے جو موجب عزت و راحت ہے اور دنیا کا کام چھوڑ دینا چاہیے جو کہ موجب ذلت و تکلیف ہے اور اگر تم اہل نفس ہو۔ تو ہم کہتے ہیں کہ خب وار! شکر نہ کھانا اور زہر ہی کھانا۔ یعنی دنیا ہی میں مصروف رہنا اور دین کے کام نہ کرنا۔ کیونکہ نفس کے لیے زہر ہی نافع ہے اور قند مضر ہے اور اس کے لیے مور و تباہی کے کام مفید ہیں اور دینی کام مضر ہیں۔

[فائدہ: "شکر منبوش" اور "زہر چش" امر و نہی تہدیدی ہیں اور طلب فعل و ترک مقصود ہیں]۔ لیکن ہم تمہیں سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفس وہی بہتر ہے جو بے مدد ہو اور جس کی پرورش نہ کی جائے کیونکہ یہ دوزخ کا ایندھن ہے پس تم اس کو کم کرو۔ اور اگر یہ اُگے اور یہ ترقی کرے تو تم اس کو جسٹ سے اُکھیر ڈالو۔

ورنہ تم دونوں عالم میں ابولہب کی بیوی کی طرح جتنا بال خطب ہو گے جو کہ دوزخ کے لیے ایندھن ڈھورہے ہو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ گو شاخ سدرہ (روح) اور ایندھن (نفس) دونوں سبز ہیں۔ مگر تم ان دونوں میں امتیاز کرو۔ اور جان کہ ایندھن (نفس) کا مرجع آگ اور دھواں (دوزخ) ہے اور شاخ سدرہ (روح) کا مرجع آسمان ہفتم (عالم بالا اور لامکان) گو دونوں شاخیں چشم حسی کی نظر یکساں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جس کا مشرب غلط بینی ہے لیکن چشم بصیرت کی نظر میں فرق ظاہر ہے پس تم سے جس قدر بھی ہو کے کوشش کر کے دل کی طرف بڑھو اور نفس کو چھوڑو اور اگر تمہارے پاؤں ہی نہ ہوں تو اپنے کو حرکت ہی دیدو۔ یعنی اگر تم پوری کوشش نہیں کر سکتے تو بھی ممکن ہی کوشش کرو تاکہ تمہیں اشیا علی ماہی علیہ نظر آئیں اور تم غلط بینی سے نجات پاؤ۔ کیونکہ مشہور ہے ”فی الحریکہ بركة“ یعنی حرکت حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ پس حرکت سے تمہیں فائدہ حاصل ہوگا۔

دیکھو؟ زلیخانے ہر طرف سے دروازے بند کر دیئے تھے مگر یوسف علیہ السلام نے حرکت کی تو انہیں اُپسی کا مقام مل ہی گیا۔ اور وہ اس عمل خطرے سے بچ گئے اور جبکہ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا اور خدا کا نام لیکے بھاگے تو دروازہ کا قفل حق سبحانہ کی تائید سے کھل ہی گیا۔ اور رستہ نکل آیا۔ پس اگرچہ عالم میں کوئی سوراخ نظر نہیں آتا جس سے تم اس خدا تک پہنچ جاؤ۔ مگر تم کو یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑنا چاہیئے تاکہ قفل کھل جائے اور رستہ نکل آئے اور تمہاری حق سبحانہ کی طرف چلنے کے لیے جگہ ہو جائے۔

تم کو راہ کے نظر نہ آنے سے اسکے الغلام کا شبہ نہ ہو نا چاہیئے کیونکہ تم دنیا میں آنے ہو اور ضرور کسی رستہ سے آنے ہو۔ اچھا! بتاؤ کہ کس رستہ سے آئے ہو کوئی

رستہ دکھلائی دیتا ہے اور تم کسی جگہ سے اور کسی مقام سے تو آئے ہو تو کیا جانتے ہو کہ کس رستہ سے آئے ہو۔ اگر تم نہیں جانتے تو یہ نہ کہنا کہ رستہ نہیں ہے ضرور ہے ورنہ آئے کیونکر۔ نیز اسی رستہ سے تم کو پھر جانا ہے پس اگر رستہ نہیں ہے تو جاؤ گے کیونکر؟ پس معلوم ہوا کہ رستہ ضرور ہے گو ہمیں معلوم نہیں بس یونہی وصول الی اللہ کے رستہ کو ہی سمجھ لو۔ اچھا اور سنو! خواب کے اندر تم دائیں بائیں خوش و خوش دھڑکتے ہو کیا تم جانتے ہو کہ اس میل کا رستہ کہاں کو ہے ہرگز نہیں پس ایسا ہی وصول الی الحق کی راہ کو سمجھ لو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ رستہ ضرور ہے مگر ہمیں معلوم نہیں۔ تو اب اسکی صورت یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے اپنے کو حق سبحانہ کے یا شیخ کے حوالہ کر دو اس طرح تم اپنے کو اسی شہر قدیم یعنی عالم غیب میں پاؤ گے لیکن تم آنکھ کھول کر دیکھتے ہو کیونکہ سینکڑوں نشیلی آنکھیں تمہاری آنکھ کے لیے بند ہونے سے مانع ہیں۔ یعنی دنیا میں تمہارے مطلوبات اور معشوق بکثرت ہیں وہ تم کو آنکھ کیونکر بند کرنے دیں گے۔ کیونکہ عشق آنکھ بند ہونے سے مانع ہے۔

چنانچہ تم سرداری کی توقع میں خریداروں پر عاشق ہو۔ اور ان کے عشق نے تمہاری دو آنکھوں کو چار بنا دیا ہے یعنی ہر وقت آنکھیں کھولے دیکھتے ہو کہ ادھر سے کوئی آتا ہوگا۔ ادھر سے کوئی آتا ہوگا۔ اور اگر سوتے ہی ہو تو خواب میں۔۔۔ خریداروں کو دیکھتے ہو۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ اُلو کو خواب میں دیرانہ ہی نظر آتا ہے پس جب تمہاری یہ حالت ہے تو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ تم آنکھ بند کر لو گے۔

بھلے مانس! تو جو ہر دم اپنے خریداروں کا طالب ہے بتا تو سہی تیرے پاس دھڑ کیا ہے جو تو اسکے ہاتھ نیچے گا۔ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اگر تیرے پاس روٹی یا دوپہر کا کھانا ہوتا تو تجھے یہ ڈھونگ بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور تجھے خریداروں کی پرواہ ہی نہ

ہوتی۔ اور اگر تیرے توشہ دان میں روٹی ہوتی تو خریداروں کی فکر سے تیرا دل مطمئن
 ہوتا۔ کیونکہ یہ جو کچھ تو کر رہا ہے۔ محض پیٹ کے لیے کر رہا ہے پس اگر تو روٹی سے
 بے فکر ہو تا تو تجھے اس ڈھونگ کی ضرورت نہ ہوتی اور جب کہ ضرورت ہے تو معلوم ہوا
 کہ تیرے پاس روٹی نہیں ہے اور جب تو اتنا مفلس ہے تو خریداروں کے ہاتھ کیا بیچے
 گا۔ اور جبکہ تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں بیچ سکتا تو ان کے جمع کرنے کی درد سہی بیکار ہے
 خلاصہ یہ کہ مولانا طلب جاہ کی مذمت اور اس کا بے سود ہونا بیان فرماتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ طلب جاہ بالکل لغو ہے کیونکہ طلب خریداروں کی دلیل ہے اس کے عدم
 کمال کی۔ کیونکہ صاحب کمال مستغنی ہوتا ہے۔ پس جبکہ طالب جاہ خود کامل نہیں
 تو اس کا معتقدین کو جمع کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ جب اس کے اندر کمال ہی نہیں تو
 انہیں دکھلائے گا کیا۔ اور قدر کس چیز کی کرے گا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ انہیں
 فریب دے اور دھوکے سے اپنے نقصان کو کمال ظاہر کرے دلائل خفیٰ شناعۃ۔

